سیفِ محمدی

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی

اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن

سیف محمدی

خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جونا گڈھی

تحقیق و تعلیق

مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

استاذ حدیث وفقہ جامعہ عالیہ عربیہ، مئو

اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن، یو.پی۔

نام کتاب : سیف محمدی

تالیف : خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدث جوناگڈھی

تحقیق وتعلیق : مولانا حافظ عبداللطیف اثری حفظہ اللہ

طابع وناشر : اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن، یو. پی۔

سال اشاعت : جنوری ۲۰۱۱ء

تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو

صفحات : 222

قیمت

﴿ ملنے کے پتے ﴾

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

ریحان مارکیٹ دھوبیا املی روڈ، صدر چوک۔ مئو

اقرا بک سینٹر پرانی حویلی، حیدرآباد

چار مینار بک سینٹر چار مینار مسجد، بنگلور

دکن ٹریڈرس مغل پورہ، حیدرآباد

دارالمعارف بھنڈی بازار، ممبئی

عرض ناشر

سیف محمدی کے جدید، محقّق، دیدہ زیب اور کمپیوٹرائز اڈیشن کو پیش کرتے ہوئے دل بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز اور قلم حمد و ثنا کے موتی بکھیر رہا ہے،

اہل حدیث اکیڈمی کے قیام کے بعد ہمارے ایک مخلص کرم فرمانے مولانا محمد صاحب جوناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا "گلدستہ محمدی" بطور تحفہ دیا اسی وقت ہم نے چشم بیداری میں ایک خواب دیکھا، انسان کے ارادے اور منصوبے جب تک ذہن و تخیل میں ہیں انہیں عالم بیداری کا ایک خواب ہی سمجھنا چاہئے،

برسوں اس کی تعبیر کی عشق آمیز جستجو میں صرف ہوگئے، امیدوں کی خلش اور ولولوں کی شورش نے ہمیشہ مضطرب رکھا، اور یاس و قنوط کا ہجوم بارہا حوصلۂ عزم پر غالب آیا۔ لیکن الحمدللہ ارادے کا استحکام اور توفیق الٰہی کا اعتماد ہر حال میں طمانیت بخش تھا یہاں تک کہ آج اس خواب عزیز کی تعبیر عالم وجود میں پیش نظر ہے ﴿هذا تاويل رؤياى من قبل قد جعلها ربى حقا﴾

زیر نظر کتاب اپنے وقت کے عبقری عالم دین، عظیم محدث، سحر البیان خطیب، ترجمان القرآن والسنۃ مولانا محمد صاحب جوناگڈھیؒ کی مایہ ناز اور بے نظیر تالیف ہے، کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بالکل اچھوتی اور طرز استدلال کے لحاظ سے بالکل انوکھی ہے،

اس کتاب میں فقہ حنفیہ کا فوٹو دکھانے کیلئے حنفی مذہب کی نہایت ہی معتبر اور مشہور کتابوں سے تقریباچھ سو مسائل جمع کئے گئے ہیں جو نہایت ہی گندے، گھناؤنے، مکروہ، حیاسوز، شرم شکن، اور قرآن وحدیث کی پاکیزہ تعلیمات کے خلاف ہیں، ہر مسئلہ میں حنفی بھائیوں کی جتنی دلیلیں تھیں وہ بیان کی گئی ہیں اور پھر ان کے بعد نہایت ہی ٹھوس، مدلل اور سنجیدہ جواب دیئے گئے ہیں۔

آزادی سے قبل جب پہلی مرتبہ یہ کتاب دفتر "اخبار محمدی" دہلی سے طبع ہوکر منظر عام پر آئی تھی اس وقت ایوان تقلید میں کہرام مچ گیا تھا، مقلدین کی صفوں میں ماتم کا سماں تھا، آپ کی اس دنداں شکن، وقیع ،معرکۃ الآراء تصنیف کے دلائل قاطعہ وحجج بالغہ، نے مخالفین کے پورے بدن میں آگ لگادی تھی، چونکہ مقلدین اس کتاب کے جواب سے عاجز تھے اس لئے اس وقت کے کچھ عاقبت نااندیش علماء اور ان کے جاہل مریدوں کی ایک ٹیم نے کلکتہ ہائی کورٹ میں "توہین مذہب" کا مقدمہ دائر کردیااور جب مولانا اپنے مقدمہ کی پیروی کے لئے کلکتہ پہونچے توان پر "بوتل بم" سے حملہ کیا گیا۔ جس میں مولانا بال بال بچ گئے، الحمدللہ اس مقدمہ مین مولانا کو ڈگری حاصل ہوئی۔

مخالفین نے صرف مقدمہ دائر کرنے اور عامیانہ حرکتیں کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انگریز حکام سے مل کر دہلی کے "اخبار محمدی" کے آفس سے اس کتاب کی تمام کاپیوں کو ضبط کرانے کی جاں توڑ کوشش کی تھی مگر خوش قسمتی سے اس کی چند کاپیاں مخالفین کی دست درازی سے محفوظ رہ گئی

تھیں، ان ہی نسخوں سے بعد کا اڈیشن منظر عام پر آسکا یہ انمول اور نادر کتاب عرصہ دراز سے نایاب تھی اس لئے اہل حدیث اکیڈمی کے ذمہ داران نے اس کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا۔

اس کتاب کے جتنے نسخے اب تک ہندو پاک سے شائع ہوئے ہیں وہ سب اسی قدیم کتابت اور پرانی طباعت کے عکس در عکس ہیں۔ بار بار چھپنے کی وجہ سے عبارت بہت ہی گنجلک اور ناصاف ہو گئی ہے مولانا محمد صاحب جونا گڈھی کے پیش نظر محولہ مراجع و مصادر کی جو کتابیں تھیں اب ان میں سی بہت کمیاب ہیں (بلکہ اب نایاب ہیں)

زیر نظر کتاب میں جن جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں ان میں سے بیشتر مصر اور عراق کی چھپی ہوئی تھیں، اس لئے اہل حدیث اکیڈمی کے ذمہ داران نے اس کتاب کی تحقیق، تصحیح اور مراجعہ کا کام جماعت کے مشہور اور صاحب نظر عالم دین مولانا حافظ ابو سہیل انصاری حفظہ اللہ کے سپرد کیا، مولانا نے تین مہینہ کی مسلسل محنت اور پیہم جدو جہد سے اس کتاب کے تمام حوالہ جات کو ہندو پاک کی طبع شدہ کتابوں کی روشنی میں از سر نو مکمل کیا۔ مؤلف موصوف نے جہاں عبارت مختصراً نقل کی تھی مولانا نے اسے مکمل کر دیا مؤلف نے جس مسئلہ اور حدیث کی طرف صرف اشارہ کیا تھا مولانا نے وہ حدیث اور مسئلہ کتاب کے حوالہ کے ساتھ رقم فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اس کتاب پر عمدہ اور مفید حواشی بھی لکھے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت دوبالا ہو گئی ہے۔

کتاب کے حوالے اور پروف ریڈنگ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے

اور حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہے لیکن پھر بھی غلطی کا امکان باقی ہے، اگر ناظرین کرام کو کہیں غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں (نہ کہ سیدواڑہ کے "فکیہ اعظم"، گنگا جل کے سپلائر، اور غازی پور کے "غازی میاں" کی طرحِ شور مچانے لگیں) ہم آپ کے مشکور ہونگے ان شاء اللہ اگلی اشاعت میں اس کی تصحیح کردی جائے گی خوشی کا مقام ہے کہ اہل حدیث اکیڈمی اس کتاب کو اعلیٰ معیار کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کر کے شیدائیان سنت محمدی کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہی ہے امید ہے کہ اس عظیم الشان دینی خدمت کو دین پسند حلقوں میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک دینی و علمی خدمت کو قبول فرمائے اسے مفید عام بنائے اور اس کے مولف، محقق، ناشر اور ناظرین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ناچیز

جوہر انصاری

اہل حدیث اکیڈمی

مئو سٹی یوپی انڈیا

۱۵/دسمبر ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ

دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جو اس حقیقت سے ناآشنا ہو کہ زمانۂ رسالت مآب ﷺ میں مسلمانوں کے پاس عمل و عقیدے کے لئے صرف وحی الٰہی تھی جس کے دو حصے تھے، قرآن اور حدیث، صحابہ کرامؓ صرف انہیں دو چیزوں پر عمل کرتے رہے دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کے احکام اسی سے لیتے رہے، مسلمانوں کا یہ ابتدائی زمانہ جو لاکھوں صحابیوں کی موجودگی کا تھا اور جس مبارک زمانہ میں لاکھوں تابعی بھی تھے ان ہی دو چیزوں پر عمل کرتے ہوئے گذر گیا، گو مسائل میں ان بزرگوں کا اختلاف ہو لیکن اصل اسلام صرف ان ہی دو چیزوں کو سمجھتے رہے، لیکن ابھی کچھ زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ بعد والے مسلمانوں نے ایک تیسری چیز کا بھی اس میں اضافہ کرلیا، اور وہ امت کے چار بزرگوں میں سے ایک کی تمام باتوں کا مان لینا ہے جسے تقلید شخصی کے نام سے تعبیر کیا گیا اور صاف کہہ دیا گیا کہ ان ائمہ کے اجتہادات قیاسات و فتاوی کا آنکھیں بند کرکے بغیر دلیل کے مان لینا بھی اسلام کا ایک فرض ہے، سردست ہمیں اس سے بحث نہیں کہ آیا تقلید شخصی چوتھی صدی کے بعد کی ایجاد ہے یا چھٹی صدی کے بعد کی، لیکن اتنا تو ہر مسلمان کو مسلّم ہے کہ ہے یہ بعد کی چیز، کیونکہ امامت کی حیثیت سے ان

چاروں اماموں میں سے ایک بھی پہلی صدی میں نہ تھے پہلی صدی گذر جانے کے بعد یہ حضرات اجتہاد کے درجہ کو پہونچے، میں اس وقت اس بحث میں بھی پڑنا نہیں چاہتا کہ خود ان ائمہ کرام کے اپنی تقلید کے متعلق کیا ارشادات ہیں میں نے اس بحث کو اپنی مستقل ایک کتاب ''طریق محمدی'' میں بالوضاحت بیان کردیا ہے، یہاں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام کا برکتی زمانہ گذر جانے کے بعد مسلمانوں نے دین اللہ میں جہاں اور بہت سی ایجادات کیں وہاں ایک یہ ایجاد بھی ہوئی، رفتہ رفتہ ہر ایک امام کے مقلدین نے دین و مذہب کا دارومدار ہی اپنے امام کے قول پر رکھ دیا، پھر ہر مذہب کی تصنیفات الگ الگ ہونے لگیں، جن میں ان اماموں اور ان کے متعلقین کے اقوال کو جمع کیا گیا اور ہر ایک فرقہ کی الگ الگ راہ قائم ہوگئی، اور خدا کے رسول ﷺ کی پھیلائی ہوئی توحید میں یہ تربیع اس طرح جم گئی جس طرح حضرت عیسیٰؑ کی پھیلائی ہوئی توحید میں تثلیث قائم ہوگئی تھی، ملک ہند میں بھی گو ان مذاہب کے پیرو موجود ہیں لیکن یہاں اکثریت حنفیوں کو حاصل ہے اس لئے ہمارا روئے سخن اس کتاب میں اپنے انہی بھائیوں سے ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ ۸۰ھ میں تولد ہوئے اور ۱۵۰ھ میں آپ نے انتقال فرمایا، خدا آپ کی روح پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، آپ نے نہ تو اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھی، نہ آپ نے کسی کو تقلید کرنے پر مجبور کیا، لیکن صدیوں بعد لوگوں کو سوجھی کہ ایک مجموعہ مرتب کیا جائے چنانچہ فقہ حنفی کی کتابوں کی ترتیب شروع ہوئی اور ایک بہت بڑا مجموعہ مرتب ہوگیا جس میں نہ کسی مسئلہ کی سند ہے نہ دلیل، صاحب کتاب مسائل بیان کرتے

جاتے ہیں لاکھوں مسائل کے مجموعے کی ایک کتاب تیار کرتے ہیں اور مقلدین حنفی اس پوری کتاب کو حنفی مذہب کا بنیادی پتھر سمجھنے لگتے ہیں اور اپنے ایمان کا دارومدار انہیں پر کر لیتے ہیں، دور کیوں جایئے تاریخی طور پر فقہ حنفیہ کی موجودہ معتبر کتابوں کی تصنیف کی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے تو یہ حقیقت ابھی بے نقاب ہو جائے گی۔

حنفی مذہب کی بہترین کتاب "قدوری" پانچویں صدی میں تصنیف کی جاتی ہے حنفی مذہب کی مایۂ صد ناز کتاب "ھدایہ" چھٹی صدی میں تالیف کی جاتی ہے، اسی کی ہم پایہ کتاب "قاضی خان" بھی چھٹی صدی میں لکھی جاتی ہے اور "فتاوی سراجیه" بھی "منیه اور قنیه" جیسی حنفی مذہب کی معتبر کتابیں ساتویں صدی میں وجود پذیر ہوتی ہیں، حنفی مذہب فتاوں کا ذخیرہ "کنز" آٹھویں صدی میں صادر ہوتا ہے "نهایه" "عنایه" "شرح وقایہ" جیسی اشد ضروری کتاب کی ترتیب بھی آٹھویں صدی میں ہوتی ہے "طحطاوی" بھی اسی آٹھویں صدی میں بنائی جاتی ہے، اسی طرح "جامع الرموز" بھی آٹھویں صدی میں تیار ہوتی ہے "فتح القدیر" جیسی کتاب جس کا درجہ حنفی مذہب کی کتابوں میں ایسا ہی ہے جیسا جسم انسان میں ناک کا، یہ کتاب نویں صدی میں تالیف کی جاتی ہے "بزازیه" درخلاصہ کیلانی" اور حلیہ" جیسے حنفی بھائیوں کے کار آمد ہتھیار بھی اسی نویں صدی میں ڈھالے جاتے ہیں "بحر الرائق" دسویں صدی میں تصنیف ہوتی ہے اور غنیۃ "شرح منیه اور تنویر الابصار" اور ذخیرۃ العقبیٰ اور "چلپی" بھی، "در مختار" جیسی کتاب جسے حنفی مذہب کا بنیادی پتھر کہنا بیجا نہ ہوگا گیارہویں صدی میں

ظہور پذیر ہوتی ہے اور فتاوی خیریہ " بھی، ردالمختار" یعنی شامی تو دُر مختار کی شرح ہے "فتاویٰ عالم گیری" جو پانچ سو مجتہدوں کی مشترکہ کوشش کا مجموعہ ہے بارہویں صدی میں جمع کیا جاتا ہے "مراقی الفلاح " اور "مالا بد منہ عمدۃ الرعایہ" وغیرہ تو تیرہویں صدی کی کتابیں ہیں۔

پس ناظرین کرام! خود انصاف فرمائیں کہ جب یہ کتابیں امام صاحب کے انتقال کے سینکڑوں برس بعد لکھی جاتی ہیں اور ان کے مصنفین ان لکھو کھا مسائل میں سے چند مسائل کی سند بھی خود سے لیکر امام صاحب تک نہیں پہنچاتے تو یہ کتابیں کہاں تک اعتبار کے قابل رہ جاتی ہیں ؟ مگر آج مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ حلال و حرام، جائز و ناجائز، کفر و اسلام، فرائض و نوافل، عقائد و اعمال، الغرض دین اسلام کا دارومدار انہی کتابوں پر رکھا ہے مسائل لکھنے ہوں تو ان ہی کتابوں کی ورق گردانی کی جاتی ہے، نکاح طلاق کے فیصلے کرنے ہوں تو انہیں دفتروں کا کھنگالا جاتا ہے، عقائد و اعمال کی بحث ہو تو انہی مجموعوں پر نظر غائر ڈالی جاتی ہے، برادران! للہ غور فرمایئے کہ حدیث شریف یعنی کلام رسول ﷺ میں صاحب کتاب سے لیکر اللہ کے نبی تک کی سند میں اگر ایک شخص بھی ایسا آجائے جس کے حافظہ میں کمی ہو تو اس حدیث کو ضعیف ٹھہرا دیا جائے مگر فقہ کی کتابوں کے مصنفین کو کچھ عجب آزادی ہے کہ جو چاہیں تحریر فرمائیں اور ان کا قلم جو لکھ گیا مسلمان اسے اسلام کا مسئلہ سمجھیں۔

مندرجہ بالا نقشہ میں آپ دیکھ رہے ہونگے کہ موجودہ کتب فقہ میں سے ایک بھی پانچویں صدی سے پہلے کی نہیں، اب ان کتابوں میں کیا کچھ ہے کیسے کیسے مسائل جمع کئے گئے ہیں، کیا کیا ہدایت کے سامان اکٹھے کئے

گئے ہیں اس کا صحیح نقشہ پیش کرنے کے لئے میں قلم اٹھا رہا ہوں، بخدائے لایزال نہ مجھے کسی کا دل دکھانا منظور، نہ کسی پر چوٹ کرنی مقصود ہاں میرا مطلب ایک اور صرف ایک ہی ہے کہ میرے وہ مسلمان بھائی جو آنکھیں بند کر کے ان کتابوں کو اسلامی احکام کا مجموعہ سمجھے ہوئے ہیں کم سے کم انہیں ایک مرتبہ موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنے اس عقیدے پر نظر ثانی کر لیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جسے آپ کھرا سونا سمجھے ہوئے ہیں وہ نرا پیتل ہو، جسے آپ خالص چاندی کہہ رہے ہیں وہ فقط قلعی، ہو جسے آپ آٹا کہتے ہیں وہ راکھ ہو، جسے آپ نجات کا قلعہ سمجھے ہوئے ہیں وہ ہلاکت کا گڑھا ہو، قدرت نے جنہیں وسیع ظرف دے رکھا ہے وہ حوض کے مینڈک بننا کبھی پسند نہیں کرتے نجات کے متلاشی باپ دادوں کی سنی سنائی پر کبھی مطمئن نہیں ہو جاتے، آپ فراخدلی سے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے کیا عجب کہ آپ بھی اسی نتیجہ پر پہونچ جائیں جس پر میں پہنچا ہوا ہوں، آپ برا مانیں یا بھلا، میرا تو فقہ کے وسیع مطالعہ کے بعد یہ عقیدہ ہے کہ اس کے مسائل امام اور مجتہد، دیندار اور عالم تو کیا، ایک نو مسلم امی کے منہ سے بھی نہیں نکل سکتے، اس وقت میری یہ بات آپ کو بہت کڑوی لگتی ہوگی لیکن جب اس کتاب کو آپ ختم کریں گے اور پھر فقہ کا برہنہ فوٹو اپنے ذہن میں جمائیں گے تو آپ مجبور ہو کر وہی کہنے لگیں گے جواب میری زبان سے سن رہے ہیں، غور فرمائیے کہ کلام الله اور کلام الرسول کی طرح اگر عام لوگوں کے کلام بھی نورانی اور بے عیب ہوں تو پھر خدا میں اور بندے میں، نبی میں اور امتی میں، فرق ہی کیا رہ جائے۔

وجہ تصنیف

کتاب کو دیکھ کر ممکن ہے یہ خیال بھی آپ کو گذرے کہ بھلا اس موضوع پر قلم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی ؟ آپس میں اس قسم کی ردوکد نامناسب ہے، اس کی بابت بھی عرض کردوں کہ اول تو ایک وہ شخص جو کسی مہلک مرض سے کسی آسان سی دوا کے باعث نجات پا گیا ہو، اور پھر وہ اس دوا کو دوسرے کو نہ بتائے اس کے بخل جیسا اور بخل کس کا ہوگا ؟ اگر راہ چلتے ایک شخص نے دشمن کو کمین گاہ میں دیکھ لیا اور اس نے اپنا بچاؤ کر کے اس سے نجات پائی تو کیا وجہ ہے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو اس گھات میں لگے ہوئے دشمن کا، اور اس کے خطرناک حملہ سے بچنے کے آلات کا پتہ نہ دے ؟ جب میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلمانوں کا ایک جم غفیر اس راہ پر لگ گیا ہے جس میں قدم قدم پر فولادی گوکھرو بچھے ہوئے ہیں، جس کے دائیں بائیں درندوں کے بن اور شیروں کے کچھار ہیں، جس کے اوپر سے آگ برس رہی ہے اور جس کے نیچے جہنم دہک رہی ہے پھر بھلا میں خاموش بیٹھا رہوں تو کیا اس مجرمانہ خاموشی کی سزا مجھے نہ ہوگی ؟ میں نے یہی مناسب جانا ہے کہ مجھے کوئی کچھ بھی کہے اور میری نسبت کوئی کچھ ہی خیال کرے، میں تو ایک مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر ہی دوں گا، دوسری وجہ یہ ہے کہ برادرانِ احناف دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کے لئے عموماً اہل حدیث پر وہ تہمتیں باندھا کرتے ہیں کہ الامان و الحفیظ۔ پس ضروری ہے کہ ہم اپنا دامن صاف کریں اور دنیا کو دکھلا دیں کہ اصل حقیقت کیا ہے ؟ واقعہ یہ

ہے کہ ضلع پرتاپ گڈھ کے حنفی بھائیوں نے اہل حدیث کے خلاف چند اشتہارات نکالے کوئی بات نہ تھی لیکن غضب تو یہ ہے کہ بہت سے گندے اورواہیات مسائل کو مذہب اہل حدیث کے سر تھوپا[1] جب یہ اشتہارات میرے پاس پہونچے تو میں نے بذریعہ "اخبار محمدی" جواب دیا۔ جس کا ملخص یہ ہے کہ اہل حدیث کا مذہب صرف قرآن کریم اور احادیث رسول رحیم ﷺ ہیں، جو اعتراض ان دو پر ہو وہ مذہب اہل حدیث پر ہے اور اس کے جوابدہ یہ حضرات ہیں دگر ہیچ۔ اس اجمالی جواب کے بعد میں نے یہ بھی بتایا کہ دراصل خلاف تہذیب مسائل، گندے اور گھناؤنے فتاوے، فقہ حنفی میں بے شمار موجود ہیں، مثال کے طور پر حنفی مذہب کی بہت معتبر کتاب "درمختار" سے میں نے پچاس مسائل نکال کر چھاپ دیئے جس رسالہ کا نام درمحمدی رکھا، جس پر بعض حضرات بہت غیظ وغضب میں آگئے اب وہ یہ تو کہہ نہیں سکتے تھے کہ یہ مسائل ہمارے مذہب کے نہیں جس طرح اہل حدیث کی طرف سے دوٹوک جواب ہو گیا تھا، اس لئے انھوں نے ان مسائل کی دلیلیں تلاش کرنی شروع کیں اور اپنے اخبارات میں مضامین دینے لگے واللہ میرا خیال تو یہی تھا کہ فقہ حنفی کے اس فوٹو کو دیکھ کر یہ شرما جائیں گے اور ان کتابوں کی جو وقعت ان کی نگاہ میں ہے وہ جاتی رہے گی یا کم از کم، کم تو ضرور ہو جائے گی اور الحمدللہ یہ خیال ایک حد تک صحیح نکلا، بہت سے خدا کے بندے ان مسائل کے مجموعے کو دیکھ کر دامن جھاڑ کر ان کتابوں کی پابندی سے الگ ہوگئے۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ اس آرزو کا خون کرنے والے

---

[1] یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور وقتاً فوقتاً اشتہارات شائع ہوتے رہتے ہیں اور تقریروں میں بھی اہل حدیثوں کے خلاف زہر اگلا جاتا ہے حتی کہ حدیثوں کی بھی توہین کی جاتی ہے

بھی دیکھے گئے بجائے اس کے کہ وہ ان نامعقول مسائل کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کی طرف جھکتے انھوں نے چاہا کہ قرآن وحدیث کو ہی اس کی طرف جھکائیں، بھلا کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنی اس نامبارک کوشش میں کامیاب ہو جاتے میں نے اس کا جواب پھر بذریعہ اپنے اخبار دینا شروع کیا، گو یہ مذہبی اخبار ہے اور غالباً لوگ اسے باحتیاط رکھتے ہونگے لیکن تاہم ممکن ہے کوئی ایک آدھ پرچہ ادھر ادھر ہو جائے اس لئے مصلحت یہی معلوم ہوئی کہ اس مضمون کو کتابی صورت میں محفوظ کر لیا جائے جب کتابی صورت میں محفوظ کرنے لگا تو اس وقت خیال آیا کہ "فقہ حنفی" کا ایک صیقل شدہ آئینہ ہی کیوں اسے نہ بنادیا جائے تاکہ ہر شخص اسے دیکھ کر ایک صحیح نتیجہ پر پہونچ سکے، اور ان مسائل کی بد تہذیبی سے واقف ہو کر ان کتابوں کی بے جا وقعت اس کے دل سے نکل جائے اور وہ اپنے دل کو خدا کے رسول کی باتوں کی وقعت و محبت جمانے کے لئے خالی کر سکے، پس میں نے اس میں بہت کچھ اضافہ کیا جو اگر اس اصلی تحریر سے زیادہ نہیں تو کسی صورت میں کم بھی نہ ہوگا، الحمدللہ اب میں اسے آج آپ حضرات کے سامنے رکھتا ہوں، خدا سے دعا ہے کہ اس کے پڑھنے والے کی وہ اپنی طرف رہبری کرے اور مختلف لوگوں کے متضاد اقوال کی دلدل سے نکال کر اپنے اور اپنے نبی کے کلام پاک پر عمل کرنے کی اور انہی دو چیزوں کو اصول اسلام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، میں بزرگوں کو بزرگ ہی مانتا ہوں اور ان کی بزرگی کا معترف ہوں لیکن ساتھ ہی میرا ایمان ہے کہ فقہ کی یہ کتابیں غیر محفوظ ہیں ان میں رطب ویابس، کھرا کھوٹا، جھوٹ سچ، بھلا برا، صحیح غلط، حیا اور بے حیائی، ستھرائی اور گندگی، اچھائی اور برائی، نیکی اور بدی، ایمانداری اور حیلہ جوئی سب کچھ موجود ہے اور اس کا ثبوت بہترین طور سے مع حوالوں کے میں اپنی کتاب "درایت محمدی" میں

بیان کر چکا ہوں میں تو صاف طور پر کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ ایک وہ شخص جو خدا کے پاس سرخرو ہو کر جانا چاہتا ہو، اس پر جس طرح ایمان باللہ اور ایمان بالرسول ﷺ ضروری ہے اسی طرح ان کتابوں کو شریعت کا مجموعہ نہ جاننا اور اصول اسلام نہ سمجھنا اور قرآن و حدیث کے علاوہ تیسری چیز جاننا بھی ضروری ہے، ایک مسلمان پر اگر قرآن وحدیث پر عمل کرنا فرض ہے تو فقہ کے ان دفاتر پر آنکھیں بند کئے ہوئے عمل کرنا حرام بھی یقیناً ہے۔

کتبِ فقہ کے مسائل، ان کے دلائل

اور ان کا جواب

اب میں یہاں سے ان مسائل کو لکھتا ہوں، پھر ان مسائل کے جو دلائل حنفی علماء کرام کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں وہ اور ان کے جوابات بھی ساتھ ہی ساتھ آرہے ہیں، اہل انصاف سے توقع ہے کہ وہ اس تحریر پر غور فرمائیں گے اور نیک نتیجہ پر پہنچیں گے، گو میں اس سے پہلے حنفی مذہب کی فقہ کی چوٹی کی کتاب "ہدایہ" پر بھی ایک تنقیدی نظر ڈال چکا ہوں اور اس پر ہر ہر پہلو سے جرح کی ہے اور ایک مستقل رسالہ بہ نام "درایت محمدی" لکھ چکا ہوں لیکن پھر بھی چونکہ ہمارے دوست ان کتابوں کو احکام اسلام کا مجموعہ، قرآن وحدیث کا عطر اور ان کے مصنفین کو گویا معصوم اور بے خطا مانتے ہیں، لہذا ضرورت پڑی کہ ایک دوسری کتاب پر بھی ایسی ہی نظر ڈالی جائے اور ساتھ ہی فقہ کی اور کتابوں کا ذائقہ بھی چکھا دیا جائے، پس اب بغور سنئے۔

پہلا مسئلہ : در مختار مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی، ایجوکیشنل پریس کراچی) ج ا ص : ۱۳۱ / میں ہے "ولا عند وطی بھیمۃ بلا انزال" یعنی جانور کے ساتھ بد فعلی کرنے سے نہ تو غسل آتا ہے نہ وضو ٹوٹتا ہے جب تک انزال نہ ہو، اس مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے حنفی مذہب کے نامہ نگار اخبار "الفقیہ" اور "العدل" میں تسلیم کرتے ہیں کہ در مختار میں ہے مگر فرماتے ہیں کہ اس

کے بر خلاف کوئی حدیث نہیں" میں کہتا ہوں سچ ہے آپ کا حدیث سے انکار کرنا کچھ تعجب انگیز امر نہیں، اس لئے کہ آپ حضرات اس کوچہ سے ناواقف ہیں، سنئے (صحیح بخاری، صحیح مسلم ج ا ص: ۱۵۶/ میں ہے "وان لم ینزل" یعنی اگر چہ انزال نہ ہوا ہو تو بھی غسل واجب ہے، تعجب ہے کہ اپنی نکاحتا (منکوحہ) حلال بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو، تا ہم غسل واجب ہو، اللہ کے نبی ﷺ کے صریح الفاظ ہوں[1] اور آپ کے فقہا فرمائیں کہ جانور سے بدکاری کرے اور غسل واجب نہ ہو[2] بلکہ وضو بھی نہ ٹوٹے، بلکہ طحطاوی جلد اول ص: ۵۴ میں ہے "فلا یلزمه غسل الذکر ایضا" یعنی حنفی مذہب میں اس صورت میں عضو تناسل کا دھونا بھی لازم نہیں، اب فرمایئے کہ اس کے خلاف، دلیل حدیث صریح سے آپ کو مل گئی یا نہیں؟ نفس حدیث میں جو مسئلہ صراحتاً ہے حنفی مذہب اس میں بھی خلاف ہے،

چنانچہ فتح القدیر ج ۱ ص: ۵۴ (مطبع مکتبہ رشیدیہ) میں ہے "او جامع امرأته فی غیر الفرج او احتلم فلما انفصل اخذ ا حلیله حتی سکنت فارسل فخرج بلاشهوة یجب عندهما لاعنده" یعنی کسی نے اپنی بیوی سے فرج کے سوا اور جگہ مجامعت کی پھر انزال کے وقت سر: کر

---

[1] عن ابی هریرة رضی الله عنه ان نبی الله ﷺ قال اذا جلس بین شعبها الاربع ثم جهدها فقدوجب علیه الغسل وفی حدیث مطروان لم ینزل' (صحیح مسلم ج ا ص: ۱۵۶) عن ابی هریرةرضی الله عنه عن النبی ﷺ قال اذاجلس بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل (بخاری ج ا ص: ۴۳، باب اذا التقی الختانان)

[2] (مراقی الفلاح میں ہے "وطی بهیمة اوامرأة میتة من غیر انزال" یعنی جانور اور مردہ عورت سے وطی میں غسل واجب نہیں اگر انزال نہ ہو۔ (بحوالہ حاشیہ الطحاوی ص: ۵۵)

کو تھام لیا اور الگ ہو کر پھر منی نکال ڈالی، جبکہ سکون ہو گیا تھا، تو بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر غسل واجب نہیں، آپ کا یہ فرمان کہ "محل مرغوب نہیں" یہ خاصی فقہ ہے اگر اس خبیث کو جو یہ بدکاری کرتا ہے یہ محل مرغوب نہ ہوتا تو یہ انسانیت سوز فعل کیوں کرتا؟ اور اگر عقل سلیم کے نزدیک محل کا مرغوب ہونا آپ مراد لیتے ہیں تو اس میں دبرِ انسان بھی داخل نہیں، لیکن آپ کے فقہاء اس میں غسل کا حکم دیتے ہیں، پس آپ کا یہ کلیہ ٹوٹ گیا، اور سنئے آپ کے مذہب کی کتاب فتاویٰ ظہیریہ[1] میں ہے "ان كان منتشرا فعليه الغسل" یعنی اگر کسی شخص نے پیشاب کیا اور انتشار کی حالت میں اس کی منی نکل گئی تو اس پر غسل واجب ہے۔[2]

فرمائیے یہاں آپ کا وہ قاعدہ کہاں گیا کہ محل کا مرغوب ہونا شرط ہے اسی طرح اس آپ کے اختراعی قاعدے کے خلاف یہ مسئلہ بھی آپ کی مذہبی کتابوں میں موجود ہے کہ اگر کسی شخص نے سر ذکر کو کپڑا لپیٹ کر داخل کیا تو بھی اس پر غسل واجب نہیں اگر لذت جماع نہیں پائی، درمختار ج اص: ۳۱/میں ہے" اولج حشفته ملفوفة بخرقة ان وجد لذة الجماع وجب والالا" دیکھئے محل مرغوب موجود اور غسل مفقود، حضرت امام بخاریؒ کا نام بھی آپ نے لکھا ہے کہ وہ بھی صرف ختنہ گاہ کے مل جانے کو بلا انزال موجب غسل نہیں مانتے حالانکہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے باوجودیکہ امام بخاریؒ غسل کو احوط، اجود، اوکد مانتے ہیں[3]۔ یعنی احتیاط

١۔ بحوالہ فتح القدیر ج اص: ۳۵ مکتبہ رشیدیہ پاکستان

٢۔ فتاویٰ تتارخانیہ میں ہے "خرج منی بعدالبول وذکرہ منتشر لزمه الغسل" بحوالہ ردالمحتار ج اص: ۲۹۷ کتاب الطہارۃ

٣۔ (بخاری ج اص: ۴۳)

اچھائی عمدگی اور تاکید بہت زیادہ غسل کی ہے تو بھی آپ اور آپ کے فقہاء تو اس کے بھی قائل نہیں، وہ تو التقاء ختانین کو اس جگہ بلا انزال بھی موجب غسل مانتے ہیں۔[1]

حنفی دوستو! تم ہی ایمان سے کہو کہ کسی مسجد کا امام اگر کسی جانور کے ساتھ منہ کالا کرے اور بلا وضو اور بلا غسل بلکہ عضو مخصوص کو بھی دھوئے بغیر امامت کرانے کو آجائے اور مصلے پر کھڑا ہو جائے تو برا تو نہ معلوم ہوگا، ہاں یہ بھی خیال میں رہے کہ حنفی مذہب میں جانور کا منہ اور اس کی شرمگاہ ایک جیسی ہی ہے چنانچہ در مختار کی شرح رد المحتار ج ۱ ص : ۳۰۵ میں ہے "فرج البهيمة كفيها" یعنی چوپایوں کی فرج مثل ان کے منہ کے ہے کیوں نہ ہو اجتہادی پرواز، ہوائی جہاز کی پرواز سے بھی تیز ہوتی ہے شرمگاہ اور منہ میں فرق نہ کرنا یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے فقہ کی پرواز کا، اسی پرواز نے انہیں یہاں تک اونچا اڑایا ہے کہ اسی کتاب در مختار ج ۱ ص : ۲۱/ میں ہے "ولا مضطجعا فانه يورث كبر الطحال" یعنی لیٹے لیٹے مسواک نہ کرے اس سے تلی بڑھ جاتی ہے (طب کی کسی اینٹ البحر میں ہوگا) "ولا يقبضه فانه يورث الباسور" اپنے ہاتھ سے مسواک کو پکڑے بھی نہیں اس سے بواسیر ہو جاتی ہے (یہ بھی طب کی کسی فوق البھڑک کتاب میں ہوگا)"ولا يمصه فانه يورث العمى" مسواک کو چوسے بھی نہیں اس سے اندھا ہو جاتا ہے (یہ طبِ فقہ کا خاص مسئلہ ہے)"ثم يغسله

---

[1] بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۵۴

والا فیستاك الشیطان به" پھر دھوڈالے ورنہ اس سے شیطان مسواک کرنے لگتا ہے (یہ شیطان بھی کوئی حنفی المذہب ہوگا؟)" ولایزاد علی الشبر والافالشیطان یرکب علیه "اور بالشت بھر سے زیادہ لمبی مسواک نہ رکھے ورنہ اس پر شیطان سواری کرتا ہے (ہوگا کوئی بالشتیا شیطان)" ولایضعه بل ینصبه والافخطر الجنون "اور اسے رکھ نہ دے بلکہ گاڑ دے ورنہ پاگل ہوجائے گا[1] (خدا جانے پھر اسے حنفی مذہب کے کس پاگل خانہ میں رکھا جائے گا)

ناظرین کرام! واللہ خود آپ کو ان مسائل کے سننے سے بھی گھن آئے گی۔ آپ تعجب سے سنیں گے کہ اتنا ہی نہیں کہ جانور کے ساتھ بدکاری کے بعد بھی پاکیزگی قائم ہی رہی بلکہ اندھیر تو یہ ہے کہ غایت الاوطار ص: ۱۵۰ جلد اول میں ہے کہ امام ابویوسف کے نزدیک حلال جانور کے پیشاب سے دوسری نجاست کو دھویا جائے تو وہ بھی پاک ہوجائے گی، اور اسی کتاب در مختار ج ۱ ص: ۵۶ میں ہے کہ "یطهر لبن وعسل و دبس ودهن بغلیٰ ثلثا ......وتبرید ثلثا" یعنی دودھ شہد تیل وغیرہ میں اگر ناپاکی مل گئی ہو (مثلاً پیشاب پاخانہ وغیرہ پڑ گیا ہو) تو اس کی پاکیزگی کی صورت یہ ہے کہ تین مرتبہ اسے جوش دے لیا جائے اور ٹھنڈا کر لیا جائے، اور اسی صفحہ میں ہے لکھتے ہیں "لوعجن خبز بخمر صب فیه خل حتی یذهب اثره فیطهر" یعنی اگر روٹی کا آٹا گوندھنے میں شراب ملائی گئی پھر اتنا سرکہ ڈال دیا کہ اثر جاتا رہا تو وہ بھی پاک صاف ہوگئی۔

---

[1] ملاحظہ ہو در مختار ج ۱ ص: ۲۱

ھدایہ ج ا ص : ۱۳۱، مکتبہ تھانوی دیوبند میں ہے "شہوت کے ساتھ منی نکل کر اپنی جگہ سے نہ بڑھے تو غسل فرض نہیں" "انفصاله عن مکانه علی وجه الشهوة"

دوسرا مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۵ / میں ہے "او میتة...... بلا انزال" یعنی اسی طرح مردہ عورت کے ساتھ بد فعلی کرنے سے بھی نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ غسل لازم ہوتا ہے جب تک انزال نہ، اس مسئلے کے جواب میں بھی حنفی مولوی صاحب وہی لکھتے ہیں جو پہلے مسئلے کے جواب میں تحریر فرما آئے ہیں اور ہمارا جواب بھی وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

ہاں جناب نے جو یہ لکھا ہے کہ سبب کامل نہیں اس لئے غسل فرض نہیں" اور سبب کامل آپ کے نزدیک سر ذکر کا محل مرغوب میں چھپ جانا ہے

میں کہتا ہوں یہ بھی آپ اپنے فقہاء کا خلاف کرتے ہیں آپ کا یہ قاعدہ بھی آپ کے فقہاء کے خلاف ہے دیکھئے در مختار کی شرح رد المحتار ج ا ص : ۳۰۵ میں ہے "وجوب الغسل فی القبل" یعنی اگر کوئی عورت اپنی شرمگاہ میں لکڑی ڈالے تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا مختار مذہب یہی ہے، کہئے یہاں سر ذکر نہیں اور وجوبِ غسل ہے، نہ حقیقتاً منی نکلی ہے، نہ حکماً، پھر بھی غسل کے وجوب کے ذرپے آپ کے فقہاء ہیں اور ہاں یہ بھی فرما دیا جائے کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ پانی پانی سے ہے، کہیں شامی صاحب کا یہ حکم آپ کے اس فرمان کے خلاف تو نہیں۔

حنفی دوستو ! کہو، کوئی ملا ایک مردہ عورت کے ساتھ منہ

کالا کرے اور بے غسل نماز کو کھڑا ہو جائے بلکہ وضو کرے نہ اپنے عضو کو دھوئے تو آپ کو گھن تو نہیں آئے گی؟ اس مسئلہ کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے آپ شرمائیں گے تو نہیں؟ نامہ نگار کا "میتة" کا ترجمہ غایت الاوطار سے مردہ جانور نقل کرنا اور مردہ عورت سے انکار کرنا بتا رہا ہے کہ آپ صرف عربی کتابوں سے کام نہیں چلا سکتے۔

بندۂ خدا سنو! اسی در مختار ج ا ص : ۳۱ میں ہے "آدمی حی" کے بعد لکھا ہے "سیجئی محترزه" یعنی یہاں انسان کے ساتھ زندہ کی قید اس لئے ہے کہ مردہ انسان کا حکم آگے آتا ہے اب لفظ میتة سے مردہ کا حکم بیان کیا تو مردہ آدمی ہوا نہ کہ مردہ جانور، فتح القدیر شرح ہدایہ ج ا ص : ۵۶ میں صاف لفظ موجود ہیں" والمیتة الآدمیة "یعنی انسان کے مردے کا یہ حکم ہے اور مراقی الفلاح مصری ج ا ص : ۵۹، میں "اوامرأة میتة من غیر انزال[1]" موجود ہے یعنی مردہ عورت نہ کہ مردہ جانور، پس ثابت ہوا کہ حنفی المذہب آدمی اگر کسی مری ہوئی عورت سے صحبت کرے اور انزال نہ ہو تو وہ بے نہائے اور بے وضو کئے بلکہ بے ذکر دھوئے نماز پڑھ سکتا ہے، بلکہ پڑھا بھی سکتا ہے ، بلکہ اسی کتاب در مختار ج ا ص : ۳۱ میں ہے "فانه لاغسل علیه بایلاجه فی قبل اودبر ولاعلیٰ من جامعه الابالانزال" یعنی خنثی بمشکل اپنے ذکر کو اپنی دبر میں داخل کرے یا فرج میں، تو اس پر غسل نہیں جب تک کہ انزال نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی اس سے جماع کرے اس پر بھی بغیر انزال غسل نہیں۔[2]

۱؎ بحوالہ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۵۵

۲؎ اور کشف الاستار ص ۳۱ میں ہے "کہ اگر اس کے قبل میں جماع کرے تو بلا انزال غسل نہیں اور اگر دبر میں کرے تو دونوں پر غسل ہے"

تیسرا مسئلہ :درمختار ج اص : ۳۲ میں ہے"او صغيرة غير مشتهاة "یعنی اسی طرح نابالغ غیر خواہش مند لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے نہ وضو جائے نہ غسل آئے جب تک انزال نہ ہو، اس مسئلہ کی نسبت جناب مولوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ زنا اس میں زیادہ کیا گیا ہے یہ بہتان ہے، سنئے جناب درمختار ج اص :۳۱، ۳۲ میں ہے" ولا عند وطی بهيمة اوميتة اوصغيرة غيرمشتهاة بان تصير مفضاة بالوطى وان غابت الحشفة ولاينتقض الوضوء فلايلزم الا غسل الذكر" یعنی غسل واجب نہیں ہوتا جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے سے، اور مردے کے ساتھ کرنے سے اور نابالغ غیر مشتہاۃ لڑکی کے ساتھ کرنے سے، وطی کالفظ خود درمختار کی عبارت میں موجود ہے جس کے صاف معنی جماع کرنے کے ہیں، اور جس طرح جانور میں کوئی قید نہیں کہ اس کا اپنا ہو یا پرایا دونوں کے لئے یہی حکم ہے اسی طرح "میتة" یعنی مردے کے لئے بھی کوئی قید نہیں گھر کا ہو یا باہر کا، اسی طرح صغیرۃ کے لئے بھی کوئی قید نہیں بیوی ہو یا غیر، ایک لفظ وطی کے ماتحت یہ تینوں ہیں، پھر جانور اور مردے پر بدفعلی کالفظ سن کر چپ رہنا، اور نابالغ لڑکی پر زنا کے لفظ کو جو اسی بدفعلی کے معنی میں ہے سن کر غل مچادینا یہ نرالڑکپن نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ فرماتے ہیں "اپنی بیوی نہیں ہوسکتی"؟ کیوں؟ جناب میں پوچھتا ہوں اپنی بیوی کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی؟ پہلے کے دو مسئلوں کو تو آپ نے مان لیا تیسرے کی نسبت آپکو گفتگو باقی ہے،

سنو حنفی بھائیو! میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ دنیا کے حنفیوں

میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو اس لفظ کا بیاہتا بیوی کے ساتھ مخصوص ہونا ثابت کر سکے۔ تعجب ہے کہ "صغیرۃ" کا معنیٰ کرتے ہیں "اپنی نابالغ بیوی" دنیا کے کسی لغت میں نہیں دکھا سکتے ہو؟ کیوں جناب کیا اصل کتاب یعنی در مختار ج۱ص : ۳۲ "وان غابت الحشفة" آپ کی نظر سے نہیں گذرا؟ نابالغ لڑکی سے...... کرتا ہے اور یہاں تک کہ سر...... بھی غائب ہو جاتا ہے لیکن فتوی وہی ہے جو آپ کو کڑوا لگتا ہے، بلکہ یہاں تک ظلم ہے کہ ردالمحتار ج۶ ص : ۴۵ میں ہے "وان افضاها وهی صغیرة" یعنی اگر چھوٹی بچی سے حرام کاری کی یہاں تک کہ اس کے پیشاب پاخانہ کا راستہ ایک ہو گیا تو بھی اس پر حد نہیں، غرض فقہاء حنفیہ کے نزدیک تو مطلع صاف ہے کہ کسی چھوٹی لڑکی کے ساتھ کوئی منہ کالا کرے، کسی جانور کے ساتھ بدکاری کرے، کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرے تو جب تک انزال نہ ہو اس پر غسل نہیں آتا بلکہ وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ عالمگیری ج۱ص : ۸ میں ہے "کہ مباشرت فاحشہ سے بھی امام محمد کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا[1]، میاں بیوی ننگے ہو کر انتشار کی حالت میں شرمگاہیں ملائیں تو بھی حنفی المذہب شخص کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

پھر صاحبِ کتاب لکھتے ہیں قیاس بھی یہی چاہتا ہے صحیح بھی یہی ہے اور فتوی بھی اسی پر ہے۔

حنفی بھائیو ! سنو اور ایمانی فیصلہ دو کہ کیا یہ باتیں حیاسوز، شرم شکن

---

[1] اذا باشر امراته مباشرة فاحشة بتجرد وانتشار وملاقاة الفرج بالفرج ففيه الوضوء في قول ابي حنيفة وابي يوسف استحسانا وقال محمد لاوضوء عليه۔

خلاف قرآن وحدیث نہیں ؟ کہ ایک شخص وضو کرکے اگر جانور کے ساتھ ، مردہ عورت کے ساتھ ، نابالغ بچی کے ساتھ بد فعلی کرے تو نہ اس کا وضو ٹوٹا نہ اس پر غسل واجب ہوا ، نہ اسے اپنی شرمگاہ کا دھونا ضروری ہے ، وہ شوق سے آئے اور حنفی مصلے پر کھڑا ہو کر بے جھجک نماز پڑھادے ، اچھا لو ہے کا وضو ہے ، اور مزے کی بات سنئے فقہ حنفی کی معتبر کتاب مراقی الفلاح مصری ج ا ص : ۵۳ میں ہے کہ اسی طرح اگر عورت بھی کسی جانور سے صحبت کرائے یا مردے سے ، تو اس پر بھی اس صورت میں نہ غسل واجب ہے نہ وضو ، نہ اپنی شرمگاہ کا دھونا۔[1]

ہاں جناب الفقیہ صاحب اور العدل صاحب ذرا یہ مسئلہ تو بتایئے کہ بقول آپ کے اپنی نابالغ بیوی کے ساتھ اگر کوئی یہ حرکت کرے تو اس پر نہ غسل آئے نہ وضو جائے ، لیکن اگر اجنبیہ عورت کے ساتھ کرے تو دلدادگانِ فقہ شیفتگانِ قیاس مقلدان رائے ، حامیانِ غیر نبی مفتیانِ مذہب حنفی کا کیا فتوی ہے ؟

ناظرین کرام ! اب ایک لطیفہ سنئے اگر اہل حدیث در مختار کے مسئلہ کو نہ مانیں تو یہ حضرات ٹھیکیدار ان تقلید گلا پھاڑ پھاڑ کر اسے غیر مقلد غیر مقلد کہنے لگیں ، لیکن یہ دلدادگانِ فقہ اگر در مختار کے مسئلہ کو پیروں تلے روندیں تو خاصے مقلد رہیں چنانچہ اسی مسئلہ کی نسبت حنفی مولوی صاحب نے لکھا ہے " اگر ایلاج ممکن ہو تو غسل واجب ہے " حالانکہ در مختار ج ا ص : ۳۲ میں ہے کہ حشفہ کے داخل ہو جانے یعنی ایلاج ممکن بلکہ واقع ہو جانے کے

---

[1] بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۵۳

بعد بھی غسل واجب نہیں بلکہ وضو بھی نہیں، ہاں یہ خیال رہے کہ میں نے در مختار کا مسئلہ لکھا ہے نہ کہ مراقی اور بحر کا، جناب نے مراقی الفلاح کا حوالہ تو دیدیا لیکن افسوس کہ اس کی شرح پر نظر نہ ڈالی جہاں لکھا ہے۔ "لا یجب مطلقا" یعنی اس صورت میں مطلق غسل واجب نہیں، اور مراقی الفلاح کے ص: ۵۷ میں ہے" وذکر صبی لایشتھی[۱] " یعنی ایک بالغہ عورت غیر خواہش مند بچے کے ساتھ مجامعت کرے تو گرچہ اس کے عضو مخصوص کا سر چھپ جائے تاہم اس لڑکے پر غسل نہیں اور عالمگیری ص: میں ہے کہ مجامعت کے قابل لڑکی سے جماع کیا جائے تو بھی اس لڑکی پر غسل نہیں اگر وہ نابالغہ ہو۔

واللہ العظیم میرا خیال تو یہ تھا کہ یہ لوگ ایسی باتیں اپنی کتابوں میں دیکھ کر شرمائیں گے اور ندامت کے ساتھ ان سے رجوع کریں گے اور ان کتابوں کو خیر باد کہہ کر رسول خدا ﷺ کی صحیح سنتوں کے عامل بن جائیں گے، لیکن خلاف امید مجھے ایسی ہستیاں بھی نظر آئیں جو اس تہذیب ومتانت کے زمانے میں، اس انسانیت اور عقل و ہوش کی ترقی کے دور میں بھی تقلیدی ظلمت کی تیرہ و تار اور بے نور غاروں سے سر نکالنا نہیں چاہتیں، وہ اب تک وہی رٹ رہے ہیں جو بڑوں نے رٹایا تھا جو "بل نتبع ما الفینا علیه اباء نا" کے صحیح مصداق ہیں،

---

[۱] بحوالہ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۳

اے میرے مہذب حنفی بھائیو! خدارا غور کرو کیا تمہارا دل چاہتا ہے کہ اس گھناؤنی تعلیم کو قبول کرو؟ کیوں تم اس کے پیچھے پڑ گئے کیوں تم نہیں کہہ دیتے کہ بزرگ بزرگ ہی ہیں کچھ نبی نہیں، نبی غلطی سے معصوم ہوتا ہے نہ کہ غیر نبی بھی، ہم گو ان کی بزرگی کو تسلیم کرلیں لیکن ان کی ان واہی باتوں کو خلاف شرع سمجھ کر چھوڑنا ضروری جانتے ہیں، آپ حضرات کو تو اس شخص کا شکر گزار ہونا چاہئے جو آپ کو اس خاردار جنگل کے چبھتے ہوئے کانٹوں سے بچانے کی کوشش کرے، نہ کہ اسی پر خفا ہو رہے ہو اور مذاق واستہزاء کرتے ہو۔

چوتھا مسئلہ: در مختار ج ا ص: ۳۲/ میں ہے "رطوبة الفرج طاهرة عنده" یعنی امام صاحب کے نزدیک عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے[1]، اس مسئلہ کی نسبت بھی معترض صاحب ہم سے دلیل مانگتے ہیں کہ اس کے ناپاک ہونے کی کیا دلیل ہے؟ فی الواقع یہ لوگ حدیث میں یتیم ہوتے ہیں، سنئے جناب! صحیح مسلم شریف ج ا ص: ۱۵۵ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "یغسل مااصابه من المرأة[2]" یعنی عورت کی شرمگاہ کی جو رطوبت لگی ہو اسے دھوڈلے، صحیح بخاری میں بھی یہی ہے یہ حدیث اس امر کی روشن دلیل ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت ناپاک

---

[1] اور اسی در مختار ص: ۵۴ باب الانجاس میں ہے" اما عنده فهى طاهرة كسائر رطوبات البدن۔ اور حاشیۃ الطحاوی ص: ۴۴ میں ہے "رطوبة الفرج طاهرة عند ابی حنیفة ای فلایلزمه غسل الذکر ایضاً

[2] عن ابی بن کعب قال سالت رسول الله عن الرجل یصیب من المرأة ثم یکسل قال یغسل مااصابه من المرأة (صحیح مسلم ج ا ص: ۱۵۵)

ہے[1]، تبھی تو حضور ﷺ اس کے دھونے کا حکم دے رہے ہیں، اس حدیث کو پیش نظر رکھ کر پھر حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو سامنے رکھئے تاکہ حیااور بے حیائی میں تمیز ہو جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال رہے کہ اسی کتاب کی شرح ردالمحتار ج ۱ ص: ۵۶۴ / میں لکھا ہے "رطوبة الولد عند الولادة طاهرة وكذا السخلةخرجت من امها وكذاالبيضة فلايتنجس بها الثوب ولاالماء اذا وقعت فيه" یعنی بچے پر اس کے پیدا ہونے کے وقت جو رطوبت لگی ہوئی ہوتی ہے اور چوپائے جانوروں کے بچوں کی پیدائش کے وقت ان پر جو رطوبت لگی ہوئی ہوتی ہے اور اسی طرح جب کہ مرغی تازہ تازہ انڈا دے اس پر جو رطوبت ہوتی ہے یہ سب پاک ہے یہ رطوبت اگر کپڑے کو لگ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا اگر یہ پانی میں گرے تو وہ پانی بھی ناپاک نہیں ہوتا" یعنی یہ رطوبت (تری) جس پانی میں پڑی ہو اسے پی لینا اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ کر لینا سب جائز و درست ہے، بلکہ فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۱ ص: ۱۸۶ / میں ہے "اومرقة" یعنی اگر وہ شوربے میں بھی پڑ جائے تو وہ بھی نجس نہیں[2]۔ خوب کھاؤ پیو، اور مراقی الفلاح ج ۱ ص: ۲۴ میں ہے "رطوبة الفرج ليست بنجس[3]" یعنی فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے بلکہ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے "بول الفارة

۱- اخبرنی ابی بن كعب قال يارسول الله اذا جامع الرجل المرأة فلم ينزل قال يغسل ما مس المرأة ثم يتوضأ ويصلي (بخاری ج ۱ ص: ۴۳)

۲- عبارت اس طرح ہے "ولوسقط بيضة من الدجاجة اوسخلة من امها فى ماء اومرقة لاينجس "(فتح القدیر ج ۱ ص: ۸۶)

۳- شامی ج ۱ ص: ۳۰۵ میں ہے "فرطوبته كرطوبة الفم والانف والعرق الخارج من البدن" اور اسی کتاب کے ج ۱ ص: ۵۱۵ میں ہے "رطوبة الفرج ليست بنجس فى الاصح وهى ماء ابيض مترددبين المذى والعرق يخرج من باطن الفرج الذى لايجب غسله "

طاھرۃ" یعنی چوہے کا پیشاب بھی پاک ہے [۱]

حنفی دوستو! آپ میں سے جسے اس نشہ نے مدہوش نہ کر دیا ہو اس سے میرا سوال ہے کہ اسلام تو پاکیزگیوں اور طہارتوں کا مجموعہ ہے، تو مسلم تو کہاں؟ ایک صحیح دل ودماغ رکھنے والا معمولی انسان بھی اس گندگی اور گھناؤنی چیز کو پاک صاف اور طیب وطاہر مان سکتا ہے؟ کیا ایک وہ شخص جس کے بدن یا کپڑے پر یہ رطوبت لگی ہوئی ہو یا اس پانی سے وہ غسل یا وضو کئے ہو جس میں یہ پلید چیزیں پڑی ہوئی ہوں اور وہ آپ کو اسی طرح نماز پڑھادے تو کیا آپ کو یہ اچھا معلوم ہوگا؟ کیا ان مسائل کا اعلان کرتے ہوئے آپ کو شرم وغیرت تو معلوم نہ ہوگی پھر اگر میں نے ان مسائل کو حیاسوز، شرم شکن لکھا تو مجھ پر کیوں بگڑتے ہو؟ کیوں ان کتابوں سے دست بردار نہیں ہو جاتے؟ کیوں غلاموں کے غلام بنے ہوئے ہو؟ اتنا ہی نہیں بلکہ ہدایہ کی شرح للجونپوری میں ہے "ان منیھا طاھرۃ" یعنی تمام جانوروں کی منی خواہ وہ حلال ہوں خواہ حرام پاک ہے، یہ تو تھے پاک پانی، ناپاک پانی کون سا ہے؟ "قال ابوحنیفۃ وابویوسف ھو نجس [۲]" جس پانی سے وضو کیا گیا اور پھر کچھ اس میں بچ رہا یا اعضاء وضو سے ٹپکا وہ ناپاک ہے، معترض صاحب نے در مختار کی حمایت میں چار نام اور گنوادیئے ہیں اور پھر اہل حدیث کو الزام دیا ہے کہ یہ حضرات بھی اسے پاک کہتے ہیں،

---

[۱] بحوالہ رد المحتار ج ا ص: ۵۵ (مطبوعہ زکریا بک ڈپو دیوبند یوپی سہارن پور انڈیا)

[۲] الماء المستعمل فنجس نجاسۃ غلیظۃ عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف نجاسۃ خفیفۃ وعند محمد طاھر غیر طھور" (منیۃ المصلی ص: ۶۵)

مجھے تو ان حضرات کی دیانت داری پر رہ رہ کر تعجب آتا ہے کہ کیا انہیں معلوم نہیں کہ جماعت اہل حدیث کے نزدیک سوائے کلام اللہ اور کلام الرسول کے تیسرے کا کلام حجت شرعی نہیں ؟ پھر تم کیوں انہیں اوروں کے کلام سے الزام دے کر مجرمانہ خیانت کرتے ہو؟ امام نوویؒ کی جو عبارت معترض صاحب نے اپنے موافق دیکھی تو اسے لے اڑے اور جو خلاف دیکھی اسے چھوا بھی نہیں، کیوں جناب کیا اسی حدیث کے ماتحت جسے میں نے نقل کیا ہے امام صاحب موصوف نے یہ نہیں لکھا ؟ کہ "فيه دليل علىٰ نجاسة رطوبة فرج المرأة[1]" یعنی یہ حدیث دلیل ہے اس امر پر کہ شرمگاہ کی رطوبت ناپاک ہے۔ اور جناب رطوبت ہی کو پاک کہہ کر آپ کے فقہاء خاموش نہیں ہوگئے اسی درمختار ج ۱ ص: ۵۴ ہے "بول الخفاش وخروه فطاهر" یعنی چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ پاک ہے اور طحطاوی مصری ج ۱ ص: ۸۹ میں[2] بلی کے پیشاب کو بھی جو وہ کپڑے پر کردے پاک مانا ہے۔[3]

کھو حنفی دوستو! حنفی بن کر ان پاک چیزوں کے استعمال کو پسند کرتے ہو یا محمدی بن کر تمام خبیث اور گندی چیزوں سے دست برداری کو چاہتے ہو؟

پانچواں مسئلہ : درمختار ج ۱ ص: ۳۲ / میں ہے "ولوا تىٰ عذرآء

---

[1] دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص: ۱۵۵

[2] بحوالہ فتاوی قاضی خان ج ۱ ص: ۱۰

[3] اور اشباہ میں ہے کہ بلی کا پیشاب پانی کے برتن کے علاوہ میں معاف ہے (درمختار ج ۱ ص: ۵۵) اور شامی ج ۱ ص: ۲۲ ۵ میں ہے "لكن الضرورة متحققة فى بول الهرة فى غير المائعات كالثياب"

ولم یزل عذرتها" یعنی اگر کسی عورت کے پاس جائے اور اس کا بکر زائل نہ ہو تو اس پر بھی غسل نہیں" اس مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے بھی مجیب صاحب ہم سے ہی دلیل طلب کرتے ہیں، جواباً گذارش ہے کہ سنئے! صحیح بخاری ج ا ص: ۴۳، صحیح مسلم ج ا ص: ۱۵۶، میں ہے" اذا جلس احدکم بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل[1]" یعنی تم میں سے کوئی جب عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر کوشش کرے تو اس پر غسل واجب ہو گیا، پس اس حدیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ مباشرت کرتے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے، دخول موجب غسل ہے ازالت بکر شرطِ غسل نہیں، پھر آپ اپنے نبی کی مخالفت اور اپنے فقہاء کی موافقت کیوں کریں؟ آپ کا اور آپ کے بڑوں کا یہ حیلہ کہ بکر کا زائل نہ ہونا ختنہ گاہوں کے نہ ملنے کی دلیل ہے، یہ محض بے سود ہے اس لئے کہ اسی صفحہ میں اسی کتاب میں اس کے ساتھ ہی لکھتے ہیں" الا اذا حبلت " یعنی مگر اس وقت کہ وہ کنواری حاملہ ہو جائے، کیوں جناب ختنہ گاہ تو ملتے ہی نہیں اور حاملہ بھی ہو گئی؟ بلکہ شامی ج ا ص: ۳۰۶، میں ہے" وکذا یلزمه " یعنی اس صورت میں مرد پر غسل ہے، تعجب ہے کہ ختنہ گاہ کا نہ ملنا بھی مانا جاتا ہے اور بو جھل ہونا بھی تسلیم کیا جاتا ہے، کیا کوئی حنفی صاحب اس معمہ کو حل کر سکتے ہیں؟

اور سنئے عالم گیری جلد اول ص: ۱۰ میں ہے" ولوکان الرجل بالغا والمرأة صغیرة یجامع مثلها فعلی الرجل الغسل ولاعلیها " یعنی ایک بالغ مرد اتنی عمر والی لڑکی سے جماع کرے جو مجامعت کے قابل

ہو تو بھی اس عورت پر غسل نہیں، یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ وہ عورت مجامعت کے قابل ہے لیکن آپ کے فقہاء پھر بھی اس پر غسل نہیں مانتے،

ہاں اے عقلمند حنفیو! بتلاؤ کیا شرم وحیا، دین ودیانت، انسانیت وشرافت، پاکیزگی ولطافت کا اقتضا یہی ہے کہ باکرہ کے ساتھ کرے اور نہ نہائے؟ ایسی عورت سے جو جماع کے قابل ہو کرے اور پھر اس پر غسل نہ آئے؟

چھٹا مسئلہ: در مختار ج ا ص: ۳۸ / میں ہے" ولودبغ طهر" یعنی انسان کی کھال کو بھی اگر دباغت دی جائے تو پاک ہو جاتی ہے، دنیا کے لوگو! سنتے ہو؟ فقہ حنفی کی کتابوں میں بھی ہے، حنفی علماء مانتے بھی ہیں اخبارات میں مضامین لکھے جا رہے ہیں کہ اگر انسان کی کھال کو بھی دباغت دے لی جائے تو پاک ہو جاتی ہے، انسانیت تو ایک طرف یہاں تو انسان کی بھی خیریت نظر نہیں آتی، انہیں چیزوں نے انہیں اس قدر سخت دل، بے باک، بے ادب، اور گستاخ بنادیا ہے کہ نامہ نگار الفقیہ یعنی ہماری کتاب "در محمدی" کا مجیب اچھے اچھے بزرگوں کی جناب میں بھی بد تمیزی کرنے سے نہیں رکتا، ان بزرگانِ دین کا احترام تو کہاں؟ ان کا نام بھی بازاری لوگوں کی طرح لیتا ہے، امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں کی نسبت تو تکار کرتا ہے۔

حنفیوں کے دو اخبار[1] اس وقت نکل رہے ہیں جو مذہبی تقدس کے پیرایہ میں دراصل مغلظات کا دفتر، گالیوں کی پڑیا اور بدکلامی کی اونچی دو کانیں ہیں،

---

[1] جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اس وقت احناف کے دو اخبار الفقیہ اور العدل نکل رہے تھے اور اس میں اہل حدیث علماء کو گالی دی جاتی تھی، انہی دو اخبار کی جانب اشارہ ہے

ان بد کلام بے لگام اخباروں نے کچھ دنوں سے اہل حدیث جماعت کو علاوہ اور گالیاں دینے کے تبرائی فرقہ لکھنا شروع کیا ہے، میرا ارادہ ہے کہ دنیا پر ظاہر کر دوں کہ اس ناپاک وطیرہ میں، اس بدترین طریقہ میں کون پیش پیش ہے، اس مضمون سے جہاں آپ کو اس تبرائی پارٹی کی نسبت صحیح رائے قائم کرنے کا موقعہ ملے گا وہیں آپ یہ بھی معلوم کر لیں گے کہ ان کا یہ شیوہ قدیمی ہے ان کے[1] بزرگوں اور ان کے بڑوں نے جب ہمارے بزرگوں کو بھی گالیاں دینے میں پس وپیش نہیں کیا تو یہ خود ہمیں برا بھلا کہنے میں کیا تامل کریں گے؟ ساتھ ہی حنفی مذہب کی یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو جائے گی کہ وہ قیاس کے مقابلہ میں حدیث رسول کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔

حنفی مذہب کا دارومدار زیادہ تر قیاس پر ہے اس لئے جب تک کہ قرآن وحدیث کو دور نہ ڈال دیا جائے حنفیت کی بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی، اس لئے حنفی مذہب کے بزرگوں نے عجیب عجیب پردہ داریوں اور لہریا چالوں سے قرآن وحدیث کو پس پشت ڈالنے کی پوشیدہ ترکیبیں کی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس حدیث رسول ﷺ کا راوی غیر فقیہ ہو اور وہ حدیث رسول ﷺ امام ابو حنیفہؒ کے قیاس کے خلاف ہو اسے نہ مانا جائے اور اس صورت میں قیاس امام پر عمل کیا جائے، حدیث رسول ﷺ پر نہ کیا جائے۔ چنانچہ حنفی مذہب کی اصول فقہ کی کتاب اصول الشاشی ص: ۷۵ مطبوعہ ایمن کمپنی دہلی میں ہے "وان خالفه كان بالقياس اولى" یعنی وہ حدیث رسول جس کے راوی صحابی ہوں

---

[1] دیوبندی حجۃ الملت والدین حضرت مولانا شبلی نعمانی کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندوی یوں رقمطراز ہیں "مشاعروں کے علاوہ ان کا سب سے بڑا مشغلہ اس زمانہ میں غیر مقلدین کی تردید بلکہ تعذیب تھی فرماتے تھے کہ "انسان عیسائی ہو سکتا ہے لیکن غیر مقلد نہیں ہو سکتا۔ لیکن عجائب روزگار دیکھو کہ تعصب کا دریائے جوش بے تعصبی کے کس نشان تک اتر آیا۔ اس زمانہ میں غیر مقلدین کی تردید میں اردو، فارسی، اور عربی میں کئی رسالے لکھے۔ (یادرفتگاں ص: ۲۴، طبع دوم ۱۹۸۶ء)

لیکن وہ فقیہ نہ ہوں اور مضمون حدیث قیاس امام کے خلاف ہو تو اس صورت میں اولٰی یہ ہے کہ عمل قیاس پر کیا جائے حدیث پر نہ کیا جائے، اسی کتاب کے ص: ۷۵ میں ہے "کأبی هريرة وانس ابن مالك" یعنی ابوہریرہ اور انس بن مالک دونوں غیر مجتہد، غیر مفتی اور غیر فقیہ تھے، بین السطور میں حضرت عقبہ بن عامر اور آس پاس کے دیہات کے تمام صحابیوں کو بھی غیر فقیہ لکھا ہے،

ناظرین! دیکھا آپ نے صحابہؓ تک کو گالیاں دینے سے یہ لوگ نہیں چوکتے، آیئے دیکھئے انہیں بیوقوف اور بے سمجھ کہہ رہے ہیں، کیا یہ چھوٹا رفض نہیں؟ اور کیا یہ چکڑالوی پن کی ابتدا نہیں؟

نورالانوار مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند ص: ۱۸۳/ میں ہے "دون فقه کانس وابی هريرة" یعنی انس اور ابوہریرہ فقیہ نہ تھے[1]، یہ ہے صحابہ کی حقارت اور صحابہ کرام پر طعن و تشنیع، کیوں جی! نورالانوار کا مصنف اصول الشاشی کا مصنف فقیہ ہو، اور رسول اللہ ﷺ کے شاگرد آپ کے جان نثار خادم غیر فقیہ ہوں؟ یہ ہے اس تبرائی پارٹی کی تبرا بازی، اس کی بدزبانی بدکلامی، بے لگامی، دشنام دہی اور بدگوئی سے رسول اللہ ﷺ کے حاشیہ نشین خدام بھی محفوظ نہ رہ سکے۔ تو اے اھل حدیثو! تم چیز ہی کیا ہو، پھر نورالانوار والے کی فقاہت ملاحظہ ہو، لکھا ہے "لو عمل بالحديث لانسد باب الرأی" اگر حدیث پر عمل کیا جائے تو رائے قیاس کا دروازہ ہی بند ہو جائے، یہ ہے ان کے دل میں حدیث کی عظمت اور یہ ہے قیاس کی وقعت، صاف لکھ دیا کہ اگر حدیث ہی پر عمل کر لیا جائے اور حدیث ہی کو عمل کے لئے کافی سمجھا جائے تو پھر رائے قیاس کی ضرورت ہی کیا رہ جائے؟ پھر

---

[1] نورالانوار کے اسی صفحہ میں اس کے آگے ہے "ان وافق حديثه القياس عمل به"

رائے قیاس کا دروازہ بند ہو جائے[1] اور جب رائے قیاس ہی جاتا رہا اور نہ رہا تو اماموں کی تقلید کس امر میں رہ جائے گی؟ اور اس کا ثابت رکھنا ضروری ہے تو حدیث کا گلا گھونٹنا بھی ضروری ہے اس لئے اس کے پاسبان صحابہ کی حقارت اور کسر شان بھی ضروری ہے پس حدیث کو نا قابلِ عمل بتایا، صحابہ کو بیوقوف، بے سمجھ کہا اور رائے قیاس کو لے لیا ۔

فلیبك علی الاسلام من کان باکیا

جتنے آنسو آنکھوں میں ہوں وہ ان مقلدین پر نوحہ وماتم کرنے میں بہادو، حسامی مطبوعہ تھانوی دیوبند ص: ۷۵ میں ہے "دون الفقه مثل ابی هریرة وانس بن مالك" یعنی ابوہریرہ اور انس بن مالک فقیہ یعنی سمجھ دار عالم نہ تھے۔ اسی کتاب کے حاشیہ پر اسرار اور مبسوط سے نقل کیا ہے "فاماما خالفه فالقیاس مقدم علیه" یعنی جس حدیث کا راوی ابوہریرہ ہو اگر وہ حدیث قیاس کے خلاف ہو تو قیاس حدیث پر مقدم ہے، یعنی حدیث پر عمل نہ کیا جائے، قیاس پر عمل کیا جائے، توضیح تلویح ص: ۳۰۵ / میں ہے" اوبالروایة فقط کأبی هریرة وانس "فان وافق القیاس قبل وکذا ان خالف قیاسا ووافق قیاسا آخر لکنه ان خالف جمیع الاقیسة لایقبل عندنا" مطلب اس کا بھی یہی ہے کہ ابوہریرۃ اور انس نہ تو فقیہ تھے نہ مجتہد اور جس حدیث رسول کے یہ راوی

---

[1] اور اصول الشاشی ص: ۷۵، کے حاشیہ پر یہ الفاظ تک موجود ہیں

کان العمل بالقیاس اولیٰ لانه لوعمل بالحدیث فی هذا الصورة ایضا لانسد باب الرای من کل وجه وقد امر الله تعالیٰ بالقیاس حیث قال فاعتبروا یااولی الابصار ...... فلعل الرای نقل الحدیث بالمعنیٰ علیٰ حسب فهمه واخطاء ولم یدرك مرادرسول الله

ہوں اور وہ حدیث قیاس کے سراسر خلاف ہو تو حدیث پر عمل نہ کیا جائے بلکہ قیاس پر عمل کیا جائے اتنا ہی نہیں بلکہ ان فقیہوں نے، ان حنفی مذہب کے بانیوں نے، صحابہ کو مجہول اور غیر عادل بھی لکھا ہے۔ چنانچہ تلوتح ص: ۳۰۶ / میں ہے "فیھم عدول وغیر عدول" یعنی صحابہ میں بعض عادل تھے اور بعض عادل نہ تھے فالعیاذ باللہ۔[1]

اور توضیح کے اسی صفحہ میں حضرت فاطمہؓ کو مجہول لکھا ہے، نور الانوار ص: ۱۸۴ پر حضرت وابصہ بن معبدؓ صحابی رسول ﷺ کو مجہول لکھا ہے، حسامی ص: ۷۵ / میں وابصہ بن معبد اور حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہما دونوں کو مجہول لکھا ہے۔

اب میں "العدل" اخبار کے ایڈیٹر اور اس کے قاری اور اسے مذہبی پرچہ سمجھنے والوں سے اپیل کرتا ہوں غور سے سنئے "العدل" کے اخبار میں جو ۸ / اکتوبر کو شائع ہوا ہے ص: ۷ پر تحریر ہے "اس قسم کی کتابیں دیکھنا جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی کی گئی ہو ہرگز نہ چاہئے کیونکہ معصیت ہے"

اے حنفیو! کچھ تو غیرت و شرم کرو اور اے "العدل" کے کاریگرو اپنی زبان کی پاسبانی تو کرو خبردار جو اب ان اصولِ فقہ کی کتابوں کو دیکھ کر اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا جن میں صحابہ کو غیر فقیہ، غیر عادل، مجہول، بے سمجھ،

---

[1] پوری عبارت اس طرح ہے "فان قیل عدالة جمیع الصحابة ثابتة بالآیات والاحادیث الواردة فی فضائلھم قلنا ذکر بعضھم ان الصحابی اسم لمن اشتھر بطول صحبة النبی ﷺ علیٰ طریق التتبع والاخذ منه وبعضھم انه اسم لمومن رای النبی علیه السلام سواء طالت صحبته ام لاالا ان الجزم بالعدالة مختص لمن اشتھر بذالك والباقون کسائر الناس فیھم عدول وغیر عدول"

بیو قوف، بے علم، عدالت سے دور بلکہ مجہول لکھا ہے۔ حضرت انس جیسے خادم رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے مقبول رسول، حضرت سلمہؓ اور حضرت وابصہ جیسے محبوبانِ رسول، حضرت عقبہؓ جیسے فدائے پیغمبر اور مدینہ کے اردگرد کے دیہات کے رہنے والے صحابہ کرام کو جن کتابوں میں ایسے برے القاب اور ایسی گندی گالیوں سے یاد کیا ہے، پس بقول تمہارے ان کتابوں کو دیکھنا بھی معصیت ہے اور ہاں حنفی دوستو! یہ بھی سمجھ لو کہ تقلید پوری نہیں ہو سکتی جب تک حدیث رسول ﷺ کو بے قدری سے پرے تہ پھینک دے۔

اب میں یہ بھی بتاؤں کہ بڑے بڑے ائمہ کرام پر بھی ہاتھ صاف کرنے میں کمی نہیں کی گئی چنانچہ نورالانوار مطبوعہ تھانوی دیوبند ص: ۳۰۴ میں ہے "کجھل الشافعی" (یعنی ایک جہالت ان لوگوں کی ہے جو اپنے اجتہاد میں کتاب کا خلاف کریں) جیسے کہ شافعیؒ کی جہالت، سنا آپ نے یہ بے ادب لوگ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو "جاہل" کہتے ہیں، اس کے بعد لکھا ہے "کجھل الشافعی فی جواز القضاء بشاهد ویمین" "یعنی ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا یہ بھی شافعی کی جہالت ہے۔ دوبارہ یہ کلمہ ایسے عظیم الشان امام کے حق میں اسی ایک صفحہ میں لکھا ہے لیکن کیا مجال کہ "العدل" "اینڈ" "الفقیہ کمپنی" "انہیں بھی تبرائی کہیں؟ ہاں یہ جماعت بے سوچے سمجھے اہلِ حدیث کو تبرائی کہہ دے گی لیکن ان لوگوں کی نسبت ان کی زبانیں نہیں کھلیں گی جو صحابہ کرام اور مجتہدین عظام کو بھی گالیاں دینے سے نہیں چوکتے، کسی کو بیوقوف کہتے ہیں، کسی کو بے عدل کہتے ہیں، کسی کو مجہول

اور کسی کو جاہل بتلاتے ہیں بلکہ ان کی گندہ دہنی سے کوئی بھلا انسان محفوظ نہیں، دیکھئے! الفقیہ اپنے ہر اخبار کے سر ورق پر در مختار ج ا ص : ۱۳ کی یہ عبارت لکھتا ہے

فلعنة ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفة

یعنی ابو حنیفہ کے قول کو رد کرنے والا ملعون ہے، پس امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور بیسیوں محدثین و مجتہدین نے امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کیا ہے بلکہ خود ان کے شاگردوں اور حنفی مذہب کی اصول و فروع کی کتابوں کے لکھنے والوں نے امام صاحب کے سیکڑوں اقوال کو رد کر دیا ہے[۱] پس یہ تبرائی پارٹی ان سب بزرگوں کو ملعون کہتی ہے اور ان پر لعنت بھیجتی ہے، اب ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ یہ بڑے رافضی ہیں یا چھوٹے رافضی ؟ اور یہ بھی فیصلہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے کہ تبرائی فرقہ اہل حدیث ہے یا حنفی ہے ؟ بلکہ حضرت امام شافعیؒ مکی، قریشی، مجتہد مطلق، عالم بے بدل رحمۃ اللہ علیہ کو ان حضرات نے ابلیس کہا ہے بلکہ ابلیس سے زیادہ برا، چنانچہ ایک حدیث گھڑی ہے جس میں ہے کہ ابو حنیفہ تو اس امت کے چراغ ہیں اور شافعی اس امت پر ابلیس سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں[۲]۔ در مختار ج ا ص : ۸ پر لکھا ہے " فبسبه صار الشافعی فقیها " یعنی امام ابو حنیفہ کے شاگرد محمد کی وجہ سے شافعی فقیہ ہو گئے۔ جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ جب تک شافعی نے امام صاحب کی شاگردی نہیں کی

۱ـ ردالمحتار ج ا ص : ۱۲۶ میں ہے " حصل المخالفة من الصاحبین فی نحو ثلث المذهب اورمقدمه عمدة الرعاية ص: ۸ میں هے " قال الامام الغزالی فی کتاب المنخول انهما خالفا اباحنیفة فی ثلثی مذهبه

۲ـ دیکھئے نزہۃ النظر ص : ۸ د حاشیہ نمبر ۴ یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس ، ویکون اضر علی امتی من ابلیس ، وابو حنیفة سراج امتی

فقیہ نہیں ہوئے اس شاگردی سے پہلے امام شافعیؒ غیر فقیہ تھے، مزہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ خود اس کا احساس کرتے ہیں کہ ہم ان بزرگوں کی بے ادبی کرر ہے ہیں، چنانچہ اس قول کی در مختار کے شارح نے بڑی لیپاپوتی کی ہے وہ لکھتے ہیں "مطلب یہ ہے کہ فقہ میں بڑھ گئے[1]۔ امام شافعی کو جاہل کہہ کر پھر اس پر ملمع کاری کرتے ہوئے نور الانوار کے مصنف ص: ۳۰۴ میں لکھتے ہیں "وقد نقلنا كل هذا علىٰ نحو ماقال اسلافنا وان كنا لم نجتر عليه" یعنی ہمارے بڑوں اور بزرگوں نے جو کہا تھا وہ ہم نے نقل کر دیا ہے ورنہ ہم سے تو (ان بزرگان دین کی توہین کی ایسی) جرأت ہرگز نہ ہوتی، قمر الاقمار کے مصنف لکھتے ہیں "فی هذا البیان سوء الادب" (ص: ۳۰۴ حاشیہ نمبر ۲۱) یعنی یہ کہنا بڑی بے ادبی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ محبوب رسول اللہ کو غیر فقیہ غیر مجتہد حدیث کے مطلب کو نہ جاننے والا، حدیث سمجھنے میں خطا کرنے والا وغیرہ کہا[2]، پھر لکھتے ہیں "وهذا ليس ازدراء بابی هريرة واستخفافا به معاذ الله منه بل بيانالنكتة فی هذا

---

[1] ای ازداد فقاهة واطلع علىٰ مسائل لم يكن مطلعا عليها ......والا فالشافعی رضی الله عنه فقيه مجتهد قبل وروده الىٰ بغداد" (ردالمحتار ج ۱ ص: ۱۴۳)

[2] نور الانوار کے متن المنار میں یوں موجود ہے "والراوی ان عرف بالفقه والتقدم فی الاجتهاد كالخلفاء الراشدين والعبادله كان حديثه حجة يترك به القياس وان عرف بالعدالة والضبط دون الفقه كانس وابی هريرة ان وافق حديثه القياس عمل به وان خالفه لم يترك الابالضرورة" بحوالہ نور الانوار ص: ۱۸۲،۸۳

اور حضرت ابوهریرہؓ وانسؓ جیسے صحابہ کرام کی حدیثوں کو قیاس کے مقابلے میں ترک کرنے کی ضرورت صاحب نور الانوار نے یہ بتائی ہے "وهی انه لو عمل بالحديث لانسد باب الرای من كل وجه فيكون مخالفا لقوله تعالىٰ فاعتبروا يا اولی الابصار، (بریں عقل ودانش بباید گریست) اور قمر الاقمار ص: ۱۸۳ میں ہے "فان الحديث الذی رواه ابوهريرة وان كان فقيها لكنه مخالف للنص

المقام" (نورالانوار ص : ۱۸۳) یعنی یہ جو کچھ ہم نے کہا ابوہریرہؓ کی حقارت اور بے ادبی کے طور پر نہیں کہا بلکہ ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ (حدیث کو اس طرح ترک کرتے ہیں[1]) قمر الاقمار کے ص : ۱۸۳ میں ہے "وهو تحقير الصحابة والطعن فيهم بالغلط" یعنی اس سے گمان ہوتا ہے کہ اس میں صحابہ کی حقارت ہے اور ان پر طعن زنی ہے اور ان کی طرف غلطی کی نسبت ہے، اس حدیث کے ٹکڑے کو جس میں امام شافعی کی بے حد مذمت کی گئی ہے اور اس کے گھڑنے والے نے (خدا اس کو روسیاہ کرے) منہ بھر گندگی چائی ہے یہ حنفی حضرات امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بیان کرنے کے وقت بے جھجک وارد کردیا کرتے ہیں لیکن اس ابلیسی ٹکڑے کو ہضم کر جاتے ہیں، الغرض جان کر حقارت اور بے ادبی کرتے ہیں، پھر اپنے تئیں پاک صاف بننے کی بے سود کوشش بھی کرلیتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ کو بے سمجھ کہا اور حدیث کے مسئلہ کو دور ڈال دیا، بلکہ ان کے ساتھ ہی حضرت انسؓ حضرت عقبہؓ اور دیہات کے رہنے والے کل صحابہؓ کو غیر فقیہ کہا، اور قمر الاقمار (مکتبہ رحیمیہ) ص : ۱۸۰ / میں حضرت معبد خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی غیر فقیہ لکھ دیا، فالعیاذ باللہ[2] اور حضرت وابصہ بن معبد اور حضرت سلمہ بن محبقؓ کے ساتھ ہی "مرجانی" والے نے حضرت معقل بن سنانؓ وغیرہ

---

[1] اور اس نکتہ کی وضاحت حاشیہ میں یوں موجود ہے "ای نکتة لترك الحديث (حاشیہ نمبر ۱۴)

[2] صحابہ کرام کے بارے میں قمر الاقمار ص : ۱۸۴ میں یوں مرقوم ہے

"اعلم ان كلام المصنف فى مطلق الراوى صحابيا كان اوغيره كمايظهر من السوق فالعجب منه كيف يتفوه بجهالة العدالة فى الصحابة فان الصحابة كلهم عدول الامة ليسوا بمحل الطعن نعم يحكم بتوهم بعضهم ببعض الروايات وهذا ليس منافيا لعدالتهم اللهم الاان يقال ان الجزم بالعدالة يختص بمن اشتهر بالصحبة والباقون كسائر الناس عدول وغير عدول"

کو بھی مجہول لکھا ہے[۱] (ملاحظہ ہو ج ۳ مصری ص: ۵۳)، حالانکہ نہ تو امام شافعیؒ جاہل تھے نہ حضرت ابو ہریرہؓ غیر فقیہ۔ یہ ابو ہریرہؓ وہ بزرگ صحابی ہیں جن سے احکام کی ڈیڑھ ہزار حدیثیں مروی ہیں، اور جملہ حدیثیں ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر مروی ہیں، صحابہ میں سے کسی سے اس قدر کثرت سے احادیث مروی نہیں، جن کے آٹھ سو سے زیادہ صحابہ اور تابعین شاگرد ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت جابر بن عبداللہؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت واثلہ بن اسقعؓ جیسے زبردست صحابہ کرامؓ کی ہستیاں بھی ہیں۔ (ملاحظہ ہو غایۃ المقصود والکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہؓ فقیہ ہیں اپنے سوا دوسرے مفتیوں کے فتووں پر عامل نہ تھے، صحابہؓ کے زمانہ میں یہ خود مفتی تھے بڑے بڑے صحابہؓ سے بحث مباحثہ کرتے تھے، فقیہ تھے اور کامل مجتہد تھے اور زمانۂ صحابہؓ میں مفتی تھے مہاجر تھے بڑے جلیل القدر صحابی تھے، حضور ﷺ نے ان کے لئے خصوصیت سے حفظ علم کی دعا کی تھی جو قبول ہوئی اور زمانہ ان کے علم و فضل کا قائل ہو گیا۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ان کی روایت کردہ حدیث اس طرح رد کردی جائے، یہ اصولی فقہاء صحابہؓ کو بے سمجھ بناتے اور حدیث کو رد کرنے پر اس قدر تلے بیٹھے ہیں کہ جھوٹ بولنے میں بھی انہیں عار نہیں، چنانچہ اصول الشاشی کا مصنف ص: ۷۵/ پر لکھتا ہے کہ "جب حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک حدیث بیان کی اور ابن عباس نے اس پر اعتراض کیا تو ابو ہریرہؓ

---

[۱] یہ بات کتنی صحیح ہے اس کا اندازہ آپ کو قمر الاقمار سے ہو سکتا ہے اس کے مصنف وابصہ بن معبد کے بارے میں لکھتے ہیں "ھذا لایخلو عن شئی فان وابصۃ بن معبد من المعروفین روی عن النبی ﷺ وعن ابن مسعود وام قیس بنت محصن وغیرھم احادیث"

خاموش ہو گئے [۱]، حالانکہ یہ محض دروغ بے فروغ ہے حضرت ابوہریرۃؓ نے پلٹ کر جواب دیا کہ بھتیجے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن کر مثالیں نہ بیان کیا کرو جس پر حضرت ابن عباسؓ خاموش ہو گئے۔ [۲]

پھر ان اصولی حضرات کا کہنا کہ ابوہریرۃؓ چپ ہو گئے کس قدر خلاف واقعہ ہے جو محض ابوہریرۃؓ کی دشمنی اور تردید حدیث کے لئے کہا گیا ہے،

حنفی بھائیو! کیا یہ جھوٹ نہیں؟ پھر یہ بھی بات قابل غور ہے کہ بالفرض اگر حضرت ابوہریرۃؓ کو خاکش بدہن ایسا ہی مان لیا جائے جیسا ان حنفیوں نے خیال کیا ہے تو ابوہریرۃؓ کی بات نہ مانی جائے لیکن ابوالقاسم ﷺ کی بات کیوں نہ مانی جائے، پھر یہ حدیث یعنی دودھ روکے ہوئے جانور کی جسے حنفی رد کرتے ہیں [۳] وہ تو علاوہ حضرت ابوہریرۃؓ کے صحیح بخاری میں

---

[۱] روی ابوهريرة الوضوء مما مست النار فقال له ابن عباس ارأيت لوتوضات بماء سخين اكنت تتوضا منه فسكت وانما رده بالقياس اذلو كان عنده خبرلرواه

[۲] ترمذی ج ۱ ص: ۱۲ میں ہے "عن ابی هريرة قال قال رسول الله الوضوء مما مست النار ولومن ثور اقط قال فقال له ابن عباس انتوضامن الدهن انتوضا من الحميم فقال ابوهريرة يا ابن اخی اذا سمعت حديثا عن النبی ﷺ فلاتضرب له مثلا"

ابن ماجہ ج ص: ۱۶۳ میں ہے "عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال توضؤا مما غيرت النار فقال ابن عباس اتوضا من الحميم فقال له يا ابن اخی اذا سمعت عن رسول الله ﷺ حديثا فلاتضرب له الامثال

[۳] دودھ روکے ہوئے جانور کی حدیث سے مراد یہ حدیث ہے "قال ابوهريرة عن النبی ﷺ لاتصروا الابل والغنم فمن ابتاعها بعد فانه بخير النظرين بعد ان يحلبها ان شاء امسك وان شاء ردها صاع تمر" بخاری ج ۱ ص: ۲۸۸

بروایت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی مروی ہے[1] ملاحظہ ہو آپ کے مذہبی اصول کی کتاب اصول الشاشی کا حاشیہ ص : ۲۷ / اوروہ تو آپ کے نزدیک بھی فقیہ ہیں بلکہ بقول صاحب در مختار فقہ کی کھیتی بونے والے ہیں[2] (ملاحظہ ہو در مختار جلد اول ص : ۷) ، پس ثابت ہوا کہ دراصل عدم فقاہت ابوہریرہؓ تو بہانہ ہے مطلب اصل حدیث کو ٹالنا اور قول امام کو اچھالنا ہے ، حضرت ابوہریرہؓ کی نسبت اخبار محمدی میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے ، صفحے کے صفحے آپ کے تذکرہ خیر سے بھرے ہوئے ہیں اس لئے سردست اسی پر اکتفا کیا گیا ہے غالبا میں ثابت کرچکا کہ دراصل تبرائی جماعت کون ہے ؟ اورکون ہے جو قولِ امام کو قولِ رسول ﷺ پر ترجیح دینے کے لئے مٹا ہوا ہے۔ حنفی بھائیوں سے گذارش ہے کہ خیر یہ حضرات توگذر چکے اب آپ اپنی کہئے ، کیا صحابہ کو برا کہہ کر حدیث صحیح کو ٹال کر حنفی رہنا پسند ہے یا قیاس کو چھوڑ کرپابندِ حدیث ہوکر محمدی بننا منظور ہے۔ درفیض محمد اہے آئے جسکا جی چاہے

صحابہ کرام کو دل کھول کر کوسا جائے اور جو جی میں آئے انہیں بے باکانہ کہہ دیا جائے اس لئے در مختار والے نے کھلے الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ "لا یکفر من سب اصحاب الرسول "یعنی رسول اللہ کے صحابہ کو گالیاں دینے والے کو کافر نہ کہنا چاہئے ، در مختار کی شرح شامی ج ۶ ص : ۳۷۷ میں ہے "سب احد من الصحابۃ وبغضہ لا یکون کفرا "یعنی صحابیوں میں سے خواہ کسی کو بھی گالی دے خواہ کسی سے بھی دشمنی اور بغض رکھے کافر نہیں ہوگا رد المحتار میں

---

[1] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث یوں ہے "عن عبدا للہ بن مسعودؓ قال من اشتری شاۃ محفلۃ فردھا فلیرد معھا صاعا من تمر "بخاری ج ۱ ص : ۲۸۸

[2] وقد قالوا الفقہ زرعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وسقاہ علقمۃ وحصدہ ابراھیم وداسہ حماد وطحنہ ابو حنیفۃ وعجنہ ابو یوسف وخبزہ محمد وسائر الناس یاکلون من خبزہ "(در مختار ج ۱ ص : ۷)

ہے "ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما لایکفر" یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے والا اور ان دونوں کی خلافت کا منکر کافر نہیں، ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر ص : ۸۶ میں لکھتے ہیں "سب الشیخین لیس بکفر" دونوں خلیفۂ رسول کو گالیاں دینا کفر نہیں، شامی میں ہے "خصمه من اهل البغی" یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ باغی تھے، شرح عقائد النسفی ص : ۱۶۲ میں ہے "غاية امرهم البغی والخروج علی الامام" یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی سب کے سب باغی اور امام پر چڑھائی کرنے والے تھے، توضیح ج ۲ ص : ۲۶۰ / میں حضرت امیر معاویہؓ کو بدعتی لکھا ہے اور اس کی شرح تلویح کے اسی صفحہ پر تو غضب ڈھایا ہے امیر معاویہؓ کی نسبت لکھا ہے کہ "کالبغی فی الاسلام ومحاربة الامام وقتل الصحابة" یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی اسلام اور محارب امام اور قاتل صحابہ تھے،

برادران! یہ مکمل مضمون جو قدرے بڑھ گیا ہے، دیکھ کر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوگا کہ یہ عقیدہ تو رافضیوں کا سنا تھا، سچ ہے اس کی بابت اندرونی شہادت سنئے! حضرت مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی حنفی جن کا حاشیہ فقہ کی موجودہ تقریباً کل کتابوں پر ہے اپنی کتاب الرفع والتکمیل ص : ۲۷ و ۲۸ میں لکھتے ہیں "وبالجملة فا لحنفية لها فروع باعتبار اختلاف العقيدة فمنهم الشيعة ومنهم المعتزلة ومنهم المرجية" یعنی مذہب حنفی کے ان فقہا کا اعتقاد میں بھی اختلاف ہے ان میں بعض تو شیعہ رافضی ہیں بعض ان میں معتزلہ بھی ہیں اور بعضے مرجیہ بھی ہیں۔ چلپی حنفی حاشیہ شرح وقایہ مطبوعہ نول کشور ص : ۲۳۲ میں لکھتے

ہیں" ان علیا لم یکن من اھل الاجتھاد" یعنی حضرت علی کوئی سمجھ دار عالم یعنی مجتہد نہ تھے، ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر ص : ۸۷ میں لکھتے ہیں "الامر بقتل الحسین لایوجب الکفر" یعنی رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مار ڈالنے کا حکم دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا، ابن ہمام حنفی کی بابت دراسات اللبیب مطبوعہ لاہور ص : ۳۴۷ میں لکھا ہے کہ "اما من جھلہ بمذھب علی اوسھوہ اونسیانہ اوکذبہ علیہ لترویج مذھبہ" ابن الہمام حنفی کہتے ہیں کہ امام باقرؒ یا تو علی کے مذہب سے جاہل تھے یا بھلکڑ تھے یا جھوٹ تہمت باندھی تاکہ اپنا اور اپنی اولاد کا مذہب پھیلائیں خیال فرمائیے اہل بیت کو کاذب، مفتری اور جاہل وغیرہ کہا جاتا ہے، ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر ص : ۸۶/ میں لکھتے ہیں "لوفرض ان احد ا قتل الشیخین بل والختنین بوصف الجمع لایخرج عن کونہ مسلما عند اھل السنة والجماعة" یعنی حضرت علی حضرت عثمان حضرت عمر حضرت ابو بکرؓ کو اگر بالفرض کوئی مار بھی ڈالے قتل کردے تاہم وہ مسلمان ہے اسلام سے خارج نہیں، اور حنفی مذہب کی معتبر کتاب درمختار ج ۱ ص : ۳۵۳ میں ہے "وسب النبی" یعنی حضور ﷺ کو گالیاں دینے سے بھی ذمی کا ذمہ نہیں ٹوٹتا گو حضور ﷺ کو وہ گالیاں دیں لیکن حنفی مذہب والے اس کی حمایت اور ذمہ داری کریں گے، اور سنئے اسی کتاب درمختار کی شرح ردالمحتار ج ۲ صفحہ ۳۶۷ میں ہے "لایکفر بشتم دین مسلم" یعنی دین اسلام کو بھی اگر کوئی شخص گالیاں دے برا کہے تو بھی وہ مسلمان ہے غرض کوئی کہاں تک لکھے۔

میں نے اس بحث کو اس لئے عمداً طول دیا ہے کہ موجودہ احناف اپنے مذہب کی اس اندھیر نگری کی بھی سیر کرلیں اور برادرانِ اہل حدیث صبر کی عادت ڈال لیں کہ اگر آج یہ جماعت تمہیں غیر مقلد، وہابی وغیرہ کہے تو تم برانہ مانو ان کے بڑوں سے ہی یہ طریقہ چلا آرہا ہے اور تمہارے بھی بڑوں سے ہی صبر وسہار کا طریقہ چلا آیا ہے، ہاں اور ناظرین نے یہ بھی اندازہ کرلیا ہوگا کہ فحش گوئی میں یہ جماعت کس قدر ترقی کر گئی ہے پس اگر آج ایک گندہ دہن اخبار کا مضمون نگار ہمیں یا حضرت مولانا صدیق حسن کو یا امام شوکانی کو یا امام خطیب کو یا کسی اور ایسے ہی بڑے بزرگ محدث کو کوس لے تو کیا ہوا؟ ماهي باول قارورة كسرت في التقليد "عربی کی مثال ہے کہ "الديك الفصيح من البيضة يصيح

خیر یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر تھا، اب نفس مسئلہ کو سنئے خود معترض نے لکھا ہے کہ "انسان کا چمڑا اتارنا یا اس کی دباغت دینا حرام ہے، جب اتارنا حرام دباغت دینا حرام پھر اس کے احکام کیوں بیان کئے جاتے ہیں؟ اور یہ یاد رہے کہ اتارنا دباغت دینا اور بات ہے اور دباغت دیئے ہوئے چمڑے کی پاکیزگی کا حکم دینا اور بات ہے خود لکھتے ہیں کہ 'اس سے نفع اٹھانا منع "کیوں جناب جب پاک ہو گیا آپ کے علماء نے فتوی دیدیا پھر استعمال حرام کیوں؟ پاک چیزوں کے استعمال سے روکنے والے آپ کون؟ آپ کے مذہب کی معتبر کتاب عالمگیری ج ا ص ۲۵ میں ہے کہ "اگر انسان کی کھال تھوڑی سی پانی

میں پڑ جائے توپانی ناپاک نہیں ہوتا[1]" نامہ نگار " الفقیہ " نے اس مسئلہ میں مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی کے ایک قول کو اپنے مفید مطلب پا کر وارد کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے، جو ہم پر تو کسی طرح حجت نہیں کیونکہ ہم تو امتیوں میں سے کسی کے اقوال کے ماننے کے مکلف نہیں، لیکن ہاں ان سے یہ تو ہم پوچھ سکتے ہیں کہ کیوں جناب؟ مولانا کے علم غیب، نداء غیر اللہ، نذر غیر اللہ وغیرہ وغیرہ کے فتاوے بھی آپ معتبر مانیں گے؟ اور کیا ان پر بھی آپ عمل کریں گے؟ غالباً اس کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ جن کاموں کو مولانا لکھنوی شرک وبدعت کہتے ہیں یہ حضرات انہیں عین ایمان واسلام سمجھتے ہیں پھر اس کے کیا معنی کہ جس کا کلام خود اپنے لئے آپ ہی حجت نہ مانیں اسے دوسروں کے لئے بطور حجت پیش کریں" لینے کی مچھلی دینے کی کانٹے" اب آپ فرماتے ہیں کہ اس کے خلاف دلیل کیا ہے اس کی نسبت گذارش ہے کہ جب خود آپ مانتے ہیں لکھتے ہیں کہ انسان کی کھال اتارنی حرام، اسے دباغت دینی حرام، پھر ہم سے دلیل کیوں پوچھیں۔ اور اگر اپنے ارشاد پر اصرار ہے تو سنئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "ذرونی ماترکتم" (ابن ماجہ ج ۱ ص: ۳) مطلب یہ ہے کہ جو حکم میں نہ بیان کروں تم بھی اس میں لب نہ ہلاؤ اور حدیث میں ہے "الحلال بین[2]" یعنی حلال ظاہر ہے حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان بعض مشتبہ چیزیں ہیں ان مشتبہ

۱۔ جلدالانسان اذاوقع فی الماء ....لایفسدالماء (عالمگیری ج ۱ ص: ۲۵)

۲۔ عن النعمان بن بشیر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الحلال بین والحرام بین وبین ذالك امورمشتبھات لایدری کثیر من الناس امن الحلال ھی ام من الحرام فمن ترکھااستبراءً لدینہ وعرضہ فقد سلم (ترمذی ج ۱ ص: ۱۴۵ ابواب البیوع)

چیزوں کو چھوڑ دینے والا اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالینے والا ہے، پس مسئلہ مذکورہ میں انسانی کھال اتارنی حرام ہے اور بے اتارے دباغت نہیں دی جاسکتی پس دباغت بھی حرام ہوئی پھر اس کے احکام جو زبان رسول ﷺ سے بیان نہیں ہوئے آپ اور آپ کے فقہاء بیان کرنے والے کون؟ لیکن معترض کو یہ اچھا ہاتھ لگا ہے کہ در مختار کے علاوہ دو تین نام اور بھی گنوا دیئے اور فخر یہ لکھ دیا ہے کہ دیکھو اہل حدیث کے مذہب میں بھی یہی ہے حالانکہ اہل حدیث کا مذہب وہ ہے جو خدا کے کلام میں ہو خدا کے رسول ﷺ کے کلام میں ہو، بس یہ ہیر پھیر اور "تیرے میرے" کلام کی پابندی حنفیہ کو ہی مبارک ہو یہاں تو صاف صاف کلام اللہ اور کلام الرسول حجت ہے اینچ پیچ کر کے حرام وحلال کے درپے ہونے والے ہم لوگ نہیں یہ کھینچا تانی کے مسئلے کتب فقہ کے ماننے والوں کو مبارک ہوں انسانی کھال کو بعد از دباغت پاک کہہ کر، اسی در مختار ج ۱ ص: ۴۰ میں ہے " یحل اکل ذئب ولدته شاة" یعنی اس بھیڑیئے کو کھانا بھی حلال ہے جسے بکری نے جنا ہو،

سنا آپ نے! یہ ہیں اجتہادی مسائل "انسان کی کھال اتارنی تو حرام ہے لیکن بعد از دباغت پاک، چاہے بکری، بھیڑیا نہ جنتی ہو لیکن جنے تو بھیڑیا بھی حلال"

ساتواں مسئلہ: در مختار ج ۱ ص: ۳۸ میں ہے "وافاد کلامه طهارة جلد کلب" یعنی کتے کی کھال بھی دباغت کے بعد پاک ہے، اسے بھی ہمارے حنفی مولوی صاحب مانتے ہیں اور کتے کی کھال کو پاک ثابت کرنے کے لئے آپ نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں ہلائے ہیں اور وہ حدیثیں وارد کی ہیں

جن میں ہے کہ جس کھال کی دباغت دے دی جائے وہ پاک ہے[1]، میں کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ مردار حلال جانور کے چمڑے کو جب دباغت دے دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے اور یہی مضمون آپ کی وارد کردہ احادیث میں بھی ہے کیونکہ دوسری حدیث میں درندوں کی کھال کی ممانعت صاف طور پر موجود ہے ارشاد ہے "نهىٰ عن جلود السباع" (ابوداؤد ج ۲۔ ص : ۲۲۵، ترمذی ج ۱ ص : ۳۰۷) یعنی آں حضرت ﷺ نے درندوں کی کھالوں کی ممانعت فرمادی، پس آپ کے اس فرمان کی عمومیت سے کہ ہر کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، ان کھالوں کی اس حدیث کے مطابق تخصیص ہو جائے گی جو درندوں کی ہوں، اور اس طرح دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی، کہ جو جانور حلال ہیں گو وہ اپنی موت آپ مر جائیں تاہم ان کی کھال بعد از دباغت پاک۔ اور جو جانور ناپاک ہیں ان کی کھال ناپاک، ایک دفعہ نہیں دس دفعہ بھی دباغت دیں جب بھی ناپاک،

سنئے مولانا! اگر یہ استثناء کیا اور حرام جانوروں کی کھالوں کی تخصیص نہ کی تو سور کی کھال بھی اس میں داخل ہے پھر وہ بھی بعد از دباغت پاک ہونی چاہئے اور خود آپ اسے پاک نہیں مانتے ہیں، معلوم ہوا کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے اور درندوں کی کھالیں اس میں سے مخصوص ہیں اور کتا بھی درندوں میں داخل ہے، پس اس کی کھال بھی ناپاک، گو دباغت دے دی جائے،

اور سنئے کنز العمال ج ۴ ص : ۴۵ میں حدیث ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

---

[1] اس سے مراد یہ حدیث ہے "اذا دبغ الاهاب فقد طهر" (ابوداؤد ج ۲ ص : ۲۲۳)

کہ ” ثمن الكلب خبيث و هو اخبث منه “یعنی کتے کی قیمت خبیث اور نجس ہے اور وہ خود اس سے بھی زیادہ نجس اور خبیث ہے، ہاں! یہ بھی خیال شریف میں رہے کہ حلال جانور کو ذبح کرنا بھی اس کی کھال کو پاک کردیتا ہے، لیکن حرام جانور کو ذبح کرنا اس کی کھال کو پاک نہیں کرتا اسی طرح دباغت بھی حلال کو پاک کرتی ہے نہ کہ حرام کو، آپ کا یہ فرمانا کہ شاید یہ حکم قبل دباغت ہو۔یا شاید نہی تنزیہی ہو کچھ نفع نہیں دے گا، کیونکہ دوسرا اس کے برخلاف کہہ سکتا ہے شاید بعد از دباغت ہو اور شاید نہی تحریمی ہو، ہاں جناب ذرا سوچ سمجھ کر اس کا بھی جواب عنایت ہو کہ اگر آپ ان حدیثوں کو مانتے ہیں تو غایت مافی الباب یہ ہے کہ ان حرام جانوروں کی کھال بعد از دباغت پاک ہو یعنی ان کھالوں کی پاکیزگی کے لئے دباغت شرط ہے لیکن میں بتلاؤں کہ آپ کے مذہب میں تو دباغت کو شرط طہارت نہیں مانا ہے وہاں تو عام وسعت ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ ذبح کرلو تو بھی پاک ہو جاتی ہیں [1]، پس اس قول کی بنا پر کتے پر چھری چلی اور اس کی کھال پاک صاف ہو گئی پھر جناب نے اتنی مشقت اٹھا کر یہ حدیثیں کیوں وارد کیں وہاں تو مطلع صاف ہے کتے کی کھال دباغت کے بغیر بھی پاک صاف ہے بلکہ گوشت بھی، چنانچہ آپ کے مذہب کی کتاب تنویر الابصار کتاب الذبائح میں

---

[1] فتاویٰ قاضی خاں ج ا ص: ۱۰ میں ہے ”مایطهر جلده بالدباغ يطهر لحمه بالذكوة“
کشف الاستار ص: ۲۳۰ میں اس عبارت کی تشریح یوں کی گئی ہے

”ای لاینجس ماوقع فيه من المائعات لانه كالدباغ في ازالة الرطوبة النجسة وكذا لاتبطل صلوة حامله وهل يجوز الانتفاع بشحمه في غير الاكل فقيل لايجوز اعتبارا بالاكل وقيل يجوز كالزيت اذا خالطه شحم الميتة والزيت غالب فانه ينتفع به في غير الاكل“

ہے "وذبح مالا یؤکل لحمه یطهر لحمه وشحمه وجلده[1] " یعنی جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے انہیں اگر ذبح کردیا جائے تو ان کا گوشت اور ان کی چربی بھی پاک ہو جاتی ہے[2]، اب فرمایئے کہ آپ کی ان طول طویل بحثوں نے آپکو اور آپ کے فقہاء کو کیا فائدہ پہونچایا وہاں تو کھال ہی نہیں بلکہ گوشت پوست لحم شحم سب پاک ہے اور کہاں کی دباغت صرف ذبیحہ کرلینے سے، مفصل بیان مسئلہ نمبر ۹ میں آتا ہے، ہاں اب یہ علمی بات بھی گوش گذار فرمالیجئے کہ دراصل "کل اھاب الخ" والی حدیث میں مضاف الیہ محذوف ہے اور اھاب کی تنوین عوض مضاف الیہ ہے، مطلب یہ ہے کہ ہر چمڑا حلال جانور کا بعد از دباغت پاک ہے، اس حدیث کو حضور ﷺ نے بیان بھی اس وقت فرمایا تھا جب کہ حضرت میمونہؓ کی بکری مرگئی تھی[3]، تو حلال جانور کے لئے یہ حکم ہے نہ کہ کتے بھیڑیئے وغیرہ حرام جانوروں کے لئے، قرآنی تعلیم ہمارے سامنے ہے "حرمت علیکم المیتة"[4] یعنی تم پر مردار حرام ہے، پس مردہ کل کا کل حرام ہو گیا، مگر جس چیز کا استثناء اور تخصیص قرآن حدیث سے ثابت ہو جائے جیسے اس حدیث نے کھال کی پاکیزگی کو بیان فرمادیا ہے، لیکن حنفی مذہب میں عجب اندھیر ہے ذرا آنکھیں کھول کر دیکھئے اور کان کھول کر سنئے، عالمگیری ج ۱ ص: ۱۵ میں ہے "وانفحة المیتة ولبنها فی ضرعها وقشر البیضة الخارجة والسخلة الساقطة من امها وهی مبتلة طاهرة عند

۱؎　بحوالہ در مختار ج ۲ ص: ۲۳۰

۲؎　"عن محمد جلد الکلب والذئب یطهر بالذبح" (منیة المصلی ص: ۶۶)

۳؎　ابوداؤد ج ۲ ص: ۲۲۴

۴؎　سورۃ المائدہ ۵　۳

ابی حنیفة "یعنی مردہ جانور کی ھیس (یعنی وہ دودھ جو چوپائے جانوروں کے بیاہنے کے بعد نکلتا ہے) پاک ہے اور اس کے تھنوں میں جو دودھ ہو وہ بھی پاک ہے، ہاں جناب یہ بھی یاد رہے کہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ بھی اس مسئلہ میں ہمارے ساتھ ہیں ملاحظہ ہو آپ کے مذہب کی کتاب فتح القدیر جلد اول ص : ۸۱ میں حضرت امام شافعیؒ کا یہ فرمان ہے "ان کل مالایؤکل لحمه لایطهر جلده بالدباغ" یعنی جن جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے ان کی کھال بعد از دباغت بھی ناپاک ہے اور امام مالکؒ بھی کتے اور تمام حرام جانوروں کی کھال کو دباغت کے بعد بھی حرام اور ناپاک کہتے ہیں ملاحظہ ہو آپ کے مذہب کی کتاب ہدایہ تھانوی دیوبند ج ا ص : ۴۰ ، لیکن آپ کے مذہب میں تو پاکی ناپاکی کے طریقے ہی عجیب وغریب ہیں حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۸۷ میں ہے " یطھر الثدی اذا رضعه الولد وقد تنجس بالقی ثلاث مرات بریقه " یعنی عورت کی چھاتی پر نجاست لگ گئی ہو اور بچہ اس سے تین مرتبہ چسکی لگا کر دودھ پی لے تو وہ چھاتی پاک ہو جائے گی،

اور در مختار ج ۲ ص : ۲۳۱ کتاب الذبائح میں ہے کہ بکری کو کتے سے بچہ ہوا اور اس بچے کا سر بھی کتے جیسا ہے اگر وہ چارہ کھالے تو سر کو پھینک دے باقی سب حلال ہے یعنی کتے کا پلا جو بکری کے پیٹ سے پیدا ہوا حلال ہے، عبارت یہ ہے "وان ینزکلب فوق عنز"[ا] بلکہ عالمگیری مصری ج ۳ ص : ۱۶۰ میں ہے " اذا ذبح کلبه وباع لحمه جاز" اپنے کتے کو ذبح کر کے اس کا گوشت بیچنا جائز ہے خانیہ ج ا ص : ۱۱ ہے " اذا اصابت

النجاسة بعض اعضاء ہ ولحسها بلسانه حتی ذهب اثره يطهره وكذا السكين اذا تنجس فلحسه ومسحه بريقه" یعنی بدن کے کسی حصہ پر نجاست لگ گئی تو زبان سے چاٹ لے وہ پاک ہو جائے گا چھری کا بھی یہی حکم ہے۔

آٹھواں مسئلہ: در مختار ج ۱ ص: ۳۵۷ میں ہے "واما فی الفیل فکذالك [1]" یعنی اسی طرح ہاتھی کا چمڑا بھی ہے، اس کے ثبوت میں بھی مجیب صاحب نے وہی دلائل بیان کئے ہیں جو کتے کے چمڑے کی پاکیزگی میں بیان کئے تھے اور ان کا جواب بھی وہی ہے جو ساتویں مسئلے میں گذرا۔

پچھلے صفحہ کا حاشیہ نمبر ۱ پوری عبارت بلکہ اس مسئلے پر مشتمل اشعار یہ ہیں ؎

وان ینز کلب فوق عنز فجاء ها نتاج له راس ککلب فینظر
فان اکلت لحما فکلب جمیعها وان اکلت تبناً فذا الرأس یتر
ویوکل باقیها ان اکلت لذا وذا فاضربنها والصیاح یخبر
وان اشکت فاذبح فان کرشها بدا فعنز والا فهو کلب فیطمر

اور ردالمحتار ج ۱ ص: ۳۸۶ میں ہے "اذا نزا الذئب علی الشاة یضحی بالولد" اور در مختار ج ۱ ص: ۴۰ میں ہے "یحل اکل ذئب ولدته الشاة اعتبارا للام" اور فتاویٰ قاضی خاں ج ۴ ص: ۵۱۷ کتاب الصید والذبائح میں ہے "الكلب اذا نزا علىٰ شاة فولدت ولدا راسه الكلب، وماسوىٰ الراس من الاعضاء يشبه الشاة اوالمعز قالوا يقدم عليه العلف واللحم فان تناول اللحم ولم يتناول العلف لايوكل لانه كلب وان تناول العلف ولم يتناول اللحم يرمىٰ راسه ويوكل ماسوىٰ الراس اذا ذبح، وان تناولهما جميعا يضرب ان نبح لايوكل شئى منه لانه كلب وان ثغىٰ يرمىٰ راسه ويوكل ماسوى الراس فان اتىٰ بصورتين جميعا يذبح فان خرج منه الكرش يوكل ماسوى الراس وان خرج منه الامعاء لايوكل منه شئى لانه كلب"

[1] اور مراقی الفلاح ص: ۸۹ میں ہے "ولو فيلا لانه كسائر السباع في الاصح لانه ﷺ كان يتمشط بمشط من عاج" اور حاشیہ الطحاوی میں مزید ہے "فهذا يدل علىٰ طهارة عظمه ولو كان كالخنزير لماامتشط ﷺ بعظمه"

حنفی دوستو! ہاتھی اور کتا ہی نہیں بلکہ حنفی مذہب میں تو سوائے سور کی کھال کے اور سب چیزوں کو دباغت کے بعد پاک بتایا گیا ہے اس بنا پر شاید نیولے، چوہے، سانپ، چھچھوندر وغیرہ کی کھال کو بھی آپ حضرات پاک ہی مانتے ہونگے رہی سور کی کھال سو اسے بھی تھوڑی ردوکد، یونہی سی ہاں نا، کے بعد پاک مان لیا گیا ہے اس کا بیان بھی آگے آتا ہے، حنفی مذہب اس بات کا قائل ہے کہ اجتہاد اماموں پر ختم ہو گیا لیکن اس مذہب والے موقعہ پر مجتہد بننے سے بھی نہیں چوکتے، چنانچہ خود ہمارے مخاطب بھی ہاتھی دانت کے نجس نہ ہونے سے ہاتھی کی کھال بھی نجس نہ ہونے کا اجتہاد کرتے ہیں، جواباً گذارش ہے کہ اولاً تو روایت [1] میں لفظ عاج ہے جس کے معنی ہاتھی دانت کے سوا اور بھی کئے گئے ہیں (بعض لوگوں نے اس کا معنی بتایا ہے کچھوے کی ہڈی یا بحری جانوروں کی پیٹھ کی ہڈی)

دوم یہ روایت سنداً ضعیف ہے، تیسرے اگر یہ اجتہاد صحیح ہے تو اس کا عکس بھی صحیح ہونا چاہئے، یعنی جس کی کھال بعد دباغت پاک اس کی ہڈی کا استعمال بھی شرعاً جائز تو کتے کی بھیڑیئے کی شیر کی سانپ [2] کی چھچھوندر کی ہڈی بھی پاک ہونی چاہئے اور قابل استعمال ہونی چاہئے، کیونکہ حنفی مذہب علاوہ سور کے اور سب کھالوں کو بعد از دباغت پاک تسلیم کر چکا ہے تو ان تمام درندوں کے بال بھی پاک صاف اور کام میں لانے کے قابل۔

۱۔ یہاں اس روایت کی طرف اشارہ ہے ”روی البیہقی انه ”كان یمتشط بمشط من العاج“ بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص : ۱۵۷

۲۔ حاشیہ الطحاوی ص ۔۔ ۹ میں ہے ”قمیص الحیة طاھر“

حنفی دوستو! سنتے ہو تمہارے مولوی صاحبان اور تمہارے فقہائے کرام آج تمہارے مذہب کا برہنہ فوٹو نہایت آزادی سے تمہارے سامنے پیش کرر ہے ہیں اب تمہیں اختیار ہے کہ ان تمام درندوں کی ہڈیوں کی مالا گلے میں ڈالو اوران کی کھالوں کا اوڑھنا بچھونا بناؤ، مزہ تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ کہہ سن کر پھر بھی یہ معصوم ،بے زبان، بھولے اور سیدھے سادے مولوی صاحبان یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ یہ مسائل خلاف تہذیب نہیں ، کتے کی ہڈیوں کی مالا گلے میں، اس کی کھال کا کرتا جسم پر، اس کی کھوپڑی کا ٹوپ سر پر،اس کے چمڑے کی جوتی پاؤں میں، جائے نماز بھی کتے کے قالب کا،ڈول بھی اسی کے چمڑے کا، جیبوں میں کتے کا گوشت ، بغل میں کتے کا پلا، کندھے پر بڑا کتا، غرض اس انوکھی ہیئت سے نماز پڑھنے کو حنفی مذہب جائز بتلاتا ہے،

ہدایہ تھانوی ج ۱ ص : ۹۳ میں ہے" وان کان اقل من الربع لاتعید یعنی چوتھائی سے کم پنڈلی کھلی ہوئی ہو تو عورت کی نماز ہو جائے گی اسی طرح ران بھی اگر چوتھائی سے کم کھلی ہوئی ہو تو نماز ہو جائے گی اسی طرح پیٹ اورسر بھی اگر اتنا کھلا ہوا ہو تو نماز ہو جائے گی ص : ۹۴ پر ہے" والعورۃ الغلیظۃ "یعنی عورت مرد کی شرمگاہ قبل دبر بھی اگر پاؤ سے کم ننگی ہو تو نماز ہو جائے گی۔ برادران! جس مذہب میں نماز جیسی اعلیٰ عبادت کا یہ حشر ہوا ہو سمجھ لیجئے کہ اس میں اور عبادتوں کی کیا گت بنی ہو گی ؟ یہ عبارت لکھتے ہوئے کلیجہ میں ٹیسیں اٹھ رہی ہیں دل دھڑک رہاہے طبیعت بے قابو ہے دو وجہ سے ، ایک تو یہ کہ جب یہ باتیں غیر مذاہب لوگوں کے کان پڑیں گی تو کیا کہیں گے ؟ اور حنفیت کی نسبت ان کا ریمارک کیسا ہو گا ؟ دوسری وجہ یہ

ہے کہ عوام یہ مسائل سن کر ہی دامن جھاڑ کر الگ ہو جائیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ نعوذ باللہ ہمارے ہاں یہ مسائل نہیں یہ ہم پر تہمتیں ہیں ہم ان مسائل کو نہیں مانتے، یہ صرف تعصب کی وجہ سے ہمارے مذہب کو بدنام کرنے کے لئے ہم پر پھینکے گئے ہیں، خیر اول وجہ کا تو ہمارے پاس صاف جواب ہے کہ جن کتابوں کے یہ مسائل ہیں وہ اسلامی کتابیں نہیں ہم ان مجموعوں کو نہ خدا کی طرف سے مانیں نہ نبی کی طرف سے، ان کے لکھنے والے ہم جیسے ہی امتی انسان تھے لہذا ان کی باتیں ہم پر حجت نہیں، نہ ہم ان کتابوں کو قابل اعتبار مانیں نہ مستند اور بالکل صحیح جانیں لیکن **حنفی بھائیو** ! ذرا بتلاؤ تو آپ کیا جواب دیں گے ؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ میری نسبت کوئی بدظنی آپ نہ کریں میں تو آپ کی کتابوں سے نقل کر کے صفحات سمیت حوالہ دیتا ہوں خود آپ کے موجودہ مولوی صاحبان بھی مانتے ہیں پھر آپ مجھ پر الزام کیوں رکھیں ؟ اب جو چند باتیں میں نے کہی ہیں ان کی دلیلیں بھی سنئے آپ کی بہترین اور پسندیدہ تر معتبر کتابوں سے، حنفی مذہب کی معتبر کتاب عالمگیری ج ۱ ص : ۳۹ / میں ہے "ولو صلى وفي عنقه قلادة فيها سن كلب اوذئب تجوز صلواته" یعنی اگر کسی شخص نے نماز پڑھی اس حال میں کہ اس کی گردن میں وہ ہار جس میں کتے کے یا بھیڑیے کے دانت تھے تو اس کی نماز جائز ہے[۱]

ردالمحتار ج ۱ ص : ۳۵۸ میں ہے" ان الحية والفارة وكل مالايكون سوره نجسا لو صلى بلحمه مذبوحا تجوز" یعنی اگر کوئی شخص

---

[۱] بدائع میں ہے "قال مشائخنا من صلى وفي كمه جرو تجوز صلاته بحوالہ ردالمحتار ج ۱ ص : ۳۶۳

سانپ اور چوہی کو ذبح کر کے پھر ان کے گوشت کو لئے ہوئے نماز پڑھے تو جائز ہے نماز ہو جائے گی، حالانکہ حدیث میں حلال جانور ذبح کئے ہوئے کا گوشت مسجد میں لانا بھی منع ہے۔ طحاوی ص : ۹۰ میں ہے "کہ ان کھالوں سے کتابوں کے غلاف بنانے بھی جائز ہیں[1] کتے کی کھال اور اللہ کے کلام کی جلد توبہ توبہ اور باقی حوالے بھی آرہے ہیں۔

نواں مسئلہ : درمختار ج ا ص : ۳۸/ میں ہے "طهر بذكوة" یعنی کتا ہاتھی وغیرہ درندے اور حرام جانور کی کھال ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے" حنفی مولوی صاحب جو ہمارے رسالے "ذر محمدی" کا جواب لکھنے بیٹھے تھے وہ اب تک تو خیر کچھ نہ کچھ سیاہ سفید کرتے رہے لیکن یہاں آکر تو آنکھیں بند کر کے دامن بچاکر صاف نکل گئے، حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو مان تو لیا لیکن دلیل میں کچھ بولے ہی نہیں بلکہ کتے وغیرہ کی کھال کو پاک کرنے کے لئے دلائل کی جو عمارت چنی تھی وہ بھی چھت سے لیکر پائے تک کھود ڈالی یعنی اس سے آپ نے یہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ یہ سب کھالیں دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہیں ؟ کیوں صاحب یہ دباغت سے پہلے محض چھری پھیر لینے سے پاک ہو جانے کا فتویٰ کیسے دیدیا ؟ اب تو مطلع صاف ہے کہ چھری لو کتے کے گلے پر پھیرو کھال اتار لو پھر خواہ اس کا لباس بناؤ خواہ اوڑھنا بچھونا بناؤ خواہ ڈول بناؤ خواہ دستر خوان اور توشہ دان بناؤ خواہ کلام اللہ کی جلدیں بندھواؤ سب پاک طیب، سب حلال درست، بلکہ در مختار کے اسی

---

[1] "يجوز اتخاذ الخفاف والمكاعب وغلاف الكتب والمشط والقرب والدلاء منها رطبا اويابسا" حاشیۃ الطحاوی ص : ۹۰

صفحہ میں ہے "الفتوی علی طهارته " یعنی فیض میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ حرام جانوروں کا گوشت بھی جب ان پر چھری پھیر لی جائے تو پاک ہو جاتا ہے، بلکہ آگے چل کر لکھتے ہیں "قیل نعم ...... اظهر" ملاحظہ ہو ص : ۳۸ یعنی اگر کوئی پارسی ہندو وغیرہ بھی بغیر بسم اللہ پڑھے چھری پھیر دے تو بھی ان حرام جانوروں کتے وغیرہ کی کھال حنفی مذہب کے ظاہر اور صحیح قول کے مطابق پاک ہو جاتی ہے، "قنیہ" "مجتبیٰ" اور "بحر" میں بھی یہی ہے ، یہاں تک بھی خیریت تھی کہ کھال ہی پر پاکیزگی رہ جاتی لیکن نہیں، سنئے! عالمگیری ج ا ص : ۱۵ میں لکھا ہے کہ "وما طهر جلد ه بالدباغ طهر جلد ه بالذكوة كذالك جميع اجزائه تطهر بالذكوة" یعنی جن جن جانوروں کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ان کی کھالیں ذبح کر لینے سے بھی پاک ہو جاتی ہیں اور نہ صرف کھال بلکہ اس کے بدن کے تمام اجزاء بھی پاک ہو جاتے ہیں ، یعنی ایک کتے پر اگر چھری پھیر دی جائے تو اس کی ہڈیاں، کھال، ناخن، بال ،دانت، گوشت پوست غرض تمام اجزاءِ بدن سب کے سب پاک صاف طیب طاہر ہیں اسی طرح بھیڑیئے شیر چیتے گیدڑ وغیرہ کے بھی ، ہار بناؤ، جانماز بناؤ، تانت بناؤ، تو بڑا بناؤ، مشک بناؤ، مشکیزہ بناؤ، پکھال بناؤ سب کے لئے حلال، شرط صرف یہ ہے کہ بنانے والا حنفی ہو۔[1]

ناظرین کرام !خدا لگتی کہنا میں نے جو مسئلہ نمبر ۸ میں لکھا تھا اس میں کوئی مبالغہ تو نہ تھا ؟ دیکھئے کھلے الفاظ میں حرام جانوروں کے جسم کی تمام چیزوں کو جبکہ ان پر چھری پھیر لی جائے پاک مان لیا گیا اور عالمگیری کوئی

---

[1] فتاویٰ قاضی خان ج ا ص : ۱۰ میں ہے "مايطهر جلده بالدباغ يطهر لحمه بالذكوة"

معمولی کتاب تو نہیں، وہ تو جناب عالی پانچ سو فقہاء کی عرق ریزی کا نتیجہ اور دماغ سوزی کا مربہ ہے، جس پر بادشاہ عالمگیر کا دو لاکھ سے اوپر اوپر روپیہ صرف ان علماء کی تنخواہوں پر صرف ہوا ہے، اور سنئے حنفی مذہب کی معتبر کتاب مراقی الفلاح مصری ج ۱ ص : ۹۲ میں ہے "کالمیتة اذا صارت ملحا والقذرة ترابا اورمادا"[1] یعنی مردہ جانور اگر نمک بن گیا اور پاخانہ اگر مٹی یا راکھ ہو گیا تو یہ مردار جانور اور یہ پلیدی اور گندگی سب پاک ہے،[2]

کہو حنفی بھائیو! اب تک یہ مسائل آپ کو گھناؤنے تو نہیں معلوم ہوتے؟ کیا آج کے بعد بھی حنفی کہلوانا پسند ہی کرتے رہو گے؟

اے حنفی مذہب کے علمبردار عالمو! آج تمہیں کھلے الفاظ میں اپنے مذہب کی کتابوں کے یہ فیصلے پڑھ کر بھی شرم نہیں آتی؟ یہ راز طشت از بام ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی آپ کو خیال نہیں آتا کہ اب تو عہدِ عتیق کی ان کتابوں کی تجدید و تبدیل کر لیں، **حنفی مذہب کے مولویو!** کیا کوئی ضعیف حدیث بھی اس امر پر پیش کر سکتے ہو کہ صرف چھری پھیر لینے سے کتے کی کھال، ہڈی، بھیجا، بال، ناخن، دانت وغیرہ سب پاک ہو گئے، سنو! حدیث شریف میں ہے "لا تنتفعوا من المیتة باھاب"[3] یعنی مردار کے چمڑے سے فائدہ نہ اٹھاؤ، خود آپ کے فقہاء نے بھی اس حدیث کے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں کہ حلال جانوروں کی کھالوں سے بھی جبکہ وہ اپنی موت آپ مر گئے ہوں دباغت سے پہلے فائدہ اٹھانا جائز نہیں، پھر حرام

---

۱ بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۸۶، موجودہ نسخہ میں قذرۃ کے بجائے عذرۃ ہے

۲ فتاوی قاضی خاں ج ۱ ص : ۱۱ میں ہے "الحمار اذا وقع فی المملحة وصار ملحا کان الکل ظاھرا حل اکلہ فی قول محمد"

۳ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۴

جانوروں کے چمڑے ہی نہیں بلکہ ان کی تمام چیزوں سے فائدہ اٹھانا جائز کیسے ہو گیا ؟ کوئی ملا صاحب یہ نہ کہدیں کہ ہمارے فقہاء کرام نے پاک بتلایا ہے لیکن استعمال جائز نہیں کہا، کیونکہ آپ کے مذہب کی کتاب شامی ج ا ص : ۳۵۷ میں ہے "معنی طهر جاز استعماله" یعنی پاک ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ استعمال جائز ہے۔

مسلم بھائیو سنو! قرآن پاک نے تو تمام خبیث چیزیں حرام اور نجس قرار دی تھیں "یحرم علیهم الخبائث"[1] کہہ دیا تھا پھر تم کیوں الٹ پلٹ کرنے بیٹھ گئے ؟ یونہی کیا اسلام کو بدنام کرنے والے کم ہیں جو آپ نے ان میں اضافہ کرنا چاہا۔

دسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۸ میں ہے "لیس الکلب بنجس العین عند الامام" یعنی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کتا نجس العین نہیں یعنی وہ خود سارا کا سارا ناپاک نہیں" اس کی دلیل حنفی مولوی صاحب نے یہ دی ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے نجس نہیں کہتے ، میں کہتا ہوں بالفرض اگر یہ دونوں بزرگ بھی اس طرف ہوں تو آپ کو فائدہ نہیں اور ہمیں کوئی نقصان نہیں، ہم پر جس طرح امام ابو حنیفہؒ کا قولِ محض حجتِ شرعی نہیں اسی طرح ان دونوں بزرگوں کا بھی، اور پھر میں کہتا ہوں کہ ان بزرگوں پر آپ محض تہمت باندھ رہے ہیں ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی تبویب میں ہر گز ہر گز کتے کو پاک نہیں کہا بلکہ باب میں حدیث لائے ہیں کہ کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہئے ، رہا امام المحدثین کا اپنی صحیح میں قولِ زہری[2] وارد

۱۔ الاعراف ۷ آیت ۱۵۷

۲۔ قال الزهری "اذا ولغ فی اناء لیس له وضوء غیره یتوضا به" بخاری ج ا ص : ۲۹

کرنا اگر اس سے کسی کو شبہ ہوا ہو تو میں کہوں گا یہ قول بھی کتے کی پاکیزگی پر دلالت نہیں کرتا اس میں یہ قید موجود ہے کہ اور پانی نہ ہو تو اسی پانی سے وضو کرلے جسے کتے نے جھوٹا کیا ہے، پس یہ قید خود بتلا رہی ہے کہ وہ پاک نہیں ورنہ اس قید کی ضرورت ہی کیا تھی؟ پھر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ساتھ ہی اس کے خلاف حضرت سفیان کا تیمّم کا فتویٰ نقل کیا ہے، پھر حدیث لاکر صاف کردیا کہ جب کتے کے جھوٹے برتن کو بھی سات دفعہ دھونے کا حکم ہے تو پھر اس کے اندر کا پانی کیسے پاک رہ گیا؟ اور جب اس کا جھوٹا ناپاک تو وہ خود کیسے پاک ہوگیا؟ پھر کس قدر جرأت ہے کہ اپنے مذہب کے ایک خوفناک، ذلیل، مکروہ اور گندے مسئلہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایک بڑی جلیل الشان ہستی کا نام بھی لے دیا۔ اسی طرح حضرت امام مالکؒ کا نام جو آپ نے لکھا ہے اور فتح الباری کا حوالہ دیا ہے افسوس اسی فتح الباری سے آپ نے یہ نقل نہ فرمایا "وعن مالك رواية بانه نجس"[1] یعنی حضرت امام مالکؒ سے کتے کے نجس ہونے کی روایت مروی ہے، علاوہ ازیں شاید جناب نے اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ امام ابن حجر نے فتح الباری میں کتے کے نجس نہ ہونے کا قول تو مالکیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور نجس ہونے کی روایت امام مالک سے مروی بتلائی ہے اور مالکیوں کا مذہب الگ چیز ہے اور قولِ مالک الگ چیز ہے۔

ہاں البتہ امام ابو حنیفہ کتے کے پاک ہونے کے یا کم از کم کہہ لیجئے کہ نجس العین نہ ہونے کے قائل ضرور ہیں، چنانچہ عالمگیری مصری ج ۱ ص: ۱۹ میں ہے

---

[1] دیکھئے فتح الباری ج ۱ ص: ۳۳۱

”والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین“ یعنی صحیح بات مذہب حنفی میں یہی ہے کہ کتا نجس العین نہیں، اب جناب کتے کے نجس ہونے کی صاف دلیل سنئے، جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک گھر میں دعوت کی گئی آپ نے قبول فرمالی دوسرے گھر میں دعوت کی گئی آپ نے انکار کر دیا لوگوں نے پوچھا حضور ﷺ یہ کیوں؟ فرمایا ان کے گھر کتا ہے لوگوں نے کہا حضرت جس گھر میں دعوت آپ نے قبول فرمالی ہے وہاں بھی تو بلی ہے آپ نے فرمایا وہ نجس نہیں، اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ کتا نجس ہے۔[1]

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ثمن الکلب خبیث وھو اخبث منه“[2] یعنی کتے کی قیمت نجس ہے اور وہ خود اس سے بھی زیادہ نجس ہے، یہ دونوں حدیثیں کتے کی نجاست کی صاف دلیلیں ہیں، مگر باوجود اس کے حنفی مذہب کتے کو نجس نہیں مانتا، طحطاوی ج ۱ ص: ۱۸ میں ہے ”انه طاهر العین“ یعنی ٹھیک بات یہی ہے کہ کتا طاہر العین ہے یعنی خود پاک ہے، مراقی الفلاح ج ۱ ص: ۲۲ میں ہے ”انه غیر نجس العین“ یعنی وہ نجس العین نہیں، اور در مختار ج ۱ ص: ۳۸ میں ہے ”وعلیه الفتویٰ“ یعنی فتویٰ اسی پر ہے کہ کتا نجس العین نہیں، اور رد المحتار ج ۱ ص: ۳۶۲ میں ہے ”ھو کغیرہ من الحیونات“ یعنی کتا بھی مثل اور چوپائے جانوروں کے ہے۔

گیارہواں مسئلہ: درمختار ج ۱ ص: ۳۸ میں ہے ”یتخذ جلده مصلیٰ“ یعنی کتے کی کھال کی جانماز بنانی بھی جائز ہے۔

۱- دار قطنی بحوالہ مشکوۃ ص: ۳۸۷

۲- کنز العمال ج ۲ ص: ۵۰۴

بارہواں مسئلہ : در مختار ج ۱ ص: ۳۸ میں ہے "ودلوا" یعنی کتے کی کھال کا ڈول بنانا بھی جائز ہے "ان دونوں کے جواب میں حنفی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ "جب کھال بعد دباغت پاک ہو جاتی ہے تو اس کی جانماز یا ڈول بنانے میں کیا مضائقہ ؟

ارے جناب! ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حنفی مذہب میں کتے کی کھال کا ڈول بنانا، کتے کی کھال کی جانماز بنانی، اس میں پانی بھر کر اس سے وضو کر کے اس کی کھال بچھا کر اوڑھ کر نماز پڑھنا بیشک جائز ہے بلکہ بیچنا اجرت پر دینا لینا، قیمت لینا، اسے اٹھائے ہوئے نماز پڑھنا، اسکی ہڈیوں کی مالا پہننا اس کے دانت اور ناخن کے ہار بنا کر گلے میں حمائل کرنا اس کا گوشت جیب میں ڈال کر نماز پڑھنا غرض اس کے تمام اجزاء محض چھری پھیر لینے کے بعد پاک ہیں، یہ تو ہے حنفی مذہب، البتہ یہ مذہب اہل حدیث کا ہے کہ کتا بالکل ناپاک خواہ چھری پھیر و خواہ دباغت دو وہ ناپاک ہی ناپاک ہے بلکہ کتا تو اتنا ناپاک ہے کہ حدیث میں ہے کہ اس کا چاٹا ہوا برتن ایک مرتبہ نہیں جب تک سات مرتبہ نہ دھولے تب تک پاک نہیں ہوتا، [1]

اب برادران احناف خود فیصلہ کر لیں کہ انہیں وہ مذہب پسند ہے یا یہ ؟ حنفی مذہب کی کتاب مراقی الفلاح، ج ۱ ص: ۹۰ میں ہے " فتجوز الصلوة فيه وعليه والوضوء منه" یعنی کتے کی دباغت دی ہوئی کھال کی جانماز بنا کر، کتے کی کھال کے ڈول میں پانی لے کر، اس سے وضو کر کے نماز پڑھنی جائز ہے، در مختار ج ۱ ص: ۳۸ میں ہے " فيباع ويؤجر

---

[1] بخاری ج ۱ ص: ۲۹

ویضمن "یعنی کتے کی تجارت کرنا اسے اجرت پر دینا قیمت لینا کسی سے گم ہو جائے تو اسے تاوان دینا اور اس سے تاوان لینا وغیرہ سب جائز ہے، گو حنفی مذہب میں کتا مثل بکری کے ہے کتے کے پلے کو بغل میں دبا کر، بڑے کتے کو سر پر اٹھا کر نماز پڑھنی بھی اسی کتاب کے اسی صفحہ میں جائز لکھی ہے، بلکہ اسی کتاب در مختار کی جلد ۲ ص: ۲۳۱ کتاب الذبائح میں لکھا ہے" وان ینزکلب فوق عنز" یعنی کتے نے بکری سے جفتی کی جس سے بچہ ہوا اور اس کا سر کتے جیسا ہے اگر وہ بچہ کٹی کھالے تو حلال ہے سر کو نہ کھائیں دھڑ کھالیں اس صورت میں کہ سر اس کا کتے جیسا ہو۔ اور فتاوی قاضی خان ج ۱ ص: ۱۰ میں ہے" اذا صلیٰ علی جلد کلب اوذئب قد ذبح جازت صلوٰته" یعنی کتے اور بھیڑیئے کی کھالوں پر جب کسی نے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز جائز ہے جبکہ انہیں ذبح کر دیا گیا ہو، بلکہ پہلے حنفی مذہب کے فتاوے گذر چکے ہیں کہ یہی حکم ہر ایک درندے کی کھال کا ہے۔

تیرہواں مسئلہ : در مختار ج ۱ ص: ۳۸ میں ہے" ولواخرج حیا ولم یصب فمه الماء لایفسد ماء البیر" یعنی اگر کنویں میں کتا گر پڑا اور زندہ نکال لیا گیا ہے اور اس کا منہ پانی کو نہیں لگا تو کنویں کا پانی نہیں بگڑتا" اس کے جواب میں حنفی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب اس کی دبر پر نجاست نہ لگی ہو، میں کہتا ہوں در مختار میں یہ قید نہیں، اور آپ نجاست کو اتنا برا کیوں مانتے ہیں؟ سنئے اسی کتاب کی شرح رد المحتار ج ۱ ص: ۳۶۳ / میں ہے" وقعت علیٰ راسه حمام نجس جازت صلوٰته" یعنی نمازی کے سر پر حالت نماز میں نجاست میں لتھڑا ہوا کبوتر

آبیٹھا تو اس کی نماز جائز ہے، بلکہ یہ بھی ہے کہ اسی طرح اگر کوئی نجس کپڑوں والا بچہ گود میں بیٹھ جائے جب بھی نماز ہو جائے گی،[1] آپ نے اہل حدیث کو جو پانی کے مسئلہ میں الزام دیا ہے اس کی نسبت گذارش ہے کہ اہل حدیث کے مذہب میں صحیح حدیث کے مطابق جو پانی رنگ یا مزہ یا بو بدلنے سے پہلے ناپاک نہیں ہوتا وہ وہ پانی ہے جو کم از کم قلتین ہو اور جناب کے ہاں اس کی کوئی قید نہیں اگر زمین کے کسی گڑھے میں یونہی سا پانی ہو اور ایک کتا منہ اونچا کئے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہا ہو مل دل کر غسل کر رہا ہو تو آپ تو اپنے مذہب کے مطابق اس میں سے پانی پی لیں گے نہالیں گے وضو کر لیں گے اس پانی سے ہنڈیا پکالیں گے کپڑے دھولیں گے لیکن ہم اہل حدیث ایسا نہیں کر سکتے، پس ان حدیثوں سے اور اہل حدیث کے مذہب سے آپ کو کیا سروکار؟ آپ کے مذہب کی اعلیٰ کتاب مراقی الفلاح ص: ۲۱ میں ہے " لم یصل فمه الماء لاینجس " یعنی کتا گر پڑا اور زندہ نکال لیا گیا اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہونچا تو اس گڑھے کا پانی نجس نہیں، یہ تو ہوا حنفیوں کے پینے کے پانی کا حکم، اب کھانے کی کیفیت سنئے، قاضی خاں ج ا ص: ۱۴ میں ہے

" بعرالفارة اذا وقع فی حنطة وطحنت الحنطة لابأس بأكل الدقیق[2] " یعنی گیہوں میں چوہے کی مینگنیاں جب پڑ جائیں اور پھر گیہوں پیس لئے جائیں تو اس آٹے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، یہ ہوئی حنفیوں

---

[1] لوجلس علی حجر؛ صبی ثوبه نجس........ جازت صلوته" فتاوی ظہیریہ بحوالہ رد المحتار ج ا ص: ۳۶۳۔

[2] رد المحتار ج ا ص: ۵۲۳ میں ہے "ولو طحن بعر الفارة مع الحنطة ولم یظهر اثره یعفی عنه للضرورة "اور فتاوی عالمگیری ج ا ص: ۲۹ میں ہے "بعرة الفارة فی وقر الحنطة فطحنت والبعرة فیها اذا وقعت فی وقر دهن لم یفسد الدقیق والدهن مالم یتغیر طعمهما "

کے کھانے کی روٹی، اب سالن کی کیفیت ملاحظہ ہو، اسی کتاب کے ص : ۱۲ میں ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں گوشت شراب میں پکایا گیا پھر اسے پاک پانی میں تین مرتبہ جوش دے لیا گیا تو پاک صاف ہو جائے گا، "اللحم اذا طبخ بالخمر ......يغلى اللحم فی الماء الطاهر ثلاثا فيطهر" پس کتے والا پانی پینے کو، مینگنیوں والی روٹی کھانے کو اور شراب والا گوشت سالن کو[1]، اور سنئے منیۃ المصلی ص : ۸۹ / میں ہے" الكلب اذا اكل بعض عنقود العنب يغسل مااصاب فمه ثلاثا ويوكل وكذا يغسل بعد مايبس العنقود"یعنی انگور کے ایک خوشے میں سے کچھ کتے نے کھالیا باقی جو بچ رہے ان پر جہاں اس کا منہ لگ گیا ہے تین دفعہ پانی سے دھوڈالے پھر کھالے سنئے یہ کھانے پینے کے بعد فروٹ مل رہا ہے، جناب مولوی صاحب نے اس نمبر ۱۳ کے مسئلے میں بھی کچھ اور نام گنوادیئے ہیں اس کا جواب تو بارہا ہو چکا کہ ہم پر امتیوں کے اقوال حجت نہیں"

چودھواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۸ / میں ہے" ولاالثوب بانتفاضه " یعنی بھیگے ہوئے کتے نے اگر پھریری لی اور اس کی چھینٹیں کپڑوں پر آئیں تو کپڑا ناپاک نہیں ہوتا" مطلب یہ ہوا کہ ایک کتا کیچڑ پانی میں بیٹھا ہوا تھا وہ اٹھا اس کا بدن لت پت ہو رہا ہے اس نے ایک جھرجھری لی پاس ہی ایک حنفی شخص کھڑا ہوا تھا اس کے بدن پر اور اس کے کپڑوں پر وہ چھینٹیں پڑیں وہ انہی کپڑوں اور اسی بدن سے بے نہائے اور بے دھوئے نماز پڑھ سکتا ہے اور پڑھا بھی سکتا ہے بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ زندہ کتے کے بال اور اس کی کھال یعنی بدن بھی پاک ہے"اس مسئلہ کو بھی ہمارے

[1] در مختار ص : ۵۶ میں ہے"ولحم طبخ بخمر بغلی وتبريد ثلثا"

دوستوں نے تسلیم کرلیا ہے خود تو کوئی دلیل نہیں دی ہاں ہم سے اس کے خلاف دلیل مانگ رہے ہیں ، سنئے جناب ! بھیگے ہوئے کتے نے جب جھرجھری لی اور بدن جھاڑا تو اس کے بدن کی، اس کے منہ کی، اس کی دبر کی، ناک کی غرض سارے بدن کے چھینٹیں آئیں گی اور اس کے ناپاک ہونے میں کسی کو شک ہی کیا ہے ؟ رہا حنفی مذہب تو اسے ان چھینٹوں کی کیا پرواہ ہوگی جبکہ وہاں مسئلہ ہے کہ اگر نجاست خفیفہ سے کپڑا یا بدن چوتھائی سے کم آلودہ ہو گیا ہو تو نماز پڑھ لینی جائز ہے۔[1]

مراقی الفلاح مصری ج ا ص : ۹۰ / عالمگیری مصری ج ا ص : ۲۲ / میں ہے "بول الخفاش وخرء ه لایفسد الماء والثوب "یعنی چمگادڑ کی بیٹ اس کا پیشاب پانی میں پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا کپڑوں پر پڑے تو کپڑے بھی پاک ہی ہیں۔[2]

ناظرین کرام! ایک ستم ظریفی اور سنئے کہ کتے کی چھینٹیں، چمگادڑ کی بیٹ و پیشاب وغیرہ تو کپڑوں کو ناپاک نہ کریں لیکن خدا کی راہ میں جو اولیاء اللہ شہید ہو جائیں ان کے خون کی چھینٹیں اگر کسی کے کپڑے پر پڑ جائیں تو وہ کپڑا بالکل ناپاک ہو گیا، چنانچہ فتاوی قاضی خان ج ا ص : ۱۱ میں ہے "ان اصاب دم الشهيد ثوب انسان افسده "یعنی شہید کا خون کسی انسان کے کپڑے پر لگ گیا تو وہ کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے، کتے کی چھینٹیں پاک اور خون شہداء کے قطرے ناپاک ؟ اسی قاضی خاں کے اسی صفحہ میں ہے یعنی

۱۔ بحوالہ درمختار ج ا ص : ۵۵

۲۔ اور منیۃ المصلی میں ہے "خرء الخفاش وبوله لایفسد"

(فتاوی قاضی خان ج ا ص ۱۱) "اذا نام الکلب علی حصیر المسجد ان کان یابسا لم یتنجس وان کان رطبا لم یظهراثر النجاسة فیه فکذالك" یعنی تر جسم والا پانی میں بھیگا ہوا کتا مسجد کی چٹائی یا بوریہ پر آسویا اگر ناپاکی کا اثر بوریئے یا چٹائی پر نہ پایا جائے تو وہ بھی نجس و ناپاک نہیں، [1] اور اس پر بھی تعجب نہ کیجئے، در مختار ج ا ص : ۳۶ پر ہے "لالووقع فیه فمات" یعنی کسی بڑے حوض میں اگر کوئی کتا گر پڑے اور مر جائے تو بھی اس حوض کا پانی ناپاک نہیں، جبکہ اوپر سے جما ہوا ہو بلکہ ہدایہ ج ا ص : ۴۷ میں ہے " قدر الدرهم" یعنی انسان کا پیشاب، گدھے کا پیشاب وغیرہ اگر ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر، وزن میں ایک مثقال کپڑے پر یا بدن پر لگا ہوا ہو یا پاخانہ اتنا لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی اور ص : ۶۷ میں ہے کہ حرام پرندوں کی بیٹ اس سے زیادہ لگی ہوئی ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔

پندر ہواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۸ میں ہے "ولا بعضه مالم یر ریقه" یعنی کتے نے اگر کپڑے پر کاٹا جب تک اس کا تھوک نہ دیکھا جائے وہ بھی پاک ہے، اس کو بھی معترض صاحب مانتے ہیں دلیل کچھ نہیں دیتے صرف ایک نام اور لکھ دیتے ہیں کہ فلاں نے بھی یہی لکھا ہے میں کہتا ہوں ہمارے نزدیک اگر اس فلاں کی بات حجت ہوتی تو صاحب در مختار کی بات بھی حجت ہوتی،

---

[1] اور منیۃ المصلی ص : ۸۹ میں ہے " اذا مشی الکلب علی الثلج والثلج رطب وان کان الثلج جامدا فهو طاهر"

اے جناب! صرف خدا کے بندوں اور صرف رسول ﷺ کے تابعداروں سے آپ قیامت تک یہ امید نہ رکھئے کہ وہ فلاں اور فلاں کی بات کو بھی دین و مذہب میں داخل کرلیں گے اور آپ کے مذہب میں کتے کا کاٹنا تو کہاں؟ سنئے مراقی الفلاح، ج ا ص: ۸۴/ میں ہے "وعفی رشاش بول ولومغلظا وان امتلأ منه الثوب والبدن[1]" یعنی پیشاب کے باریک چھینٹے کپڑے یا بدن پر خواہ کتنے ہی پڑے ہوئے ہوں یہاں تک کہ کپڑا یا بدن بھر گیا ہو لیکن پھر بھی کوئی حرج نہیں کپڑا بھی پاک، بدن بھی پاک ہی رہے گا۔

شامی ج ا ص: ۳۶۵ میں ہے "لوزعف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفه جاز للاستشفاء[2]" یعنی اگر کسی کی نکسیر پھوٹتی ہو تو اسے بطور علاج سورہ فاتحہ الحمد شریف کو اپنی پیشانی پر اور ناک پر خون سے لکھنا جائز ہے اور اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "وبالبول ایضا ان علم فیه شفاء لاباس به" یعنی پیشاب سے لکھنا بھی جائز ہے،

حنفی دوستو! کیا اب بھی حنفی مذہب میں رہو گے جو مذہب قرآن شریف کا خون سے اور پیشاب سے لکھنا بھی جائز بتلائے، میں پھر ایک مرتبہ آپ سے صدق دل سے کہتا ہوں کہ خدارا ان مختلف ہستیوں کے ہاتھ سے اپنی نکیل چھڑالو اور قرآن حدیث کے پاک صاف اور یکطرفہ سچے اور اچھے پاک اور طیب فرمان کے سامنے جھک جاؤ،

فتاویٰ عالمگیری ج ا ص: ۲۹ میں اس مسئلہ کو اور واضح کر کے لکھا ہے لکھتے

---

[1] بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص: ۸۴۔

[2] موجودہ نسخہ میں "لورعف" کے بجائے "لوعرف" ہے

ہیں "الکلب اذا اخذ عضو انسان اوثوبه لایتنجس مالم یظهر فیه اثرالبلل راضیا کان اوغضبان" (عالم گیری ج اص: ۲۹)
یعنی کتا خواہ خوشی خوشی کاٹے تو اور خواہ غصے سے کاٹے جب بھی کپڑا اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تھوک کا نشان بالکل صاف نظر نہ آئے۔[1]

سولھواں مسئلہ : درمختار مصری ج ۱ ص: ۳۸ / میں ہے "ولاصلوٰۃ حامله ولوکبیرا" یعنی اگر بڑے کتے کو بھی اٹھا کر لئے ہوئے نماز پڑھے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، معترض صاحب نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو لئے ہوئے نماز پڑھی ہے،

سمجھ دار حنفی بھائیو! آپ کے زندہ ضمیر سے اپیل ہے للہ انصاف کرو کہاں حضور ﷺ کا اپنی نواسی کا اٹھانا کہاں ان حنفیوں کا کتے کو اٹھانا؟ یہ ہے بیجا حمایتِ مذہبی کا مظاہرہ کہ رسول اللہ ﷺ کی نواسی پر کتے کا قیاس کیا جاتا ہے بلکہ اسی کتاب کے ص: ۸۹ / میں لکھا ہے "ولواستعطف کلبا" یعنی کتے کے چمکارنے سے بھی نماز نہیں بگڑتی، شرح درمختار مسمی بہ ردالمحتار ج ا ص: ۳۶۳ / میں ہے کہ کتے کے پلے کو آستین میں لیکر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی حالانکہ کتے کی ناپاکی حدیث سے صاف ظاہر ہے اور ہم پہلے اس کی دلیلیں مسئلہ نمبر ۱۰ میں بیان کر آئے ہیں ص: ۸۹ ہی میں ہے

---

[1] منیۃ المصلی ص: ۸۹ میں ہے "الکلب اذا اخذعضو انسان اوثوبه لایتنجس مالم یظهر فیه اثر البول سواء کان الکلب راضیا اوغضبان"

"اوساق حمارا" یعنی نمازی اپنی نماز کی حالت میں گدھے کو ہانکے اور چلائے تو بھی اس کی نماز خراب نہیں ہوتی،

برادران! میں یہاں آپ کی توجہ ایک اور امر کی طرف مبذول کرانی چاہتا ہوں کیا عجب کہ پروردگار عالم میرے کسی بھائی کو اس سے ہدایت دیدے، یہ تو آپ نے سن ہی لیا کہ حنفی مذہب میں کتے کو اٹھا کر اگر کسی نے نماز پڑھی تو اس کی نماز ہو گئی، اب یہ بھی سن لیجئے کہ اسی کتاب کے ص: ۹۰ میں ہے "وقرأ ته من مصحف ای مافیه قرآن مطلقا" یعنی اگر قرآن اٹھا کر اسے دیکھ کر قرأت کرے تو نماز فاسد ہو گئی، یہ اچھا انصاف ہے کہ اگر کتے کو اٹھا کر نماز پڑھے تو ہو جائے لیکن قرآن اٹھا کر پڑھے تو نہ ہو، کتے کو چمکارنے اور گدھے کو ہانکنے سے نماز میں خلل نہ آئے اور قرآن کو دیکھ کر قرأت پڑھنے سے نماز باطل ہو جائے،

منصف دوستو! خدارا انصاف کرو دیکھو یہ مذہب کا معاملہ ہے یہاں تو اصلاح کر سکتے ہو لیکن وہاں جہنم کی آگ نہیں بجھا سکتے، یہاں غیر مقلد وہابی وغیرہ کوئی کہہ دے تو حرج نہیں لیکن اگر وہاں جہنمی بن گئے تو فرمائیے پھر کیا ہوگا؟ ہاں میرے بھائیو! اور سنو آپ کے یہ ملا مولوی چونکہ آپ کو تقلید کی بھول بھلیاں سے نکالنا نہیں چاہتے اس لئے جو پٹیاں انھوں نے مقلدین کی آنکھوں پر چڑھا رکھی ہیں انہیں اتارنا پسند نہیں کرتے اپنی کساد بازاری کے خوف سے اس تقلیدی جھنجھٹ میں ہی آپ کا رہنا پسند کرتے ہیں اسی لئے باوجود جاننے کے محض ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہیں، حضرت امامہؓ کے اٹھانے کی حدیث وارد کر کے کتے کے اٹھانے کے

جواز کی دلیل تو آپ کے سامنے رکھ دی ہے مگر کیا مجال کہ خود وہ بھی اس حدیث کو مان لیں حنفی مذہب تواسے مکروہ بتلاتا ہے اسی کتاب کے ص : ۹۳ / میں ہے "وحمل الطفل " یعنی بچے کو اٹھا کر اسے گود میں لیکر نماز پڑھنی مکروہ ہے ،

بھائیو! غور کرواور دیکھو کہ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ انسان کے بچے کو لیکر نماز پڑھنے سے تو مکروہ لیکن کتے کے پلے کو لیکر نماز پڑھے تو جائز، قرآن اٹھا کر نماز پڑھنی ناجائز لیکن کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنی پڑھانی جائز،، معترض صاحب نے ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ یہ جواز اس وقت ہے جبکہ کتے کا منہ بندھا ہوا ہو، میں کہتا ہوں یہ بھی مولوی صاحب کی غلطی ہے، اسی کتاب کی شرح شامی کے ج ۱ ص : ۳۶۲ میں ہے " والاشبه اطلاق الجواز " یعنی منہ باندھنے کی قید ٹھیک نہیں، مزید لطف کی بات سنئے مراقی الفلاح مصری ج ۱ ص : ۲۰۰ میں ہے " ولاتبطل صلوته بنظره الی فرج المطلقة[1] " یعنی نمازی اگر حالت نماز میں عورت کی شرمگاہ کو شہوت کی نظر سے دیکھے تو بھی نماز باطل نہیں ہوتی، اور اسی کتاب کے ص : ۱۷۴ میں ہے کہ اگر قرآن دیکھے اور جو یاد نہ ہو اسے نماز میں پڑھے تو نماز باطل ہو جائے گی[2]

سن لیا جناب نے کہ شرمگاہ دیکھ کر شہوت ہونے سے نماز باطل نہ ہوئی

۱ــ او الاجنبية يعنى فرجها الداخل بشهوة " بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۱۸۸ اور حنفی مذہب میں شہوت کی حدیں بتائی گئی ہے " وحد الشهوة ان تنتشر الآلة ويزداد انتشار ها ان كانت منتشرة قبل وفى المرأة والشيخ الفانى ميل القلب " اور آگے لکھتے ہیں " تثبت به حرمة المصاهرة فى الاجنبية " (بحواله مذكور)

۲ــ بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۱۷۴ (اشرفی بک ڈپو دیوبند)

اور قرآن دیکھ کر پڑھنے سے نماز باطل ہوگئی،[1]
اور عالمگیری ج ۱ ص : ۶۴ میں ہے "لونظر فی کتاب من الفقه فی صلوٰته وفهم لاتفسد صلوٰته بالاجماع "یعنی اگر نماز پڑھتے ہوئے فقہ کی کسی کتاب کو دیکھا اور سمجھا بھی تو تمام حنفی المذہب فقہاء کا اجماع ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، اس اندھیر کو خیال فرمائیے کہ قرآن دیکھا اور پڑھا تو نماز فاسد، لیکن فقہ کی کتاب دیکھی پڑھی اور خوب مطلب ومعنیٰ بھی سمجھ لیا تو نماز فاسد نہیں، یہ ہیں حنفی مذہب کے مسائل، ساتھ ہی یہ بھی نہ بھولئے کہ ان حضرات کے دل میں قرآن کریم کی کیا قدر ہے اور فقہ کی کیا کچھ عزت ہے؟

سترہواں مسئلہ : درمختار ج ۱ ص : ۳۸ میں ہے "وطهارة شعره" یعنی کتے کے بال حنفی مذہب میں بالاتفاق پاک ہیں" اسے بھی ہمارے مولوی صاحب مانتے ہیں اور بکری کے بالوں پر قیاس کرتے ہیں، کتے کو بکری پر قیاس کرنا ایسے مجتہدین اور ان کے ہم خیال حضرات کو مبارک ہو، کتا بکری جس اندھیر نگری میں یکساں وہاں کے بسنے والے انسان خدا جانے کس دل گردے کے ہونگے؟ ہم پہلے وہ دلائل بیان کر آئے ہیں جو کتے کے ناپاک ہونے کے ہیں، جب کتا ناپاک اور نجس ہے تو اس کے بال بھی اس کے اپنے ہیں، لیکن حنفی مذہب تو ان بالوں کو سینے سے لگائے رہتا ہے چنانچہ عالمگیری ج ۱ ص : ۲۹ میں ہے " اذا جعلت التكة من شعركلب لا بأس به "یعنی کتے کے بالوں کے بٹن اور گھنڈیاں بنالو تو کوئی حرج نہیں،

[1] فتاوی قاضی خان ج ۱ ص : ۶۴ میں ہے "اذا قرالمصلی من المصحف فسدت صلوٰته فی قول ابی حنیفة

ناظرین کرام! کتے کے بالوں کی پاکیزگی کا فتویٰ سن کر آپ چونک نہ پڑیں حنفی مذہب میں تو سور کے بال پاک ہونے کا فتویٰ بھی موجود ہے، چنانچہ شامی ج ۱ ص: ۳۶۰/ میں ہے "انه عند محمد طاهرلضرورة استعماله ای للخرازین" یعنی سور کے بال بھی امام محمد کے نزدیک پاک اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے "وعند محمد لاینجسه" یعنی امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑے سے پانی میں اگر سور کے بال پڑ جائیں تو وہ ناپاک نہیں ہوتا، بلکہ اسی صفحہ میں ہے[۱] کہ اگر ایک درہم سے کم سور کے بال اپنے ساتھ لے کر نماز پڑھے تو بھی حرج نہیں، اور مراقی الفلاح مصری ج ۱ ص: ۸۹ میں حنفی مذہب کا ایک قول یہ بھی ہے کہ چیل شکرا باز وغیرہ حرام پرندوں کی بیٹ بھی پاک ہے[۲]، اور ردالمختار ج ۱ ص: ۳۶۳ کے حاشیہ پر ہے "فلاخلاف فی طهارة شعره حیا ومیتا" یعنی حنفی مذہب میں بالاتفاق کتے کے بال پاک ہی ہیں، زندہ کتے کے بھی اور مردہ کتے کے بھی، مسئلہ نمبر ۷ سے ۱۷ تک ایک نظر دوبارہ ڈال جائیے اور دیکھئے کہ کتے کے پاک کرنے کے لئے کیا کیا ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور کیسی کچھ شیفتگی کتے سے ظاہر کی ہے[۳] اب اور سنئے۔

اٹھارہواں مسئلہ : درمختار ج ۱ ص: ۳۸/ میں ہے کمار خص الخمر للعطشان" یعنی پیاسے آدمی کو رخصت ہے کہ شراب پی لے، یہ مسئلہ ہمارے حنفی مولوی صاحب کو کچھ ناگوار خاطر گذرا اور آپ نے تحریر

۱۔ فلو صلیٰ ومعه منه اکثر من قدر الدرهم لاتجوز

۲۔ بحوالہ حاشیۃ الطحاوی ص: ۸۴

۳۔ فتاوی قاضی خان ج ۲ ص: ۳۳۵ میں ھے "بیع شعرالخنزیر وبیع الکلب المعلم عندنا جائز

فرمایا ہے کہ یہ اضطرار کے وقت ہے اور دلیل اس پر یہ پیش کی ہے کہ لفظ عطشان مبالغہ کے لئے ہے، اس کا جواب سنئے اسی کتاب در مختار کی ج ۳ ص ۲۵۹ میں ہے۔ "اولخوف عطش" یعنی پیاس کے خوف کی وجہ سے شراب کا پی لینا جائز ہے۔

کہئے جناب! یہاں لفظ عطشان ہے ہی نہیں جو جناب تاویل کر سکیں یہاں تو صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ صرف پیاس کے خوف کے وقت بھی شراب کا پی لینا حنفی مذہب میں جائز ہے[1] اور پیاس ہی پر کیا موقوف ہے، سنئے آپ کے مذہب کی کتاب فتاویٰ قاضی خاں مصری ج ۱ ص : ۲۲ میں ہے "یغلی اللحم فی الماء الطاهر ثلاثا فیطهر[2]" یعنی جو گوشت شراب میں پکایا ہوا سے تین مرتبہ پاک پانی میں جوش دے لیا جاوے تو امام ابو یوسف کے نزدیک جو حنفی مذہب کے قاضی القضاۃ اور امام صاحب کے شاگرد رشید ہیں وہ گوشت پاک ہو جاتا ہے،

عالم گیری ج ۱ ص : ۲۷ میں ہے "الرغیف اذا القی فی الخمر ثم صار الخمر خلا فالصحیح انه طاهر اذا لم یبق رائحة الخمر" یعنی روٹی شراب میں ڈال دی جائے اور شراب سرکہ بن جائے تو ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے جبکہ بو نہ ہو اور اسی صفحہ میں ہے "اذا صب الخمر فی المرقة ثم الخل اذا صارت المرقة کالخل فی الحموضة طهرت" یعنی شوربے میں شراب ڈالی پھر سرکہ ڈالا اگر وہ

۱۔ در مختار ج ۲ ص : ۲۴۶ میں ہے "دل علیه جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربه"

۲۔ فتاوی ظہیریہ میں ہے "ولو صبت الخمر فی قدر فیها لحم ان کان قبل الغلیان یطهر اللحم بالغسل ثلثا وان بعده فلا وقیل یغلی ثلاثا کل مرة بماء طاهر ویجفف فی کل مرة وتجفیفه بالتبرید" بحوالہ رد مختار ج ۱ ص : ۵۴۴

مزے میں سر کے کی طرح کھٹا ہو توپاک صاف طیب و طاہر ہے، اچھا اب سنئے نہ اضطرار ہے نہ پیاس ہے نہ خوفِ پیاس ہے اور پھر بھی حنفی مذہب شراب پینے کی اجازت دیتا ہے گویا شراب مثل ماں کے دودھ کے ہے۔

ہدایہ ج ص : ۴۸۰ / (مطبوعہ رشیدیہ دہلی) کتاب الاشربہ میں ہے "مایتخذ من الحنطة والشعیرالعسل والذرة حلال عند ابی حنیفة ولایحد شاربه عنده وان اسکرمنه" یعنی گیہوں کی، جو کی، شہد کی، جوار کی شراب حلال ہے اس کے پینے والے کو حد بھی نہ مارنی چاہئے اگر چہ اسے نشہ بھی چڑھا ہو یہ فرمان خاص حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہے ص : ۴۸۱ میں لکھتے ہیں "نبیذالعسل والتین ونبیذ الحنطة والذرة والعشیر حلال ... عند ابی حنیفة "شہد کی انجیر کی گیہوں کی جوار کی جو کی شراب حلال ہے امام اعظم ابو حنیفہ کا فتوی یہی ہے اور ص : ۴۸۲ میں ہے" وهو حرام عندنا " یعنی شراب کے جس جام سے نشہ آئے وہی حنفی مذہب میں حرام ہے (یعنی نو جام کسی شرابی نے شراب کے چڑھائے نشہ نہیں چڑھا تو یہ حلال ہے البتہ دسواں جام جس سے نشہ چڑھ جائے حرام ہے۔ اور ص : ۴۸۱ میں ہے "وعصیر العنب اذا طبخ حتی ذهب ثلثاه وبقی ثلثه حلال وان اشتد وهذا عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد وما لك والشافعی حرام وهذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی"

یعنی انگور کی شراب جس کا شیرہ پکنے میں دو تہائی جل گیا ہو اور ایک تہائی رہ گیا ہو تو وہ شراب بھی پی لینی حلال ہے مگر قوت حاصل کرنے لئے پئے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کا یہی مذہب ہے۔

ہدایہ ص : ۴۸۳ / میں ہے "اذا تخللت الخمر حلت سواء صارت

خلا بنفسها اوبشئی یطرح فیها ولایکره تخلیلها" یعنی شراب سرکہ بن جائے تو حلال ہے چاہے خود سرکہ بن جائے یا کسی چیز کے ڈالنے سے سرکہ بن جائے اور اس کا سرکہ بنانا بھی مکروہ نہیں ، اور اسی صفحہ میں ہے "لوالقی الدردی فی الخل لابأس به[1] لانه یصیر خلا " یعنی اگر شراب کی تلچھٹ سرکہ میں ڈال دے تو کوئی حرج نہیں ، سنا آپ نے گیہوں کی، جو کی، شہد کی ،جوار کی، انجیر کی شراب، سرکہ بنی ہوئی شراب، سرکہ میں پڑی ہوئی شراب، سب حلال ہیں، اور در مختار ج ۲ ص : ۲۶۰ میں ہے "نبیذالتمر والزبیب ان طبخ اوفی طبخة یحل شربه وان اشتد وهذا اذا شرب منه بلا لهووطرب" یعنی تر کھجور کی خشک کھجور کی کشمش کی نبیذ جبکہ کچھ پکائی جاوے تو اس شراب کا پی لینا بھی حلال ہے مگر لہو ولعب کے طور پر پیئے، پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں " الخلیطان من الزبیب والتمر" یعنی کھجور اور کشمش ملی جلی کی شراب بھی اسی طرح حلال ہے، پس یہ بارہ قسم کی شراب ہوئی جو حنفی مذہب میں حلال ہے ، اور در مختار ج ۲ ص: ۲۶۰ میں ہے "والحلال منها اربعة انواع" اور ص : ۲۵۹ میں ہے" والمحرم منها اربعة انواع" یعنی اصطلاح میں شراب کہتے ہیں نشہ والی چیز کو، اس نشہ والی شراب میں سے چار قسم کی تو حرام ہے اور چار قسم کی حلال ہے.

اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے شراب کو حلال کر کے ہی چھوڑا اور صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ شراب جو نشہ لائے اس کی آٹھ قسمیں ہیں جن میں سے چار حلال

---

[1] اب اس کے مقابلے میں حدیث دیکھئے "سئل رسول الله ﷺ عن الخمر یتخذ خلا؟ قال لا "(بلوغ المرام)

ہیں ، کہئے جناب مولوی صاحب اب تو آپ بہت جھینپ رہے ہونگے فرمایئے ! اب اضطرار کہاں رہا، پیاس کی شدت کہاں رہی ؟ یہاں تو صاف لفظوں میں حلال کہہ دیا اور ایک دو قسم کی نہیں بارہ قسم کی شراب مطلق حلال گویا شیر مادر، اے جناب اب اگر آپ لاکھ پردہ پوشی کرنا چاہیں تو کیا ہوتا ہے جب تک یہ کتابیں دنیا پر موجود ہیں اور جب تک ان کے ماننے والوں سے دنیا خالی نہیں ہوئی، یہ ندامت تو اٹھانی ہی پڑے گی، بلکہ در مختار ج ۲ ص : ۲۶۱ میں ہے "فان اكل شيئامن ذالك لاحد عليه وان سكر منه بل يعزر بما دون الحد" یعنی اگر بھنگ وغیرہ کھائے پیئے اور اس سے نشہ بھی چڑھے پھر بھی حنفی مذہب میں اس پر حد نہیں،

حنفی بھائیو ! مجھے معاف رکھنا میں اس موقعہ پر بطور آپ کی خیر خواہی کے اتنا ہی کہوں گا یہ تو آپ کو معلوم ہے اور میرے رسالے در محمدی کا جواب لکھنے والے اخبار الفقیہ کے ٹائٹل پر بھی اشعار لکھے رہتے ہیں کہ ؎

فلعنة ربنا اعداد رمل
على من رد قول ابی حنیفة

یعنی ریت کے ذروں کی گنتی کے برابر خدا کی لعنتیں اس شخص پر ہیں جو امام ابو حنیفہ کے قول کو رد کرے"

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کس چیز کو پسند کریں گے آیا ان بارہ قسم کی شرابوں کو حلال کر کے خوب پئیں گے اور پیٹھے آباد کریں گے یا انہیں حرام کر کے لعنتی بننا پسند کریں گے ؟ آؤ میں بتلاؤں نہ شرابیں پیو نہ انہیں حلال کہو نہ لعنتی بنو بلکہ میری طرح کہہ دو کہ یہ کتابیں دینی کتابیں نہیں، ان

کے سارے مسائل صحیح نہیں، یہ لوگوں کے خیالات اور انسانی رائے قیاس کا مجموعہ ہے جس میں صحیح بھی ہے غلط بھی ہے جھوٹ بھی ہے سچ بھی ہے بس ادھر آپ نے اس تقلیدی پٹے کو گلے سے اور اس تقلیدی پٹی کو آنکھوں سے ہٹایا اور ادھر دل میں نور اور طبیعت میں سرور پیدا ہوا۔ خدا ہمیں نیک توفیق دے، یہاں تک تو شرابیں پینے کا ذکر تھا اب سنئے!

در مختار مصری ج ۲ ص : ۲۷ میں ہے" وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر اوخنزیر" یعنی مسلمان شخص (حنفی المذہب) اگر شراب اور سور کی سوداگری اور خرید و فروخت کے لئے کسی ذمی کو وکیل بنالے تو یہ صحیح ہے، اور شامی صاحب تو ج ا ص : ۷۳ میں لکھتے ہیں" فلایحرم قلیلها بل کثیر ها المسکر " یعنی تھوڑا سا بھنگ وغیرہ جامد نشہ کی چیزوں کا کھاپی لینا حلال ہے، فتاوی خانیہ ج ۲ ص : ۲.۵۵ میں ہے" رجل باع " یعنی شراب بنانے والے کے ہاتھ شیرۂ انگور بیچنا اور گرجوں اور آتشکدوں کے بنانے والوں کے ہاتھ ان کاموں کے لئے اپنی زمین بیچنا جائز ہے۔

لطیفه : شامی والے نے جو در مختار کے شارح ہیں ان شرابوں کے حلال ہوتے کی ایک بڑی باریک وجہ نقل کی ہے اور کیوں نہ ہو آخر تو فقیہ ہیں، آپ لکھتے ہیں" ان الخمر موعودة فی العقبی فینبغی ان یحل من جنسها فی الدنیا انموذج ترغیبا" یعنی جنت میں چونکہ شراب ملنے کا وعدہ ہے تو اگر دنیا میں چکھی ہی نہیں تو اس کے مزے کی اور لطف و سرور کی اور خوشی و خرمی کی خبر ہی کیا پڑے گی جو اس جنتی شراب کی رغبت ہو اس

واسطے بطور ذائقہ اور نمونے کے ہم ان شرابوں کا دنیا میں پی لینا حلال کہتے ہیں تاکہ لوگ پئیں اور انہیں آخرت کی شراب کی رغبت ہو، اعوذ باللہ اعوذباللہ، پھر تو حنفی مذہب میں سونا پہننا بھی حلال ہونا چاہئے، ریشم بھی، گانا سننا بھی، چار سے زیادہ بیویاں رکھنا بھی غرض کہ جس جس کام کا وجود جنت میں ہے ان کا نمونہ دنیا میں حلال ہونا چاہئے ورنہ بے نمونہ دیکھے چکھے برتے رغبت ہی کیا ہوگی؟ واللہ پھڑ کا دیا،

حنفی دوستو! آپ نے فقہ کا نمونہ دیکھ لیا فقیہوں کا قیاس سن لیا یہ ہے وہ فقہ جس سے ہم اہل حدیث آپ کو ہٹانا چاہتے ہیں، اب آپ کو اختیار ہے فقہ کے پیچھے رہیں خواہ قرآن وحدیث کی تابعداری کریں۔

انیسواں مسئلہ : درمختار ج ا ص : ۸۲ میں ہے "ثم الاحسبن زوجة" یعنی امامت کی ابتدائی شروط میں اگر برابری ہو تو اسے امام بنایا جائے) جس کی جورو بہت زیادہ خوبصورت ہو اس مسئلہ میں حنفی مولوی صاحب نے جو قلابازیاں کھائی ہیں وہ یقیناً قابل دید ہیں، اول تو اس مسئلہ کی کایا پلٹنے کی کوشش کی ہے، پھر دلائل کی تاک جھانک کی ہے، اب مسئلہ کی حقیقت سنئے رسول اللہ ﷺ نے امامت کے لئے جو شرائط بیان فرمائی ہیں ان میں سے کسی امتی کو نہ کم کرنے کا اختیار ہے نہ زیادتی کرنے کا حق ہے، شارعؑ کو سبق دینے والے، احکام خدا میں اپنے دماغی تخیلات ملانے والے، اس کامل دین محمدی کو ناقص بتلانے والے کیا اس وعید قرآن کے مستحق نہیں؟ "فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ" (البقرہ: ۲/ ۷۹) یعنی ویل ان لوگوں کے لئے

جو اپنی لکھی ہوئی باتوں کو شریعت کے احکام کہتے ہیں، سنئے جناب! حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ امامت کا حق دار وہ ہے جو قرآن زیادہ پڑھا ہوا ہو، پھر وہ جو سنت کو زیادہ جانتا ہو پھر وہ جو ہجرت میں مقدم ہو پھر وہ جو عمر میں بڑا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے جو اسلام لانے میں مقدم ہو۔[1]

یہ تو تھا حدیث کا مسئلہ اب حنفی مذہب کا مسئلہ سنئے! وہ لکھتے ہیں، سب سے زیادہ حقدارِ امامت کا وہ ہے جو احکام نماز کو سب سے زیادہ جانتا ہو، پھر وہ جو تلاوت اچھی جانتا ہو، پھر وہ جو پرہیزگار زیادہ ہو، پھر وہ جو اسلام میں مقدم ہو پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو، پھر وہ جو زیادہ خوبصورت چہرے والا ہو[2]، پھر وہ جو حسب میں بڑھا ہوا ہو، پھر وہ جو نسب کا اچھا ہو، پھر وہ جو اچھی آواز والا ہو، پھر وہ جس کی جورو بہت زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ جو زیادہ مالدار ہو، پھر وہ جو بڑے مرتبے والا ہو، پھر وہ جو اچھے کپڑے والا ہو، پھر وہ جو بڑے سر اور چھوٹے ذکر والا ہو، پھر مقیم مقدم ہے مسافر پر، پھر آزاد اصلی مقدم ہے آزاد شدہ پر، پھر بے وضو تیمّم کرنے والا مقدم ہے جنابت سے تیمّم کرنے والے پر وغیرہ وغیرہ، ملاحظہ ہو در مختار ج ۱ ص: ۸۲۔

پھر اس میں فقہاء حنفی کا اختلاف، کوئی کسی کو کسی پر مقدم کرتا ہے کوئی کسی

۱؎ صحیح مسلم ج ۱ ص: ۲۳۶" باب من احق بالامامة میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں" يؤم القوم اقرء هم لكتاب الله فان كانوا فى القرأة سواء فاعلمهم بالسنة فان كانوا فى السنة سواء فاقدمهم هجرة فان كانوا فى الهجرة سواء فاقدمهم سناوفى رواية فاقدم هم سلما"

۲؎ اس وصف کا فلسفہ بتاتے ہوئے صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے "لان صباحة الوجه سبب لكثرة الجماعة" ردالمحتار ج ۲ ص: ۲۹۵، یعنی چہرے کی خوبصورتی جماعت کی کثرت کا سبب ہے

کو کسی سے مؤخر کرتا ہے [1]، میں پوچھتا ہوں انصاف پسند دوست بتلائیں ان

---

[1] امامت کے سلسلے میں حنفی علماء نے صریح حدیث رسول کے مقابلے میں کس طرح من مانی اور ڈھٹائی کی ہے اور ترتیب میں الٹ پلٹ کی ہے اس کا نمونہ ملاحظہ ہو ھدایہ ج ۱ص ۱۲۱ میں ہے "اولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة ...... فان تساووا فاقرء هم ......فان تساووا فاورعهم ......فان تساووا فاسنهم "یعنی امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت کا عالم ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو سب سے بڑی عمر کا ہو۔

حدیث میں چار درجے بیان ہوئے ہیں، ہدایہ میں ہیں تو وہی چار صورتیں لیکن ان سب کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا ہے، تنویر الابصار متن در مختار میں ہے "والاحق بالامامة الا علم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوة ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجها ثم الاشرف نسبا ثم الانظف ثوبا فان استووا يقرع اوالخيار الى القوم" (تنویر الابصار متن در مختار بحوالہ در مختار ج ۱ص : ۸۲) یعنی سب سے زیادہ امامت کا حق دار وہ ہے جو سب سے زیادہ احکام صلوٰۃ کا جاننے والا ہو پھر وہ جو سب سے اچھی تلاوت کرنے والا ہو جو پھر وہ سب سے زیادہ پرہیز گار ہو پھر وہ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو یا بڑی عمر والا ہو پھر وہ جو سب سے زیادہ خوش اخلاق ہو پھر وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والا ہو، پھر جو سب سے زیادہ شریف نسب والا ہو پھر وہ جو سب سے اچھے کپڑے والا ہو اگر ان تمام باتوں میں برابری ہو تو پھر قرعہ اندازی کی جائے یا لوگوں کو اختیار ہے۔ صاحب در مختار نے شرح لکھتے ہوئے اس پر کچھ اور اضافہ اپنی جانب سے کیا ہے وہ لکھتے ہیں "ثم اصبحهم اى اسمحهم وجها ثم اكثر هم حسبا ، ثم الاحسن صوتا ثم الاحسن زوجة ثم الاكثر مالاثم الاكثر جاها...... ثم الاكبر راسا والاصغر عضوا ثم المقيم على المسافر ثم الحرالاصلى على العتيق ثم المتيمم عن حدث على المتيمم عن جنابة ......فان اختلفوا اعتبرا كثرهم" در مختار ج ۱ص : ۸۲، ۸۳۔

یعنی پھر سب سے خوبصورت چہرے والا پھر سب سے بڑھ کر حسب والا پھر سب سے اچھی آواز والا پھر سب سے زیادہ حسین بیوی والا پھر سب سے زیادہ مالدار پھر سب سے بڑے مرتبے والا پھر بہت بڑے سر اور چھوٹے عضو والا پھر مقیم مسافر پر، پھر اصلی آزاد آزاد شدہ پر پھر وضو کے قائم مقام

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں

دونوں صورتوں کو پیش نظر رکھ کر بتلائیں کہ صاف ظاہر ہورہاہے یا نہیں کہ حدیثی مذہب اور ہے اور تقلیدی مذہب اور ہے، اور یہ بھی فرمادیجئے کہ خدارسول کے بتلائے ہوئے احکام کو پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے یہ فضول موشگافیاں کرنی کونسی فقاہت ہے ؟ کیا یہ آیت قرآنی "لاتقدموا بین یدی الله ورسوله"[1] یعنی خدارسول کے آگے نہ بڑھو کے خلاف نہیں ؟ اسی لئے میں توفقہ حنفی کے وسیع مطالعہ کے بعداس نتیجہ پر پہونچاہوں کہ موجودہ حنفیوں کا، جوان کتابوں کو شرعی مسائل کی معتبر کتابیں مانتے ہیں مذہب اور ہے اور قرآن حدیث کے سواوہ ایک بالکل تیسری چیز ہے، واللہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ ایک طرف صحیح حدیث کا صاف اور سلجھا ہوا مسئلہ موجود ہواسے چھوڑ کر فقہاء احناف اس کے مقابل ایک گٹکھنا بنائیں اور پھر کلمہ گو مسلمان کہلانے والے حدیث کو چھوڑ

بقیہ حاشیہ پچھلے صفحے کا

جس نے تیمم کیاہے وہ غسل کے قائم مقام تیمم کرنے والے پر پھر بھی اگر لوگوں میں اختلاف رہے تو اکثریت کااعتبار کرکے امام بنایاجائے گا، اور مراقی الفلاح ص: ۱۶۳، ۱۶۴میں ہے "فالاعلم احق بالأمامة ثم الاقرأ ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا ......ثم الاحسن وجها ای اصبحهم لان حسن الصورة یدل علیٰ حسن السریرة لأنه ممایزید الناس رغبة فی الجماعة ثم الاشرف نسبا ......ثم الاحسن صوتاثم الانظف ثوبا فالاحسن زوجة ......فاکبرهم راسا واصغر هم عضوا فاکثر هم مالا فاکبر هم جاها ......فان استروا یقرع اوالخیار الی القوم فان اختلفوا فالعبرة بما اختاره الاکثر.

احناف نےاس طرح پھر پھر کی تکرار کی ہے کہ معلوم ہوتاہے کہ حدیث میں اس کی کوئی صراحت سرے سے ہے ہی نہیں۔

حدیث میں صرف چار صورتیں بیان ہوئیں اور فقہ میں ۲۶ صورتیں ہیں اوراس پر بھی معاملہ جوں کاتوں ہے یعنی اگراس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر کیا کیاجائے۔فاعتبروایااولی الابصار

[1] الحجرات ۴۹، آیت ۱

کر اس کے پیچھے لگ جائیں اور کوئی انہیں راہ راست کی طرف رہبری کرنے لگے تو اسے غیر مقلد لامذہب وغیرہ الزام لگا کر دنیا میں نکو بنانے کی کوشش کی جائے، ان فقہاء سے جنھوں نے نہایت بے دردی سے حدیث رسول کا خلاف کیا اور احکام شرعی کی بے ادبی کی، زیادہ تعجب ان حضرات پر ہے جو دونوں نقشے دیکھ لیں دونوں راہیں جن پر کھل جائیں اور پھر بھی وہ حنفی مذہب کی پرخار اور غلط راہ کو چھوڑ کر سنت کے صاف راستے پر نہ آئیں اور فرمان نبوی کی پوری اطاعت نہ کریں، کیا ان کے کان میں قرآن کریم کی یہ پاک آیت نہیں پہنچی، "فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم"[1] یعنی جو لوگ ہمارے نبی کے حکم کا خلاف کریں انہیں زبردست فتنے اور دردناک عذابوں سے ڈرتے رہنا چاہئے، اس مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے مجیب حنفی نے پہلے تو یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد اچھے اوصاف والی عورت ہے خوبصورت چہرے والی نہیں، میں کہتا ہوں یہ بالکل غلط ہے در مختار کے الفاظ "ثم الاحسن زوجۃ" ہیں جس کے لفظی معنی ہیں "بہت حسن والی بیوی والا" یہی لفظ "احسن" اس سے پہلے بھی ہے یعنی خوبصورت چہرے والا، چنانچہ مراقی الفلاح ص: ۱۶۴ میں "حسن صورت" کے لفظ ہیں جس طرح امامت کی تقدیم کے لئے حنفی مذہب میں ایک وصف خوبصورت چہرے والا ہونا ہے اسی طرح ایک وصف خوبصورت بیوی والا ہونا بھی ہے، خود امام کی اپنی خوبصورتی کو بھی امامت میں دخل ہے اور اس کی بیوی کی خوبصورتی کو بھی "احسن" کا معنی

---

[1] النور ۲۴، آیت ۶۳

"اصبح" خود در مختار میں موجود ہے اور "اسمح" کا لفظ بھی وارد ہے جو آپ کی تاویل کی رگِ گردن کاٹ رہا ہے، جو صاف بتا رہا ہے کہ چہرہ کی خوبی مراد ہے نہ کہ اوصاف اور اخلاق کا اچھا ہونا، اوصاف کا اچھا ہونا تو الگ بیان کیا ہے اور چہرہ کا خوبصورت ہونا الگ بیان کیا ہے، مراقی الفلاح ص: ۱۶۴ میں بھی یہی لفظ "فالاحسن زوجة" موجود ہے، اور کیا عجب کہ اسی بنا پر حنفی مذہب نے یہ مسئلہ بھی گھڑ لیا ہو کہ غلام کی امامت، گاؤں والوں کی امامت اور اندھوں کی امامت مکروہ ہے۔[1] گو بظاہر ان فقہاء نے اور ہی وجہ بیان کی ہو لیکن ظاہر ہے کہ عموماً دیہاتوں میں چاند جیسی صورتیں کم ہوتی ہیں، غلام کے نکاح میں خوبصورت اور حسین لڑکی کون دیگا؟ اندھے کو حسن صورت کی تمیز ہی کیا؟ اس کے پلے حسین عورت کیوں پڑنے لگی؟ جنابِ من! امام کی عورت کی خوبصورتی کو مسئلہ امامت میں پورا دخل موجود، آپ کے فقہاء اسے لکھیں مانیں اور آپ اس سے جھینپیں اور شرمائیں یہ کیوں؟ ہاں اگر یہ مسئلہ آپ کو بھی شرم و حیا لحاظ و مروت کے خلاف معلوم ہوتا ہو تو میری طرح آپ بھی کھلم کھلا کیوں نہ لکھ دیں کہ ہم اس واہی مسئلے کو نہیں مانتے نہ ہم ان بیہودہ مسائل والی کتابوں کے مجموعے کو شرعی احکام کا مجموعہ سمجھیں، ہمیں حدیثِ رسول ﷺ کافی ہے نہ یہ فرضی شکلیں بنانے کی ضرورت اور نہ ان پر فتاوے دینے کا حق، خوش فہم مجیب صاحب نے ایک دلیل بھی اس کی دی ہے کہ اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے اہل اور عورتوں کے لئے اچھا ہو اور امامت کے لئے اچھا آدمی ہونا چاہئے میں کہتا ہوں کہاں ایک مرد کا اپنے

---

[1] ملاحظہ ہو در مختار ج ۱ ص: ۸۳

بال بچوں اور گھر والوں کے ساتھ نیک سلوک ہونا اور کہاں اس کی بیوی کا خوبصورت ہونا، حدیث میں جو وصف ہے وہ مرد کا ہے اور آپ کی فقہ میں جو وصف ہے وہ عورت کا ہے پھر آپ کا یہ استدلال بچوں کا کھیل اور میل کا بیل نہیں تو اور کیا ہے ؟

الغرض یہ اچھا امام ہے کہ پہلے بیوی ٹٹولی جائے اور بقول " الفقیہ" بہت اچھی بیوی والا اور بقول فقہاء بہت حسین بیوی والا امام بنایا جائے، بہر صورت عورت کی دیکھ بھال ضرور ہو پھر کسی حنفی امام کو مصلیٰ نصیب ہو اس کی بیوی کی اچھائیاں اور خوبصورتی خواہ اخبار "الفقیہ" کے قول کے مطابق ہمسایہ سے معلوم ہو یا اہل محلّہ سے یا عام لوگوں سے ، لیکن معلوم ہونا ضروری ہے اور سنئے اس مشکل کو طحطاوی نے یوں ٹالا ہے کہ " بالاطلاع او الاخبار "۔ یعنی یا تو کسی کو اطلاع ہو یا کسی نے کہا ہو[1]، ساتھ ہی طحطاوی نے اس اشکال کو بھی محسوس کیا ہے وہ لکھتے ہیں وھو نادر یہ بہت مشکل اور بہت کم ہوتا، (حاشیہ الطحاوی ص : ۱۶۴)

الغرض مسئلہ مذکورہ میں عورت کی خوبصورتی مراد ہے نہ کہ اچھے اوصاف اور اگر بالفرض اوصاف کا اچھا ہونا تسلیم کر لیا جائے جب بھی یہ مسئلہ بے دلیل رہتا ہے اور پھر بھی امام جی کی عورت کی دیکھ بھال ضروری ہو جاتی ہے اور در حقیقت فقہاء حنفیہ کو خوبصورتی مطلوب ہے گو کسی کا ذہن اس فلسفہ پر نہ پہونچے لیکن غالباً مصنفین کتب فقہ کو ان کی فقہ کی بلند پروازی نے یہ

۱ـ اور صاحب رد المختار نے اس کی ترکیب یوں بتائی ہے "ھذا مایعلم بین الاصحاب اوالارحام اوالجیران اذ لیس المراد ان یذکر کل منھم اوصاف زوجته حتی یعلم من ھو احسن زوجة" اور اس وصف کا فلسفہ یہ بتاتے ہیں "لانه غالبا یکون احب لھا واعف لعدم تعلقه بغیرھا" (ملاحظہ ہو ج ۲ ص : ۲۹۵)

بٹھادیا ہے کہ جب اس کی بیوی خوبصورت ہوگی تو اسے اپنی بیوی کے ساتھ پوری محبت ہوگی اور اس کی طرف پوری رغبت ہوگی اور یہ رغبت و محبت اسے بدکاری سے بچانے کا سبب ہوگی اس لئے امامت کی شروط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امام کی بیوی کی خوبصورتی کی تحقیق کرلی جائے، اچھا حنفی اماموا! یہ انوکھی امامت مبارک ہو، یہ امتحان ہے بہت کڑا دیکھیں کون منظور کرتا ہے؟

بیسواں مسئلہ : درمختار ج ۱ ص : ۸۲ میں ہے " ثم الاکبر رأسا والاصغر عضوا " یعنی امامت کی ان تمام شرائط میں بھی برابری ہو تو امام اسے بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور عضو یعنی ذکر چھوٹا ہو، اس پر تو حنفی مولوی صاحب پسینوں پسینوں ہوگئے، اسے بھی الٹ پلٹ کرنے کی لاحاصل سعی کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ بڑے سر اور دوسرے اعضاء جس کے چھوٹے ہوں یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ تو چھوٹے ہوں اور سر بڑا ہو، کہتے ہوئے تو یہ کہہ گئے لیکن پھر انہیں سوجھی کہ اس ٹائپ کا آدمی ملے گا کہاں تو چھوٹے اعضاء کو چھوڑ کر جھٹ سے لکھ دیا کہ مناسب اعضاء والا اور بڑے سر والا، کیوں الفقیہ صاحب یہ گول گیند کی طرح لڑھکنے کیوں لگے ؟ سنئے ! جناب یہاں "رأسا" کے مقابلہ میں "عضوا" ہے اعضاء نہیں ہے اس لئے آپ کا یہ ترجمہ کہ جسم کے اور اعضاء چھوٹے ہوں محض غلط ہے گوایک ایک عضو جسم انسانی میں اور بھی ہیں لیکن ان میں سے کوئی مراد نہیں، کیا آپ اس سے ناک مراد لیں گے یا ناف مراد لیں گے ؟ پھر چھوٹے کے لفظ کو بھی چھوڑ مناسب کا لفظ لکھنا یہ فقہا کی فقاہت پر پانی پھیرنا ہے اس لفظ کا یہی ترجمہ مجھ سے پہلے خود تمہارے فقہاء نے کیا ہے جو لکھتے ہیں " ان المراد

بالعضو الذکر" کہ یقیناً عضو سے مراد "ذکر" ہے[1]، رہا ابوالسعود کا اس کی تردید تو یہ تو ہم کہتے بھی ہیں کہ فقہ کا وہ کون سا ایسا مسئلہ ہے جس کی تردید عموماً کسی دوسرے فقیہ نے نہ کی ہو؟ یہ انسانوں کا کلام ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ اسی امامت کی تقدیم کے سلسلے میں اسی صفحہ میں کیا نفس مسئلہ میں اختلاف آپ نے نہیں دیکھے؟

حنفی بھائیو! سنتے ہو ابوالسعود سے پہلے کے فقہاء کو ہمارے یہ مجیب مجہول لکھتے ہیں اگر کوئی اہل حدیث یہ لکھ دیتا تو شور مچ جاتا، پھر آپ نے ثوباً کے لفظ سے استدلال کیا ہے اس کا جواب سنئے، یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ وہ کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں ذکر نہیں کیا گیا اور یہاں بڑے سر کے مقابلہ میں چھوٹا عضو بیان کیا گیا ہے، ہاں خیال رہے کہ یہ مسئلہ جس طرح الفقیہ پیش کر رہا ہے اس طرح سے بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ اس طرح ثابت ہے جس طرح اگلے فقہاء نے لکھا ہے نہ سر کا بڑا ہونا اور دوسرے اعضاء کا چھوٹا ہونا امامت کی تقدیم کی کوئی شرط ہے نہ سر کا بڑا ہونا اور عضو مخصوص کا چھوٹا ہونا، اصل میں فقہاء حنفیہ نے جس چیز کو سامنے رکھ کر اس مسئلہ کی ایجاد کی ہے اس تک ان چھوٹے سر والوں کے دماغ پہنچے ہی نہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ بڑا سر ہونا عقلمند ہونے کی نشانی ہے اور چھوٹا ذکر ہونا کم شہوت والا ہونے کی نشانی ہے تو عقلمند کم شہوت والا مقدم ہے امامتِ نماز کے بارے میں۔

---

[1] ملاحظہ ہو ردالمختار ج ۲ ص : ۲۹۶ "وقد نقل بعضهم فی هذا المقام مالايليق ان يذكر فضلا عن ان يكتب و كانه يشير الى ماقيل ان المراد بالعضو الذكر" اور حاشیۃ الطحاوی ص : ۱۶۴ میں ہے "فسره بعض المشائخ بالاصغر ذكرا لان كبره الفاحش يدل غالبا على دناءة الاصل"

شرح مراقی الفلاح مصری ج ا ص : ۱۷۵ میں ہے "لان کبره الفاحش یدل غالبا علی دنائة الاصل [1]" یعنی عضو مخصوص کے چھوٹے ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اس کا بہت بڑا ہونا عموماً ذلیل اصل ہونے کی علامت ہے ،اس سے صاف ثابت ہوا کہ عضو سے مراد یہاں عضو مخصوص یعنی آلہٗ تناسل ہے، لیکن یہ لوگ اس معمہ کو حل نہ کرسکے اور فقہاء کی منشاء نہ سمجھ کر باتیں بنانے لگے ، یہ بھی واضح رہے کہ نامہ نگار الفقیہ اردو کی کتاب در مختار کا ترجمہ دیکھ دیکھ کر اس میں جو ہے لکھتے ہیں اور اسی کا حوالہ دیتے ہیں آپ کی عربی کے الفاظ پر نظر نہیں ، اصل کو جیسے مسائل میں چھوڑ رکھا ہے ویسے ہی عبارتوں میں بھی "ذالك مبلغهم من العلم" حاشیہ الطحاوی ص : ۱۶۴ میں ہے "فسره بعض المشائخ بالاصغر ذكرا" یعنی حنفی مذہب کے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چھوٹا ذکر ہے ، یہ عبارت مولوی صاحب کی تاویل باطل کی دھجیاں اڑا رہی ہے پس ثابت ہوا کہ یہاں مراد عضو ا سے ذکر ہے نہ کہ اور اعضاء ، بلکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس کے معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے کہ یا تو اس پر اطلاع ہو یا کسی نے کہا ہو [2] امامت نماز کا نقشہ چونکہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ حنفی مذہب کی نماز کا نقشہ بھی آپ کے سامنے پیش کردوں اس نقشہ کو میں نے اپنے اخبار محمدی کی جلد نمبر ۲ بابت یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء میں لکھا تھا جس کی نقل اور کتابوں والوں نے بھی اپنی کتابوں میں کی ہے ،اب وہ نقشہ ملاحظہ ہو۔

---

۱ - بحوالہ حاشیۃ الطحاوی ص : ۱۶۴

۲ - لکھتے ہیں "ومثل ذالك لايعلم غالبا الابالاطلاع اوالاخبار و ہو نادر حاشیۃ الطحاوی ص : ۱۶۴

﴿حنفی مذہب کی نماز﴾

امام الحرمین شمس الشریعۃ ابوالمعالی عبد الملک بن عبد اللہ جوینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مغیث الخلق'' میں جس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس کا اردو ترجمہ آج ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور ان کے انصاف پسند ضمیر سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ذرا خیال فرمائیں کہ احادیث رسول کو ماننے میں اصل دین باقی رہتا ہے یا علماء کی موشگافیوں کے ماتحت ہونے میں، واقعہ یہ ہے

سلطان محمود بن سبکتگین حنفی المذہب تھا لیکن فطرتاً اسے علم حدیث کی طرف پوری توجہ اور رغبت تھی، محدثین سے احادیث نبوی سنا کرتا تھا اکثر حلقۂ درس میں حاضر رہا کرتا حدیث کو سمجھنے کی پوری کوشش کرتا بالآخر حدیث کا رنگ اس پر چڑھا اس نے دیکھا کہ حنفی مذہب کے زیادہ تر مسائل بالکل خلافِ حدیث ہیں بر خلاف اس کے شافعی مذہب کے اس قدر مسائل خلاف نہیں، دل پر ایک چوٹ سی لگی اور دفعۃً خیال پیدا ہوا کہ دونوں مذہب کے علماء جمع کئے جائیں ان میں مباحثہ کرایا جائے اور دیکھا جائے کہ فی الواقع خلاف حدیث کس مذہب میں زیادہ ہے تاکہ کسی مذہب کی ترجیح معلوم ہو، چنانچہ دونوں جانب کے علماء ''مرو'' شہر میں بلائے گئے اور اس بات پر رائے زنی کی گئی کہ طریقۂ مناظرہ کیا قائم کیا جائے، بالآخر یہ قرار پایا کہ دو رکعت نماز حنفی مذہب کے مطابق اور دو رکعت نماز شافعی مذہب کے مطابق بادشاہ کے سامنے پڑھی جائے، چونکہ نماز افضل تر عبادت اور اصل اسلام ہے اس

کی اچھائی برائی سے مذہب کی برائی بھلائی کا بھی اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے
حضرت قفال مروزی جو ایک زبردست عالم اور دونوں مذہبوں سے پورے
واقف تھے، انھیں حکم ہوا کہ دونوں مذہب کی رو سے ایسی نماز جس سے کم
درجہ جائز نہ ہو پڑھ کر دکھائیں۔
قفال مروزیؒ نے اولاً شافعی مذہب کے مطابق دو رکعتیں ادا کیں کامل
طہارت اور پاکیزگی سے باقاعدہ پورا وضو کر کے اچھا اور پاک لباس پہن کر
قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر باادب خشوع خضوع کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں
جن میں نماز کے کل ارکان بجالائے نہ کسی فرض کو چھوڑا نہ سنت کو نہ ہیئت
کو نہ رکن کو اور عمدگی سے نماز پوری کی کیونکہ شافعی مذہب میں نماز کے کمال
اور عمدگی کو چھوڑ دینا ناجائز ہے،
پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اب دو رکعتیں حنفی مذہب کے مطابق ادا کرو
جسے امام ابو حنیفہؒ جائز رکھتے ہوں، قفالؒ نے کتے کی دباغت دی ہوئی کھال
پہن لی اور اس کا چوتھائی حصہ نجاست سے آلودہ کر لیا اور بھگوئی ہوئی
کھجوروں کے پانی سے الٹا سلٹا وضو کیا، مثلاً پہلے پاؤں کو دھویا پھر منہ کو پھر مسح
کیا پھر ہاتھوں کو دھویا اس طرح بے ترتیبی سے بغیر نیت کے وضو کیا، چونکہ
وہ ایک میدان میں تھے اور گرمی کا موسم تھا اور کھجوروں کے چکنے اور میٹھے پانی
سے وضو کیا تھا بدن پر مکھیاں بھن بھنانے لگیں اور مچھر اور طرح طرح کے
جانوروں نے بلا کی طرح آگھیرا اور ایک تماشہ بن گیا پھر بجائے اللہ اکبر
کہنے کے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ "خدا بزرگ ترست" کہہ کر بجائے
قرآن کریم پڑھنے کے چھوٹی سی آیت "مدھامتان" کا ترجمہ "دو برگ
سبز" فارسی زبان میں پڑھ دیا اور بغیر باقاعدہ اطمینان کے ساتھ رکوع

کرنے کے دو سجدے کر لئے اور وہ بھی کیا تھے جیسے مرغ زمین سے دانا اٹھاتا ہو اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ بھی نہ کیا اس طرح دو رکعت پڑھ کر سلام کے بجائے گوز مار دیا اور فارغ ہو گئے اور سلطان سے کہنے لگے یہ ہے حنفی مذہب کی جائز نماز، سلطان محمود کو بے حد طیش آیا اور نہایت خشمناک ہو کر غصہ سے فرمانے لگے، قفال میں سچ کہتا ہوں اگر اس میں کچھ بھی غلطی ہوئی اور کوئی ایک بات بھی حنفی مذہب کی جائز کی ہوئی نہ ہوئی تو میں خدا کی قسم تیری گردن اڑا دونگا، یہ تو ایسی نماز ہے جسے کوئی دیندار جائز نہیں کہہ سکتا، اور ساتھ ہی موجودہ حنفیوں نے بھی انکار کیا کہ یہ نماز حنفی مذہب کی نماز نہیں، قفال نے عرض کیا کہ حضور اس مذہب کی کتابیں منگوالیں چنانچہ حنفی مذہب کی فقہ کی کتابیں لائی گئیں چونکہ دونوں مذہب کے علماء آپس میں فریقین تھے اس لئے ایک پڑھے لکھے نصرانی کو بلا کر سلطان محمود نے حکم دیا کہ قفال کی پیش کردہ عبارتیں پڑھ کر ترجمہ کر کے بادشاہ کو سنائے، قفال نے وہ سب مقامات پیش کر دئے جن میں ان مذکورہ بالا کاموں کو جائز کہا گیا تھا اور جن حوالوں سے اس طرح کی نماز جائز ہوتی تھی اب بادشاہ کو یقین ہو گیا اور اس نے اس مذہب سے توبہ کی،

اس واقعہ کو نقل کر کے امام الحرمین لکھتے ہیں "لو عرضت الصلوٰۃ التی جوزھا ابوحنیفة علی العامی لامتنع من قبولھا والصلوٰۃ عماد الدین فناھیك فساد اعتقادہ فی الصلوٰۃ وضوحا علیٰ بطلان مذھبه "یعنی امام ابو حنیفہ نے جس نماز کو جائز کیا ہے اگر یہ نماز کسی گنوار اور جاہل آدمی کے سامنے بھی پیش کی جائے تو وہ بھی اسے قبول نہ کریگا اور جس مذہب نے نماز جیسی اسلام کی جڑ کو اس طرح بگاڑ رکھا ہو اس مذہب

کے باطل اور غلط ہونے میں کیا شبہ رہ گیا؟

ہمارے دوست مندرجہ بالا مضمون سے ہم پر خفا نہ ہوں ہم نے دنیا کے ایک ممتاز تر وجود، ایک بہترین انسان، ایک مسلمہ عالم جنہیں دنیائے اسلام کی جانب سے امام الحرمین کا خطاب ملا ہے ان کی کتاب سے یہ مضمون نقل کیا ہے اصلی قلمی نسخہ ہمارے پاس موجود ہے جو صاحب چاہیں زیارت کر لیں۔

ہاں یہ تو ہم بھی ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ بیشک حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں میں یہ سب مسائل موجود ہیں جن سے حنفی مذہب کی نماز کا یہ نقشہ بالکل صحیح اترتا ہے، اب عبارتیں مع عربی وترجمہ کے صفحات کے حوالوں سمیت ملاحظہ فرمائیے جو صرف اسی کتاب در مختار سے ہم نقل کرتے ہیں۔ اولا تو حضرت قفال نے کتے کی دباغت دی ہوئی کھال پہنی، اس کی نسبت حنفی مذہب کی معتبر کتاب در مختار ج ا ص: ۳۸ میں ہے "لیس الکلب بنجس العین" یعنی کتا نجس العین نہیں، اور ص ۳۸، ہی میں ہے "افاد کلامه طهارة جلد کلب" یعنی کتے کی کھال دباغت کے بعد پاک ہے[۱]، پھر اسے نجاست میں آلودہ کیا اس کی نسبت سنئے! در مختار ج ا ص۔ ۵۵ میں ہے "وعفی دون ربع" یعنی چوتھائی سے کم نجاست پہنچنے تک کپڑا پاک ہے، ہدایہ ج ا ص: ۵۷ میں بھی یہی ہے "حتی یبلغ ربع الثوب" یعنی نجاست آلودہ کپڑا پہن کر نماز پڑھے یہاں تک کہ چوتھائی کپڑے تک پہونچے، "بربع المصاب ایضا۔" یعنی چوتھائی کپڑے سے

---

۱ کشف الاستار ص: ۳۸ میں ہے "افاد کلامه حیث لم یستثن من مطلق الاهاب سوی الخنزیر والآدمی" ان کے کلام سے اس طرح معلوم ہوا کہ خنزیر اور آدمی کے علاوہ کسی کا استثناء نہیں کیا ہے

کم تک اگر نجاست میں آلودہ ہو گیا ہو تو نماز ہو جائے گی، یہی حکم بدن کا بھی ہے، یعنی کچھ کم چوتھائی بدن تک اگر پلیدی لگی ہوئی ہو تو بھی نماز ہو جائے گی، بھیگی ہوئی کھجوروں کے شیرے سے وضو کرنے کی نسبت سنئے ! ص : ۲۰ میں ہے "نبیذ تمر "یعنی بھیگی ہوئی کھجوروں کے شیرے سے بھی وضو ہو سکتا ہے، وضو کو الٹا سلٹا کرنے کی نسبت سنئے ! ص : ۲۲ میں لکھا ہے " والترتیب " یعنی وضو کے اعضاء کو ایک کے پیچھے ایک دھونا یہ سنت ہے (یعنی اگر ایسا نہ کرے تو بھی وضو ہو جائے گا) نیت نہ کرنے کی دلیل سنئے ! ج ا ص : ۲۰ میں ہے "البداية بالنية "یعنی نیت سنت ہے (یعنی اگر نہ بھی کی جائے تو وضو ہو جائے گا، (چنانچہ شرح ردالمحتار ج ا ص : ۲۲۳ میں ہے " ان الصلوٰة تصح عندنا بالوضوء ولولم يكن منويا "یعنی وضو کی اگر چہ نیت نہ کی ہو تاہم ہمارے مذہب میں نماز ہو جائے گی اور صحیح ہو گی، خدا بزرگ ترست کی دلیل سنئے ص : ۴۷ میں ہے كما صح لوشرع بغير عربية " یعنی بجائے اللہ اکبر کہنے کے دوسری کسی زبان میں اس کا ترجمہ کہہ دے تو درست اور صحیح ہے، صرف ایک ہی آیت پڑھنے کے متعلق سنئے ص : ۸۰ میں ہے " فرض القرأة آية "یعنی فرض صرف ایک آیت کا پڑھنا لینا ہے، اس ایک آیت کا بھی صرف ترجمہ پڑھ دینے کے متعلق سنئے ! ص : ۴۷، میں ہے " قرأ بالفارسية اوالتوراة اوالانجيل ان قصة تفسد وان ذكرا لا " یعنی اگر صرف فارسی

میں عام ذکر کا ترجمہ پڑھ لے تو نماز فاسد نہ ہوگی[1] اس سے بہت زیادہ تشریح کے ساتھ یہ مسئلہ حنفی مذہب کی معتبر کتاب ہدایہ ج اص : ۱۰۱ میں صاف لفظوں میں مرقوم ہے وہ لکھتے ہیں " فان افتتح الصلوٰة بالفارسیه أوقرأ فیها بالفارسية اوذبح وسمى بالفارسية وهو يحسن العربية اجزأه عند ابى حنيفة "یعنی ایک شخص باوجود اچھی طرح عربی میں قرآن کے پڑھنے پر قدرت رکھتا ہو پھر بھی اگر وہ فارسی میں پڑھے یا ذبح کرے یا نماز فارسی میں شروع کرے تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے (نماز ہو جائے گی) اب رہا قفال کا رکوع سجدے وغیرہ میں اطمینان نہ کرنا یعنی مرغ کی طرح ٹھونگیں مار لینا تو اس کی دلیل سنئے : ص : ۷۲ میں ہے " وتعديل الاركان " یعنی رکوع سجود میں اگر تعدیل یعنی اطمینان نہ کرے تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی، ص : ۷۰ پر لکھا ہے کہ رکوع جو فرض ہے وہ صرف اتنا جھک جانے سے ادا ہو جاتا ہے کہ اگر اپنے ہاتھوں کو دراز کرے تو گھٹنوں کو تھام سکے اور سجدے کی فرضیت صرف اتنی ہے کہ پیشانی زمین پر لگ جائے اور دونوں پاؤں کی کوئی ایک ہی انگلی زمین پر لگ جائے بس وہ رکوع ہو گیا یہ سجدہ ہو گیا عبارت ملاحظہ ہو " بحيث لومديديه نال ركبتيه ومنها السجودبجهته وقدميه ووضع اصبع واحدمنهماشرط " اس سے بھی واضح عبارت ہدایہ کی ہے جس کی جلد اول ص : ۱۰۶ میں ہے " اما الاستواء قائما فليس بفرض وكذا الجلسة بين السجدتين والطمانينة فى الركوع والسجود وهذا عند ابى حنيفة ومحمد "

---

[1] شامی ج ۲ ص : ۱۸۳ میں ہے " ای لسان كان رخصه البردعی بالفارسیة لمزیتها بحدیث لسان اهل الجنة العربية والفارسية الدرية "

یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، رکوع سجدہ اطمینان قرار اور آرام سے کرنا امام صاحب کے نزدیک فرض نہیں نہ ان کے شاگرد محمد کے نزدیک اور ہدایہ ج ۱ ص :۱۰۸ میں ہے کہ صرف ناک لگا لینے، صرف ماتھا لگا لینے سے سجدہ ہو جاتا ہے، اب بجائے سلام کے پچھلے راستہ سے ہوا نکال دینے کی بابت حوالہ لیجئے، اسی کتاب در مختار ج ۱ ص :۱۷ میں ہے "ومنها الخروج بصنعه" یعنی نماز کے خلاف کوئی بھی کام کر ڈالے تو نماز سے گویا سلام پھیر دیا یعنی بقدر تشہد پڑھ لینے کے آخری التحیات میں بیٹھا رہا پڑھا کچھ بھی نہیں پھر بجائے سلام کے خواہ گوز مار دے خواہ قہقہہ لگا کر ہنس دے، خواہ کسی سے بات کر لے یا اٹھ کر چلتا پھرتا بنے یہ سب قائم مقام سلام پھیرنے کے ہے۔ ملاحظہ ہو اسی کتاب کی شرح[1]، اور ہدایہ ج ۱ ص : ۱۳۰ باب الحدث میں لکھا ہے "ان تعمد الحدث فی هذه الحالة اوتكلم اواعمل عملا منا فی الصلوة تمت صلوته" یعنی قصداً التحیات جتنا بیٹھ کر گوز مار دے تو نماز پوری ہو گئی،

ناظرین کرام! یہ ہے حنفی نماز کا نقشہ اور وہ ہے حنفی امامت کا نقشہ، اگر پسند ہو تو حنفی بنے رہو اگر طبیعت گھن کرتی ہو تو آؤ ہمارے ساتھ مل جاؤ اور خدا رسول کی باتوں کا ماننا اپنے ذمہ فرض کر کے فقہاء کی ان بیہودہ باتوں اور ان مکروہ مسائل کو ترک کر دو۔

---

[1] شامی ج ۲ ص : ۱۳۷ میں ہے "الخروج بصنعه ای بصنع المصلی ای فعله الاختیار بای وجه كان من قول اوعمل ینافی الصلوة بعد تمامها كمافی البحر وذالك بان یبنی علی صلوته صلوة مافرضا اونفلا اویضحك قهقهة اویحدث عمدا اویتكلم اویذهب اویسلم واحترز بصنعه عما لو كان سماویا كان سبقة الحدث"

اکیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۱۵۰ میں ہے "او جامع فی مادون الفرج ولم ینزل" یعنی اگر روزے دار روزے کی حالت میں شرمگاہ کے سوا اور کہیں مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا، مجیب صاحب نے ایک اور نام لکھ دیا اور اپنے نزدیک بارِ دلیل سے سبکدوش ہوگئے، حالانکہ ہمارے نزدیک نہ ان کا قول قابلِ حجت نہ ان کا، حدیث شریف میں تو اس شخص پر بھی کفارہ ہے جو اپنی بیوی سے مجامعت کرے، انزال ہونے نہ ہونے کی کوئی قید حدیث شریف میں نہیں، [1] جہاں صاف ہے کہ ایسے شخص کو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تجھ پر کفارہ ہے ایک غلام آزاد کر، نہ ہو تو دو مہینے کے روزے رکھ، اگر نہ طاقت ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھلا، بلکہ خود آپ کے فقہاء نے بھی کوئی قید نہیں لگائی، ملاحظہ ہو مراقی الفلاح ص : ۳۶۴، جب اپنی بیوی سے یہ فعل کرنا موجب ہوا روزے کے ٹوٹ جانے کا اور کفارے کے واجب ہو جانے کا، پھر حنفی مذہب کے فقہاء کا فرج کے سوا اور جگہ جماع کرنے سے روزے میں کسی قسم کا نقصان نہ بتلانا بلکہ انزال ہو بھی جائے تو کفارے کا حکم نہ دینا، مردہ عورت اور جانوروں کے ساتھ بدکاری کرنے سے بھی گو ان کی فرج میں ہی دخول کیا ہو پھر بھی روزے کو سالم بتلانا ایک اندھیر مچانا نہیں تو اور کیا ہے ؟

---

[1] مسلم ج ا ص : ۳۵۴ میں ہے "عن ابی ھریرۃ ان رجلا وقع بامرأته فی رمضان فاستفتی رسول اللہ ﷺ عن ذالك فقال هل تجد رقبة قال لا وهل تستطیع صیام شهرین قال لا قال فاطعم ستین مسکینا"

ملاحظہ درمختار ج ۱ ص : ۱۵۰، اوراس کی شرح ردالمحتار ج ۳ ص : ۲۷،۱۷۳، اوراس سے اگلا صفحہ [۱]، گوکوئی صاحب اسے ہلکا امر جانیں مگر فقہاء نے تودر حقیقت منی کے نکلنے پر بھی بعض صورتوں میں روزے کو فاسد نہیں بتلایا، جیسے ہاتھ سے منی نکال ڈالنا یعنی مشت زنی کرکے فراغت حاصل کرلینا، وکذا بالاستمناء بالکف، ملاحظہ ہو اگلا نمبر ۲۲، مراقی الفلاح میں ہے "اوانزل بوطی میتة اوبھیمة لقصور الجنایة اوانزل بتفخیذ اوبتبطین اوعبث بالکف اوانزل من قبلة اولمس لاکفارة علیه ......اووطئت وھی نائمة ، [۲]

یعنی مردہ عورت سے صحبت کی اور انزال بھی ہوا جانور سے کالا منہ کیا اور منی بھی نکلی یاران میں یاپیٹ پر مجامعت کی اور انزال بھی ہوگیا یا مشت زنی کرکے منی نکال ڈالی ان سب صورتوں میں روزے کا کفارہ نہیں، اسی طرح سوئی عورت سے جماع کیا گیا تو بھی اس عورت پر کفارہ نہیں، اور ہدایہ ج ۱ ص : ۲۱۹ میں ہے کہ حضرت امام اعظم صاحب فرماتے ہیں [۳] لونڈے بازی کرنے سے بھی اگر روزہ رکھ کر کی ہو تو کفارہ نہیں، اور یہ بھی خیال رہے کہ صاحب تنویر الابصار کا یہ لکھنا کہ فرج کے سوا اور جگہ ہو ظاہر کررہا ہے کہ اگر دبر میں وطی کی جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔

۱؎ پوری عبارت اس طرح ہے "اوادخل ذکرہ فی بھیمة اومیتة من غیر انزال اومس فرج بھیمة اوقبلها فانزل"

۲؎ بحوالہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۳۶۹

۳؎ عن ابی حنیفة انه لایجب الکفارة بالجماع فی الموضع المکروہ .

ردالمحتار میں ہے "الاجماع علیٰ عدم الافساد مع الانزال"

بائیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۱۵۰ میں ہے "ولوخاف الزنا یرجیٰ ان لا وبال علیه" یعنی اگر زنا کا خوف ہو اور مشت زنی کر کے اپنے ہاتھ سے منی نکال ڈالے تو امید ہے کہ اسے کچھ وبال نہ ہوگا اس مسئلہ میں بھی ہمارے حنفی دوست نے ایک نام اور لے دیا ہے، ہمارے نزدیک نہ اس کی بات حجت نہ اس کی، پھر آپ نہایت غیظ و غضب سے لکھتے ہیں کہ یہ فعل ہمارے ہاں مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے، میں کہتا ہوں جناب یہ تو آپ کی صرف پردہ پوشی ہے مکروہ تحریمی تو ایک طرف آپ کے مذہب میں تو یہ فعل واجب ہے اسی کتاب در مختار کی شرح رد المحتار ج ۳ ص : ۱۷۱ میں ہے "بل لوتعین الخلاص من الزنا به وجب" یعنی اگر مشت زنی کرنے سے زنا سے بچاؤ کا یقین ہو تو مشت زنی کرنی واجب ہے، **الله اکبر**

حنفی دوستو ! کیا اب بھی اسی مذہب کو مانتے چلے جاؤ گے ؟ کون سا مجرد بے عورت جوان آدمی ایسا ہے جسے زنا کا خوف نہ ہو اور کیا منی نکل جانے سے حیوانی جذبات کا اس وقت مٹ جانا اور اس وقت شہوت کی تسکین کا ہو جانا یقینی نہیں ؟ اور اس صورت میں حنفی مذہب کا فتویٰ ہے کہ مشت زنی کرنی واجب ہے شرم ! شرم ! شرم !!! اس سے بھی زیادہ سنئے فتح القدیر ج ا ص : ۵۴ میں ہے "واستمنیٰ بکفه اوجامع امرأته فی غیرالفرج اواحتلم فلما انفصل اخذ احلیله حتی سکنت فارسل فخرج بلاشهوة یجب عندهما لاعنده"[1] یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مشت زنی کی جب منی آ گئی تو اپنے ذکر کے سوراخ کو

---

[1] اس کے بعد لکھتے ہیں "اغتسل بعد الجماع قبل النوم اوالبول اوالمشی ثم خرج منه المنی بلاشهوة یعیده عندهما لاعنده"

تھام لیا جب وہ ٹھنڈا پڑ گیا تو چھوڑ دیا اور منی نکال ڈالی تو اس صورت میں اس پر غسل کرنا بھی نہیں، بلکہ در مختار اور رد المحتار ج ۳ ص : ۱۷۱ میں ہے کہ روزے میں اس فعل کے کرنے والے کا روزہ بھی نہیں جاتا بلکہ اس طرح اگر منی نکال دے تو بھی نہ روزہ جائے نہ کفارہ آئے عبارت ملاحظہ ہو " والمتبادرمن کلامه الانزال " یعنی ظاہر یہی ہے کہ انزال ہو جانے پر بھی نہ تو قضا ہے نہ کفارہ اور شامی شریف ج ۳ ص : ۱۷۱ میں ہے کہ غلبۂ شہوت کے وقت تسکین شہوت کے لئے مشت زنی کر لینے میں کوئی گناہ نہیں [1] اور اسی صفحہ میں ہے " ویجوز ان یستمنی بید زوجته وخادمته " یعنی اپنی بیوی کے ہاتھ سے اور اپنی خدمت گذار عورت کے ہاتھ سے بھی مشت زنی کرانا جائز ہے، حنفی مذہب کی معتبر کتاب مراقی الفلاح میں ہے [2] " وله ذالك ان كان اعزب " یعنی کنوارے شخص کو مشت زنی کر لینے کا اختیار ہے حاشیہ الطحاوی ص ۵۳ میں ہے " لوان رجلا عزبا به فرط شهوة له ان يستمنى بعلاج لتسكينها ولايكون ماجورا البتة ينجور أسا برأس هكذا روى عن ابى حنيفة " یعنی مجتہد مطلق امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کا ارشاد ہے کہ جس نوجوان کنوارے کو شہوت کا غلبہ ہو تو اسے حق حاصل ہے کہ مشت زنی کر لے تاکہ تسکین ہو جائے گو اسے اجر اور ثواب تو نہ ملے گا لیکن کچھ گناہ بھی نہ ہو گا برابر سرابر رہے گا" آگے لکھتے ہیں " والمراد بقوله راسا براس انه لااجر له ولاوزر عليه " اور عالم گیری ج ۱ ص : ۱۳۲ میں ہے کہ اگر

---

[1] فان غلبته الشهوة ففعل ارادة تسكينها به فالرجاء ان لايعاقب

[2] بحوالہ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۵۲

دو عورتیں آپس میں چپٹی بازی کریں توان کا روزہ بھی فاسد نہیں ہوتا۔[1]

حنفی دوستو! یہ تو ہیں حنفی مذہب کے مسائل اب اہل حدیث مذہب کے مسائل سنئے اور ان شرم سوز، خلاف انسانیت مسائل کی برائی معلوم کیجئے، قرآن کریم فرماتا ہے "فمن ابتغیٰ ورآء ذالك فاولئك هم العادون" (المومنون ۲۳ / ۷) یعنی جو شخص اپنی بیاہتا بیوی اور حلال لونڈی کے سوا اور تلاش کرے وہ ظالم، حد سے گذر جانے والا سرکش اور باغی ہے، پس مشت زنی کرنے والا بھی اس میں داخل ہے اور وہ بھی باغی اور عادی ہے۔

حنفی دوستو سنو! تمہارے فقہا نے تو تسکین شہوت کے لئے یہ ناجیانہ طریقہ بتلایا کہ وہ مشت زنی کرلے لیکن تمہارے اور ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں "فعلیه بالصوم فانه له وجاء"[2] یعنی ایسا شخص روزہ رکھے یہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی ہونا ہے مسند احمد ج ۲ ص : ۱۷۳ میں ہے "ان خصاء امتی الصیام والقیام" یعنی روزے رکھنا میری امت کی تسکین شہوت کے لئے ایسا ہی ہے جیسے خصی ہونا[3]، ساتھ ہی وہ حدیث بھی خیال میں رہے جو تمہاری فقہ کی کتابوں میں بھی ہے جسے صاحب درمختار بھی لائے ہیں جس کی سند کے ذمہ دار وہ خود ہیں جس

۱۔ حاشیۃ الطحاوی ص : ۳۶۱ میں ہے "وفعل المرأتین بلاانزال منهما لایفسد"

۲۔ بحوالہ مشکوۃ المصابیح ص : ۲۶۷ کتاب النکاح

۳۔ پوری حدیث اس طرح ہے "عن عبدالله بن عمرو قال جاء رجل الیٰ رسول الله ﷺ فقال یارسول الله ائذن لی ان اختصی فقال رسول الله ﷺ خصآء امتی الصیام والقیام"

میں ہے کہ " ناکح الید ملعون[1] " یعنی ہاتھ سے مشت زنی کرنے والا لعنتی ہے ، ہمارے مجیب علامہ نے ایک اور دلیل یہ دی ہے کہ جب دوبلائیں کسی پر آپڑیں تو اسے ہلکی چیز اختیار کرنی چاہئے اور اس قاعدہ کی بناپر اس نے اپنے طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ایک طرف زنا کا خوف ہے دوسری طرف مشت زنی ہے تو یہ دوسرا کام کرلے کیونکہ بہ نسبت اس کے یہ ہلکا کام ہے ، میں کہتا ہوں اگر یہ قاعدہ سچ ہے اور قابل عمل ہے اور اس کے یہی معنی ہیں جو حنفی مولوی صاحب نے بیان فرمائے ہیں تو ایک طرف کسی گھر بار والی عفیفہ عورت سے کسی بدکار کا یہ ارادہ ہو تو اسے چاہئے کہ کسی پیشہ ور رنڈی سے منہ کالا کرے کیونکہ بمقابلہ اس کے یہ ہلکا امر ہے ، اسی طرح پڑوسی اور دور والی ، اسی طرح قرابت والی اور اجنبیہ ، تف ہے اس سمجھ پر اور لعنت ہے ایسے کام پر اور ایسے کلام پر ، فقہ کے مقلدو ! یاد رکھو شرعا یہ بھی حرام وہ بھی حرام ، گھر گرہستی عورت کے ساتھ جس طرح زناکاری حرام اسی طرح پیشہ ور عورت کے ساتھ بھی ، جس طرح پڑوسن حرام اسی طرح دور والی بھی ، جس طرح زنا حرام اسی طرح مشت زنی بھی ،

حنفی دوستو ! اب آپ کو اختیار ہے کہ حنفی رہ کر ان نامہذب اور ناپاک مسائل کو مانو یا محمدی بن کر ان مسائل کو رد کردو۔

---

[1] در مختار ج ا ص : ۱۵۰ " اور اس کے برخلاف حاشیۃ الطحاوی ص : ۵۳ میں ہے " قال ابن جریج سالت عنه عطاء فقال مکروه سمعت قوما یحشرون وایدیهم حبالی فاظنهم هو لاء وقال سعید بن جبیر عذب الله امته کانوا یعبثون بمذاکیرهم "

تیئسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۱۵۰ میں ہے "وکذا الاستمناء بالکف" یعنی مشت زنی کرنے سے بھی ایسی حالت میں روزہ فاسد نہیں ہوتا، اس کی دلیل بھی معترض صاحب نے کوئی نہیں بیان کی بلکہ ہم سے ہی اس کے خلاف پر دلیل پوچھی ہے، ہاں آپ نے نہایت خفگی سے یہ لکھا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب انزال نہ ہو، پھر ہماری نسبت لکھا ہے کہ ہم نے انزال ہونے کا ذکر نہیں کیا تاکہ ناظرین کو مغالطہ لگے کہ انزال ہونے پر بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں مسکین معترض سے بدحواسی میں اردو عبارت بھی نہیں سمجھی گئی، میں نے تو اس نمبر میں یہ عبارت لکھی ہے کہ " ایسی حالت میں، اور اس کی تشبیہ ہے نمبر ۲۱ کے ساتھ اور وہاں یہ قید لفظا موجود ہے اس لئے یہاں لکھ گیا کہ "ایسی حالت میں" خیر یہ تو ہوئی انکی خوش فہمی لیکن اب میں کہتا ہوں کہ فی الحقیقت حنفی مذہب میں یہ بھی ہے کہ روزہ دار شخص مشت زنی کرے اور انزال ہو جائے تو بھی اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا ہاں یہ شرط ہے کہ ہو حنفی، سنو! اے "العدل" اور الفقیہ کے نامہ نگار رو اسی کتاب کی شرح رد المحتار ج ۳ ص : ۱۷۳ میں ہے "لکن المتبادر من کلامه الانزال" یعنی در مختار والے کے کلام سے فہم کے قریب تربات یہی ہے کہ انزال ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے حقیقت میں شارح نے ٹھیک سمجھا ہے کیونکہ در مختار والے آگے چل کر لکھتے ہیں "کہ زنا کا جب خوف ہو تب تو مشت زنی کرنے والے پر کوئی وبال ہی نہیں،[1] ظاہر ہے کہ زنا کے خوف محض مشت زنی نجات نہیں دے سکتی جب تک کہ انزال نہ ہو، کیونکہ

---

[1] در مختار ا ص : ۱۵۰ "ولو خاف الزنا یرجی ان لاوبال علیه"
اور حاشیۃ الطحاوی ص : ۵۴۳ میں مراقی الفلاح کی عبارت (یخشی منها) کے تحت ہے " ای الوقوع فی لواط او زنا فیکون هذا من ارتکاب اخف الضررین"

تسکین شہوت کا موجب یا سبب انزال ہی ہے، معترض کی چالاکی دیکھئے کہ شرح کی اس سے پہلے کی عبارت تو نقل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی کی یہ عبارت نقل نہ کی، یہ چوریاں اور سینہ زوریاں کہ لکّن سے جس عبارت سے استدراک کیا ہے اسے چھوڑ دو آدھا کلام نقل کرو اور پھر اہل حدیث کو برا بھلا کہنے بیٹھ جاؤ، اچھا اب کھلے لفظوں میں سنئے!

آپ کے مذہب کی معتبر کتاب عنایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص : ۲۵۶ میں ہے "اذا عالج ذکرہ بکفہ حتی امنی لم یفطر" یعنی کسی نے جلق لگایا مشت زنی کی یعنی اپنے ہاتھ سے کام نکالا یہاں تک کہ انزال ہو گیا منی نکل آئی تاہم اس کا روزہ نہیں ٹوٹا، کہئے مولوی صاحب اب تو آپ کو یقین ہو گیا ہو گا کہ فی الواقع یہ گندہ اور ناپاک مسئلہ جس کے سننے سے آپ گھبراتے ہیں آپ کی کتابوں میں یونہی موجود ہے۔

میرے حنفی بھائیو! میرا روئے سخن تو آپ کی طرف ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ بخاری، مسلم اور صحاح ستہ بلکہ حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے کہ جس صحابی نے اپنی بیوی کے ساتھ رمضان کے دن میں مجامعت کر لی اسے حضور ﷺ نے ایک غلام آزاد کرنے یا دو مہینے کے پے در پے روزے رکھنے یا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم دیا[1]، اور بخاری ج ۱ ص : ۲۵۹ میں ہے کہ روزے کی قضا کو فرمایا، اب اس حدیث کے ہوتے ہوئے امتی کہلوا کر مشت زنی جیسے پاجیانہ فعل کو روزے کی حالت میں روزے کو بگاڑنے والا نہ بتلانا اس پر کفارے کا حکم نہ دینا، تسکین شہوت کیلئے اسے جائز قرار دینا، خوف زنا کے وقت اسے واجب بتلانا منی نکل جائے پھر

---

[1] بخاری ج ۲ ص : ۱۰۰۷

بھی روزے کو باقی بتلانا یہ صریح مخالفت رسول اور خلاف پیغمبر ﷺ نہیں تو اور کیا ہے ؟ خود معترض نے علامہ شامی کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی یہ موجود ہے کہ مشت زنی سے انزال ہو جانے پر بھی حنفی مذہب کے فقہاء کا یہ فیصلہ ہے کہ روزہ نہیں بگڑتا، چنانچہ ردالمحتار ج ۳ ص ۱۷ : ۳ میں ہے" وهو المختار " معلوم ہوا کہ علامہ کے اس مختار قول کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں جو اس کے خلاف ہیں۔ فتاوی قاضی خان ج ۱ ص : ۹۸ میں ہے" اذاجامع بهيمة ولم ينزل اوميتة ولم ينزل اوناكح بيده ولم ينزل اوجامع فيما دون الفرج لايفسد "یعنی حنفی المذہب فقہاء کا یہ قول بھی ہے کہ جانور سے اور مردہ عورت سے جماع کیا اور منی نکل گئی یا ہاتھ سے مشت زنی کی اور منی نکل گئی یا فرج کے علاوہ میں جماع کیا تو ان سب صورتوں میں روزہ باطل نہیں ہوتا، دعا ہے کہ خدا آپ کو سمجھ دے اور فقہ کی پوجا سے بچائے۔

ناظرین کرام! میں آپ کے زندہ ضمیر سے اپیل کرونگا کہ خدارا حنفی مذہب کے اس بدترین مسئلہ کو ترک کردو یہ لوگ تو صاف لکھتے ہیں کہ بوقت خوف زنا مشت زنی واجب ہے اعوذ باالله ثم اعوذبالله بلکہ طحاوی ج ۱ ص : ۳۸۴ میں ہے" يؤجر اذاخاف الشهوة "یعنی خوف زنا کے وقت مشت زنی کرنے والے کو ثواب ملے گا۔ معترض نے لکھا ہے کہ ہمارے فقہاء کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی غلطی سے ایسا کر بیٹھے تو اس کے لئے حکم یہ ہے، یہ مقصود نہیں کہ یہ کام بھی ان کے نزدیک جائز ہو لیکن میں کہتا ہوں یہ نرا دھوکہ ہے، در مختار کے اسی صفحہ میں ہے کہ زنا کے خوف کے وقت

مشت زنی کرنے میں وبال ہی نہیں، صاحب ردالمحتار ج ۳ ص: ۱۷۳ میں لکھتے ہیں "یہ قید لگانا بھی فضول ہے بلکہ زنا سے بچنے کے لئے یہ پاجی فعل کرنا واجب ہے، پھر لکھتے ہیں تسکینِ شہوت کے لئے مشت زنی کرنے میں کوئی برائی نہیں، (حوالہ سابق) پھر لکھتے ہیں کہ اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے ہاتھوں یہ کام کرانا جائز ہے، پھر لکھتے ہیں کسی فقیہ نے اگر مکروہ لکھا ہے تو اس کا مطلب بھی مکروہ تحریمی نہیں [1] تو جائز ہونے میں ہرگز ہرگز کسی طرح کا کلام ہی نہیں، پھر لکھتے ہیں کہ صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ جواز اس شخص کے لئے ہے جو مجرد ہو، جس کی بیوی لونڈی نہ ہو، نہیں، گو ہو لیکن وہ اس وقت پاس نہیں (یا مثلاً حیض سے ہے) نہیں جاسکتے [2] تو بھی اپنے ہاتھ سے ہی کام لے لے اپنا پانی آپ ہی سینچ ڈالے۔ چلو چھٹی ہوئی، شرم! شرم!!!

ہاں الفقیہ کے نامہ نگارو! سنئے آگے چل کر در مختار نے اور صورتیں بھی بتائی ہیں وہاں بھی انزال ہو جانے پر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا مثلاً چوپائے کے فرج کو اس کی پیشاب گاہ کو اس قدر مساس کیا کہ انزال ہو گیا پھر بھی روزہ میں کوئی نقصان نہیں "اومس فرج بهيمة اوقبلها فانزل" یعنی کسی نے چوپائے کی پیشاب گاہ کو مساس کیا یا بوسہ دیا اور انزال ہو گیا تو اس کے روزے میں ٹوٹ پھوٹ نہیں ہوئی۔ [3]

۱؎ لعل المراد به كراهة التنزيه

۲؎ "وكان عزبا لازوجة له ولاامة اوكان الاانه لايقدر على الوصول اليها لعذر"

۳؎ در مختار ج ۱ ص: ۱۵۰ اک

چوبیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۱۵۰ میں ہے "اوادخل ذکرہ فی بھیمۃ " یعنی اگر کوئی شخص چوپائے جانور (گائے بھینس بکری وغیرہ) کے ساتھ برا کام کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں جاتا۔

پچیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۱۵۰ میں ہے "او میتۃ" یعنی اگر میت (مرے ہوئے مردے) کے ساتھ بد فعلی کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں بگڑتا اور معترض چونکہ اس کی دلیل دینے سے بھی عاجز تھے اس لئے شروع سے نقل کرنے میں ہی چالاکی یعنی میرے لفظ "ایسی حالت میں" نقل ہی نہیں کئے اور جھٹ سے اعتراض جڑ دیا کہ ہم نے انزال نہ ہونے کی عبارت ہی نقل نہیں کی حالانکہ یہ غلط ہے لیکن شکر ہے کہ ان تمام مسائل کو مانا ہے کہ بیشک یہ امور حنفی مذہب میں ہیں، بلکہ کفایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص : ۲۶۱ میں امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ دبر میں وطی کرنے سے بھی خواہ عورت کی ہو خواہ مرد کی خواہ انزال نہ ہوا ہو خواہ منی بھی نکل گئی ہو پھر بھی دونوں پر روزے کا کفارہ لازم نہیں ،عن ابی حنیفۃ انہ لاکفارۃ علیھما" اور ہدایہ تھانوی ج ا ص : ۲۱۹ میں بھی یہی ہے "وعن ابی حنیفۃ انہ لایجب الکفارۃ بالجماع فی الموضع المکروہ " یعنی دبر میں جماع کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا،

در مختار ج ا ص : ۱۵۰ میں ہے اووطئت نائمۃ اومجنونۃ" یعنی سوئی اور دیوانگی والی عورت سے اگر وطی کی جائے تو ان دونوں پر بھی کفارہ نہیں ، اسی صفحہ میں ہے " اووطئ امرأۃ میتۃ اوصغیرۃ لاتشتھی ......او بھیمۃ" یعنی اسی طرح مردہ عورت سے ، چھوٹی غیر خواہش مند لڑکی

سے یا جانور سے جماع کیا اور حاجت روائی کرلی تو ان صورتوں میں بھی کفارہ نہیں اگرچہ انزال ہو گیا ہو۔

اب **حنفی بھائیو!** میں تم سے پوچھتا ہوں کہ بحث مباحثہ کو تو جانے دیجئے خود اپنے دل میں انصاف کرلیجئے کہ حنفی مذہب کا یہ فتویٰ کہاں تک اصول اسلام کے مطابق ہے ؟ حد جس کے دفعیہ کا شرعی عذر کی وجہ سے حکم ہے وہاں تو بجز د زنا کاری کے گو انزال نہ ہوا ہو حد کو واجب بتانا اور یہاں روزے کی حالت میں کفارہ نہ بتانا کیسے درست ہو سکتا ہے ؟ اور روزے کی حالت میں ایسے خلاف تہذیب فعل، ایسی انسانیت سوز حرکات، ایسی بے شرمی کی باتیں کرنے والوں کو فقہاء کا ایسی آزادی دینا کہاں تک اسلام کے محاسن کو دوسروں کی نگاہ میں وقعت دے سکتا ہے ؟ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں "من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه"[1]

یعنی جو لوگ روزے کی حالت میں بھی جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑیں ان کی بھوک پیاس کی خدا کو کوئی حاجت نہیں ، حدیث میں تو روزے کا یہاں تک احترام ہو اور یہاں یہ تعلیم ہو کہ درندوں اور شیطانوں کا فعل کرنے سے بھی روزے میں نقصان نہ آئے ،فالعیاذ بالله، بلکہ حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح ص : ۳۶۱ میں ہے" فعل المرأتين بلا انزال منهما لا يفسد" یعنی دو عورتیں آپس میں کاروائی کریں اور دونوں روزے سے ہوں اور انزال نہ ہوا ہو تو روزہ فاسد نہ ہو گا،

---

[1] بخاری ج ۱ ص : ۲۵۵

بلکہ ص: ۲۶۸،۶۹ میں لکھا ہے ''اواکل عمدابعداکله ناسیا ......ولوعلم الخبر ......اوجامع ناسیاثم جامع عامدا '' یعنی ایک شخص نے بھولے سے کچھ کھالیا پھر اسے یاد آگیا اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ معاف ہے اور میرے روزے میں نقصان نہیں، پھر بھی اس نے جان بوجھ کر کھانا کھایا، یا بھولے سے جماع کیا پھر یاد آگیا پھر جان بوجھ کر جماع کیا تو بھی کفارہ نہیں، خیال فرمائیے عمداً جماع کر رہا ہے اور فقہاء اسے کفارے سے آزاد کر رہے ہیں۔

چھبیسواں مسئلہ: در مختار ج ا ص: ۱۸۸ [فصل فی المحرمات] میں ہے " قبل السكران بنته تحرم الام [1] یعنی نشہ کی حالت میں کسی نے اپنی بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

ناظرین کرام! خیال فرمائیں کہ اول تو وہ نشہ میں ہے اس فعل کا اعتبار نہیں پھر اس کی کیا وجہ کہ بوسہ اس نے لیا اور شامت اس کی بیوی کی آئی، برا کام اس نے کیا اور برائی اس کی بے گناہ بیوی پر پڑی، خوش فہم معترض نے اس میں ایک قید لگائی ہے کہ یہ بوسہ شہوت سے لیا ہو تب یہ حکم ہے یہ قید در مختار میں نہیں جسکا میں نے حوالہ دیا ہے، بلکہ در مختار کی شرح ردالمحتار ج ۴ ص: ۱۱۲ میں تو ہے ''یفتی بالحرمة فی القبلة مطلقاً'' یعنی بوسہ میں حرمت کا فتوی علی الاطلاق ہے یعنی خواہ شہوت سے ہو خواہ بے شہوت، لیکن میں کہتا ہوں یونہی سہی لیکن اس کی کیا دلیل؟ یا تو یہ بے تکی کہ بد سے بد فعل معاف یا یہ شورا شوری کہ خفیف سے خفیف جرم کی سزا نہ صرف اس پر بلکہ اس کی بے گناہ بیوی پر،

---

[1] الأم کا لفظ بعض نسخوں میں ہے اور اکثر میں نہیں ہے

میرے حنفی بھائیو! سنو حدیث شریف میں ہے" لا یجنی جان الا علی نفسه"(ابن ماجہ ج۲ص:۱۰۱۵)یعنی ہر گناہ گار کا گناہ اسی پر ہے قرآن کہتا ہے "لاتزروازرة وزراخریٰ"(فاطر ۱۸/۳۵)ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں، کرے سو بھرے

ابن ماجہ ج ا ص : ۶۴۹ میں ہے "رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں" لا یحرم الحرام الحلال "یعنی حرام حلال کو حرام نہیں کرتا پس لڑکی کا شہوت سے بوسہ لینا گو حرام ہے مگر اس حرام سے حلال بیوی حرام نہیں ہوگی، یہ ان فقہاء کرام کی خفگی کا نتیجہ ہے حدیث کا مسئلہ نہیں ، بلکہ مجنوں دیوانے اور پاگل کی نسبت بھی ان کا یہی فتویٰ ہے، در مختار ج ا ص : ۱۸۸ میں ہے "مجنون وسکران کبالغ" حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ مجنون جنون کی حالت میں شرعی مواخذہ سے معاف ہے،اسی طرح بھولے ہوئے شخص کے اور غلطی کرنے والے اور اکراہ یعنی زبردستی سے مجبور کئے ہوئے شخص کے بارے میں بھی حنفی مذہب کا یہی فتویٰ ہے "چنانچہ در مختار ج ۲ ص : ۱۸۸ میں ہے" ولافرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشهوة بین عمد ونسیان وخطاء واکراه فلوایقظ زوجته اوایقظته هی لجماعها فمست یده بنتها المشتهاة ویدها ابنه حرمت الام ابدا "یعنی خواہ جان کر چھوئے و دیکھے یا بھولے سے اور خطا سے یا جبر کئے جانے سے یہاں تک کہ اگر مرد اپنی بیوی کو جماع کے لئے جگانا چاہے اور ہاتھ لڑکی پر پڑ جائے یا عوت اپنے میاں کو جگانا چاہے اور بھولے سے ہاتھ لڑکے پر پڑ جائے تو یہ عورت اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی، حالانکہ

حدیث میں ہے " وعن المعتوہ حتی یعقل " یعنی جنون کی حالت کا ہر کام لغو ہے۔[1]

دوسری حدیث میں ہے "ان اللہ تجاوز عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ "[2] یعنی میری امت کی خطا بھول چوک معاف ہے اور جو کام زبردستی کرایا گیا ہو وہ بھی لغو ہے قابل مواخذہ نہیں ، یا تو اتنی مہربانی تھی کہ مشت زنی وغیرہ کرلے جب بھی روزہ نہ جائے اس قدر خفگی ہوئی کہ ایک بیہوش شخص جو اپنے آپے میں نہیں جس کا اقبال ، انکار ، لینا دینا کچھ معتبر نہیں اس کی ایک بیہوشی کی حرکت پر اس غریب پر اس کی بیوی حرام کردی اور اس بے گناہ عورت کا گھر اجاڑ دیا ،

ایک لطیفہ : ہدایہ شریف جو اس در مختار سے بہت زیادہ معتبر ہے جسے حنفی حضرات مثل قرآن مانتے ہیں اس میں لکھا ہے کہ کسی عورت کو اگر شہوت سے چھولے یا اس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لے تو اس کی ماں اس پر حرام ہو جائے گی ، لیکن اگر اتنا چھولے اس قدر مساس کرے کہ انزال ہو جائے یا اس کے پاخانہ کی جگہ میں بدفعلی کرے تو حرام نہ ہو گی ،[3]

بلکہ اسی در مختار ج ۱ ص : ۱۸۸ میں ہے " فلو انزل مع مس اونظر فلا حرمۃ " یعنی صرف شرمگاہ کو دیکھ لینے اور مساس کر لینے سے تو حرمت جاتی رہی ، کیا مزے کی حلت حرمت ہے کہ محض چھونے سے حرمت لیکن اگر اتنا چھوئے کہ انزال ہو جائے تو حرمت جاتی رہی ، صرف دیکھ لینے سے حرمت موجود ، لیکن شرمناک ، خلاف انسانیت فعل لواطت کرنے سے

۱۔ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص : ۲۸۴

۲۔ ابن ماجہ ج ۲ ص : ۱۵۹ "باب طلاق المکرہ والنسیان"

۳۔ ملاحظہ ہو ہدایہ تھانوی ج ۲ ص : ۳۰۹ فصل فی المحرمات

حرمت مفقود، عجب الٹی گنگا بہہ رہی ہے "فالحیاء الحیاء

اس سے بھی باریک تر مسئلہ سنئے! عالمگیری ج ۲ ص : ٦ میں ہے "اذا مدیده الیٰ امرأته بشهوة فوقعت علیٰ انف ابنتها فازدادت شهوته حرمت علیه امرأته وان نزع یده من ساعته "یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کی طرف شہوت سے ہاتھ بڑھایا اور وہ اس کی لڑکی کی ناک پر پڑ گیا اس کی شہوت بڑھ گئی پھر گو اسی وقت اس نے ہاتھ ہٹا لیا، لیکن تاہم اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔[1]

اور سنئے! عالم گیری ج ۲ ص : ۵ میں ہے "اگر کسی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگا لیا یا بوسہ لے لیا یا اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا تو اس کی ماں، اس کی بیٹیاں وغیرہ سب اس پر حرام ہو گئیں، اسی طرح اگر عورت نے یہ کام کسی مرد کے ساتھ کر لئے جب بھی یہی حکم ہے، پھر اندھیر دیکھئے لکھتے ہیں "فلو جامع صغيرة لاتشتهى لاتثبت الحرمة "لیکن اگر کسی چھوٹی لڑکی کے ساتھ جسے خواہش نہ ہو مجامعت کر لے تو حرمت ثابت نہ ہو گی۔[2] اسی طرح اگر دبر کو دیکھے تو بھی حرمت ثابت نہ ہو گی[3] اسی طرح اگر دیکھتے دیکھتے انزال ہو جائے تو بھی حرمت ثابت نہ ہو گی ،[4]

---

۱ ؎ فتاوی عالمگیری ج ۲ ص : ٦ ہی میں ہے "فلو ایقظ زوجته لیجامعها فوصلت یده الیٰ بنته منها فقرصتها بشهوة وهی ممن تشتهی بظن انها امها حرمت علیه الام حرمةً مؤبدة"

۲ ؎ (عالمگیری ج ۲ ص : ۵)

۳ ؎ فتاوی عالم گیری ج ۲ ص : ۵ "لو نظر الی دبر المرأة لاتثبت به حرمة المصاهرة

۴ ؎ "لو انزل عند المس او النظر لم یثبت به حرمة المصاهرة " (نفس الصفحه)

حنفی بھائیو! غور کرو میں پھر تم سے دوستانہ طور پر کہتا ہوں کہ ان انسانی اقوال کی بھول بھلیاں سے نکلو، ان انسانی ہیر پھیر سے اپنے تئیں آزاد کرو، ہر طرح کے گور کھ دھندوں کو پرے کرو قرآن وحدیث کی صحیح ستھری اور پاکیزہ راہ پر لگ جاؤ۔

ستائیسواں مسئلہ : درمختار ج ۱ ص:۱۸۸ میں ہے" وفي الخلاصة قيل له مافعلت بام امرء تك فقال جامعتها تثبت الحرمة ولايصدق انه كذب ولوهازلا" یعنی اگر کسی نے (ہنسی مذاق میں جھوٹ) کہہ دیا کہ میں نے اپنی ساس سے مجامعت کی ہے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی، اس کی نسبت حنفی مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں لفظ جھوٹ ہم نے زیادہ کر دیا ہے، حالانکہ معترض صاحب نے خود جو عبارت درمختار کی نقل کی ہے اس میں" ولو هازلاً" کا لفظ موجود ہے اور خود ہی اس کا ترجمہ کرتے ہیں" اگر چہ ہنسی سے ہو" تو اب مطلب یہ ہوا کہ اگر چہ کسی نے بطور مذاق کہہ دیا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی، پس ظاہر ہے کہ ہزل اور مذاق خلاف حقیقت کو ہی عموماً کہا جاتا ہے اور خلافِ حقیقت کا دوسرا نام جھوٹ ہے، پس میں نے ترجمہ میں اگر اسے واضح کر دیا تو آپ کو برا کیوں لگا؟ غرض صاحبِ کتاب کی صراحت موجود ہے کہ بناوٹ کے طور پر صرف یہ لفظ منہ سے نکالنا موجب حرمت ہے نہ یہ کہ یہ واقعہ فی نفسہ بھی سچا ہو، علاوہ ازیں یہیں یہ لفظ بھی موجود ہے "ولايصدق انه كذب" یعنی وہ کہتا ہے کہ میں نے جھوٹ کہا پھر بھی کوئی اعتبار نہیں، اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

کہئے !اب تو یہ لفظ بھی آ گیا کہ وہ خود قائل ہے کہ میں نے غلط اور جھوٹ کہا تھا، یہی میں نے بھی لکھا تھا پھر مجھ پر الزام زیادتی کا کیوں رکھا جاتا ہے ؟ خیر اب میں دریافت کرتا ہوں کہ اے "الفقیہ" اور "العدل" اخبار کے اوراق سیاہ کرنے والو! تم ہی بتاؤ اور دین و دیانت سے، ایمان و امانت سے بتاؤ۔ اور حنفی مذہب سے اور فقہ کی ان کتابوں سے بتاؤ، جن کی عزت و حرمت نے آپ کے دلوں میں قرآن و حدیث کی کوئی وقعت و عظمت باقی نہیں رہنے دی کہ اگر آپ کے نزدیک یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جھوٹ نہ ہو یعنی سچ مچ کسی سفلے اور کمینے نے یہ حرکت کی ہو تو یہ حکم ہے، لیکن اگر کسی نے بطور مذاق یہ کہہ دیا اور واقعہ یہ نہیں تو اب فرمائیے کہ اس صورت میں مقلدین فقہ کا کیا فتوی ہے ؟ اور اگر جناب کو یہ لفظ ہی دیکھنا ہے تو گو در مختار سے بھی میں نے نقل کر دیا لیکن ایک اور صاف حوالہ بھی لیتے جائیے، عالمگیری ج ۱ ص : ۷ میں ہے "قال کذبت" یعنی گو وہ کہتا ہے کہ میں نے جھوٹ کہا ہے پھر بھی اس کی بیوی اس سے جدا کر دی جائے گی، کہئے اب تو آپ کی تشفی ہو گئی، اور سنئے ! ص : ۷ ہی میں ہے "ولا یصدق انه کذب" یعنی وہ کہتا ہے کہ میں نے جھوٹ کہا پھر بھی اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس کی بیوی اس پر حنفی مذہب حرام کر دیگا۔

ناظرین کرام! یہ ظلم تو آپ نے دیکھ ہی لیا اب اس کے خلاف سنئے اسی صفحہ میں یعنی ج ۱ ص : ۷ ہی میں ہے "رجل تزوج امرأة علی انها عذراء فلما ارادوقاعها وجدها قد افتضت فقال لها من افتضك فقالت ابوك ان صدقها الزوج بانت منه ولامهرلها وان كذبها فهي امرأته"

ایک شخص نے ایک کنواری لڑکی سے نکاح کیا جب اس سے مجامعت کرنی چاہی تو اسے کنواری نہ پایا اس سے پوچھا کہ تیرا بکر کس نے توڑا اس نے کہا تیرے باپ نے مجھ سے برا کام کیا تو وہ اس کی بات کا کچھ اعتبار نہ کرے اسے جھوٹا جانے اور بدستور اپنی بیوی بنائے رکھے، تو یہ بھی حنفی مذہب میں جائز ہے اور اگر سچا جان لے تو بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی لیکن کچھ مہر نہیں دینا پڑے گا، بعینہ یہی مسئلہ اسی در مختار ج ا ص: ۱۸۸ میں ہے "الفاظ ملاحظہ ہوں "تزوج بکرا فوجد ھا ثیبا وقالت ابوك فضنی ان صدقھا بانت بلامھر والالا"

خیال فرمائیے کہ وہاں تو مذاق سے ایک نے پوچھا دوسرے نے مذاق سے جواب دیا پھر وہ غریب کہہ رہا ہے کہ میں نے مذاقاً جھوٹ کہا تھا مگر پھر بھی اس کی بیوی جو محض بے گناہ ہے اس پر حرام، اور یہاں وہ خود کہہ رہی ہے کہ تیرے باپ نے مجھ سے منہ کالا کیا اس کا اقرار ہے ساتھ ہی بکر ٹوٹا ہوا ہے لیکن پھر بھی حنفی مذہب کی یہ بے حمیتی ہے کہ اس خاوند کو اختیار ہے کہ اسے سچا نہ جانے اور جو عورت کہہ رہی ہے کہ اس کے خاوند کے باپ نے کنوارپنے میں اس سے حرام کاری کی ہے اور اس کا خاوند خود دیکھ رہا ہے کہ یہ کنواری اس کے پاس نہیں پہونچی لیکن تاہم وہ اس سے مباشرت کر سکتا ہے اور بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے،

اب جناب نے جو فرمایا ہے کہ اس کے خلاف دلیل پیش کرو گو یہ فرض ہمارا نہیں، تاہم جس طرح آپ حضرات کی خیر خواہی کے لئے ہم اب تک دلائل پیش کرتے آئے ہیں یہاں بھی ہم بخل نہیں کرتے، سنئے نمبر ۲۲ کے

جواب میں ہم اس کے خلاف دلائل احادیث سے نقل کر چکے ہیں اور قرآن سے بھی، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، گو ساس سے مجامعت حرام ہے لیکن اس حرامکاری سے اس کی حلال بیٹی یعنی اس کی جائز جورو اس پر حرام نہ ہوگی، اور یہاں تو اس نے بطور ہزل، دل لگی اور ہنسی کے کہہ دیا ہے جسے خود وہ مان رہا ہے کہ میں نے غلط اور جھوٹ کہا پھر اس دکھیا، بے قصور، ناکردہ گناہ کو گھر سے بے گھر کیوں کیا جاتا ہے اور اس کا گھر در کیوں اجاڑا جا رہا ہے؟ اور لطف سنئے! یہاں تو ان فقہاء کرام کو اس قدر غضب وغصہ ہے اور اس سے پہلے اسی کتاب کے ص: ۱۸۸ میں لکھ آئے ہیں کہ "وطئ اخت امرأته لاتحرم عليه امرأته" یعنی اگر کسی نے اپنی بیوی کی بہن سے حرام کاری کی تو اس کی عورت اس پر حرام نہ ہوگی، اور اسی کتاب کی اسی جلد میں اسی صفحہ میں ہے "كوطئ دبر مطلقا" یعنی اگر کسی نے کسی مرد و عورت کی دبر میں وطی کی تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی، اب خواہ یہ کالا منہ کسی سے کیا ہو مثلا ساس سے، سالی سے، خسر سے، سالے سے، کسی سے بھی کیوں نہ کیا ہو کوئی حرمت نہیں، اے انصاف پسند و! ذرا تو آنکھیں کھولو! یہ کیا ہو رہا ہے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ ساس سے میں نے ایسی حرکت کی تو بیوی حرام، سچ مچ ساس کے پاخانہ کی جگہ وطی کی تو بیوی حلال، بلکہ اسی صفحہ میں ہے "فلو تزوج صغيرة لاتشتهى فدخل بها فطلقها وانقضت عدتها وتزوجت باخرجاز للاول التزوج ببنتها" یعنی اگر کسی نے کم سن غیر چاہت والی لڑکی سے نکاح کیا پھر مباشرت کی پھر طلاق دیدی، اس لڑکی نے بعد عدت کسی دوسرے سے

نکاح کرلیا اس سے اس کے لڑکی ہوئی تو اس لڑکی سے جو اس کے ہاں اس خاوند سی ہوئی ہے اس اگلے خاوند کو جو اسے طلاق دے چکا ہے نکاح کرنا جائز ہے، اب خیال فرمایئے کہ نکاح کے بعد یہ عورت اس مرد کی ساس ہو جائے گی حالانکہ پہلے یہ اس کی بیوی تھی لیکن حنفی مذہب یہاں کچھ غیرت نہیں کرتا، غرض ایک طرف تو اتنی سختی ہے کہ زبان سے جھوٹ موٹ نکل گیا کہ اس نے اپنی ساس سے حرام کاری کی تو بیوی نکاح سے باہر، دوسری طرف یہ بے غیرتی کہ ساس سے سچ مچ کالا منہ کیا اور وہ بھی ناجائز جگہ تو بیوی نکاح ہی میں رہی بلکہ تیسری طرف یہ حال کہ پہلے جو بیوی تھی وہی اب ساس ہے اور یہ جائز ہے برادران! میں پھر کہوں گا کہ اس چکردار راستہ کو چھوڑ دو اور شاہراہ محمدی پر چلو بھلا یہ پہیلیاں بوجھے جانے کے قابل ہیں اور آؤ اس سہل اور پاک تعلیم کی طرف جو اللہ و رسول اللہ ﷺ کی ہے

اٹھائیسواں مسئلہ: در مختار ج ا ص: ۱۹۰ میں ہے "ويحل له وطئ امرأة ادعت عليه" یعنی ایک عورت نے عدالت میں جھوٹا دعویٰ کیا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہو گیا ہے وہ شخص انکار کرتا ہے عورت نے دو جھوٹے جھوٹ گواہ گذار دیئے قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ نکاح ہوا ہے حالانکہ حقیقتاً نکاح نہیں ہوا تو اب شخص کا اس عورت سے ملنا جلنا وطی کرنا وغیرہ سب حلال ہے۔

انتیسواں مسئلہ: در مختار ج ا ص: ۱۹۰ میں ہے "وكذا تحل له لو ادعى هو نكاحها" یعنی اسی طرح ایک مرد نے ایک عورت پر جھوٹا دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اور دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے فیصلہ

کردیا تو بھی یہ دونوں میاں بیوی بن کر رہیں سہیں اور اس شخص کو اس عورت سے صحبت کرنا حلال ہے یہ خاص امام صاحب کا مذہب ہے۔

تیسواں مسئلہ :در مختار :ج ا ص : ۱۹۰ میں ہے" ولو قضی بطلاقها بشهادة الزور مع علمها بذالك نفذ "یعنی اسی طرح اگر کسی عورت نے جھوٹا دعوی کیا کہ اس کے خاوند نے طلاق دیدی ہے اور جھوٹے گواہ بھی گذار دیئے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو باوجودیکہ وہ عورت خوب جانتی ہے کہ اس پر طلاق نہیں پڑی تاہم اسے جائز ہے کہ دوسرے سے نکاح کرلے اور اس سے صحبت کرے کرائے سب حلال طیب ہے۔

اکتیسواں مسئلہ :در مختار ج ا ص : ۱۹۰ میں ہے" حل للشاهدزور ا تزوجها" یعنی اس جھوٹی طلاق کی جس جھوٹے گواہ نے گواہی دی اسے بھی اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہے۔

ان چاروں مسئلوں کی نسبت حنفی مولوی صاحب نے یہ دلیل دی ہے کہ قاضی کا جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ظاہر باطن میں نافذ ہوتا ہے یعنی دنیا میں بھی وہ فیصلہ سچا سمجھا جائے گا اور اس پر عمل در آمد ہوگا اور آخرت میں بھی وہی فیصلہ جاری ہوگا یعنی اللہ میاں بھی اس فیصلہ کے ماننے پر مجبور ہیں، میں کہتا ہوں جناب مولوی صاحب! خود آپ کے فقہاء ہی اپنے اس مسئلہ کو اور اس قاعدہ کلیہ کو آگے چل کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں غور سے سنئے! اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۰ میں ہے" خالية عن الموانع "یعنی روک سے خالی ہو ، یعنی اگر وہ عورت خاوند والی ہے یا دوسرے کی عدت میں ہے یا اس شخص نے اسے تین طلاقیں دیدی ہیں تو باوجودیکہ قاضی فیصلہ کر دے تاہم اس کی قضا کے ہوتے ہوئے بھی یہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہ ہوگی، پس باطن

توکیا ظاہر میں بھی قاضی کے فیصلے کو جاری نہ کیا گیا، علاوہ ازیں عنایہ مص عنایہ مصری ج ۳ ص : ۱۵۴ میں ہے "کہ املاک اور میراث کے بارے میں قاضی کی قضا باطن میں نافذ نہ ہوگی، عالمگیری ج ۲ ص : ۱۵۷ میں ہے[1] یعنی ایک نامرد شخص اور اس کی بیوی کے درمیان قاضی نے جدائی کرادی اور وہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے صحبت کی ہے اور اس کے میرے درمیان خلوت ہو چکی ہے پھر دو سال کے بعد اس نامرد کی جورو نے لڑکا پیدا ہوتا ہے تو حنفی مذہب کے مطابق نسب ثابت ہو جائے گا یعنی یہ لڑکا اسی نامرد کا سمجھا جائے گا اور قاضی صاحب کا فیصلہ باطل کر دیا جائیگا، ہدایہ ج ۲ کتاب النکاح ص : ۳۱۳ میں ہے "بخلاف الاملاك المرسلة" یعنی ایک شخص نے کسی لونڈی کا دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے لیکن خریدی ہے یا ورثے میں ملی ہے اس کی تعیین نہیں کی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا کہ ہاں تیری ہی ہے تو اس صورت میں اور ایسی تمام صورتوں میں قاضی کی قضا باطن میں نافذ نہ ہوگی، کہئے جناب! اب آپ کا وہ قاعدہ کلیہ کہاں گیا، خیال فرمائیے وہاں تو ایک قاعدہ گھڑ کر اس حرام عورت کو حلال کر دیا پھر دوسری جگہ وہ قاعدہ توڑ کر اس لڑکے کو جس کی ماں اپنے خاوند سے دو سال سے الگ ہے اور کہہ چکی ہے کہ اس کا خاوند نامرد ہے، قاضی نے تسلیم کر لیا ہے، اس لڑکے کو اس نامرد کا لڑکا مان لیا، پھر اس قاعدے کو توڑ کر تمام کی تمام املاک کا جو بلا تعیین ہوں فیصلہ کیا کہ ان میں قضاء قاضی باطن میں جاری نہ ہوگی، غرض عجیب

---

[1] پوری عبارت اس طرح ہے" اذا فرق القاضی بین المجبوب وبین امرأته بعد الخلوة ثم جاءت بولدالی سنتین یثبت النسب منه ولایبطل تفریق القاضی وفی العنین یثبت النسب ویبطل تفریق القاضی

وغریب اکھاڑ پچھاڑ ہو رہی ہے ، شامی ج ۸ ص : ۸۱ کتاب القضاء ی القضاء میں ہے۔"اذا قضیٰ القاضی بشهادة محدودین فی قذف وهولايعلم بذالك ثم ظهرلا ينفذ قضا ؤ ه " یعنی قاضی نے دو گواہوں کی گواہی لے کر فیصلہ کر دیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں تہمت رکھنے کی حد کھا چکے ہیں تو اس صورت میں قاضی کی قضا یعنی جج کا فیصلہ باقی نہ رہے گا، نہ جاری ہو سکے گا، اور شامی ج ۸ ص : ۸۰ ہی میں ہے "رجل مات وله مدبرون حتیٰ عتقوا ثم جاء رجل واثبت دینا علی المیت فباعهم القاضی علیٰ ظن انهم عبید وقضیٰ بجوازه ثم ظهر انهم مدبرون كان قضاء ه بذالك باطلا"

یعنی ایک شخص پر قرض تھا وہ اپنے غلاموں کو اپنی موت کے بعد آزاد کر چکا تھا، اب اس کی موت کے بعد قرض خواہوں نے دعویٰ کیا قاضی نے اس کے ان غلاموں کو جو اس کی موت سے آزاد ہو چکے تھے قبضہ میں کر کے بیچ ڈالے، لیکن پھر معلوم ہوا کہ یہ تو آزاد ہو چکے تھے تو اس کا فیصلہ باطل ہو جائے گا، کہئے! آپ کے اس اصول کے مطابق کہ قاضی کی قضا ظاہر باطن میں نافذ ہوتی ہے چیتھڑے اڑ گئے یا نہیں،

ناظرین کرام! ذرا کلیجہ تھام لینا ایک اور زبردست غضب ڈھایا جا رہا ہے، عالم گیری ج ۲ ص : ۱۱ میں ہے" ادعیٰ رجل علیٰ امرأة نكاحا فجحدت فصالحها علیٰ مائةعلیٰ ان تقربذالك فاقرت فهذاالمال لازم وهذا الاقرار بمنزلة انشاء النكاح فان كان بمحضر من الشهود صح النكاح ووسعها المقام مع زوجها فيما بينها وبين ربها "یعنی ایک مرد ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کرتا ہے وہ

انکار کرتی ہے کہ نکاح نہیں ہوا یہ اسے سو درھم دے کر آمادہ کرتا ہے کہ تو نکاح کا اقرار کرلے تو اس کے اس جھوٹے اقرار پر جو شاہدوں کے روبرو ہوا ہو حنفی مذہب میں سچ مچ نکاح ہو جائے گا اور ان دونوں کا میاں بیوی بن کر رہنا سہنا آپس میں مجامعت کرنی وغیرہ سب جائز ہوگی، خدا کے ہاں بھی اس پر کوئی شرعی پکڑ نہیں، نکاح وطلاق کی یہ روح فرسا، حوصلہ شکن، بے حیائی اور بے غیرتی والی صورتیں تو آپ نے سن لیں، ذرا پاک، صاف، طیب وطاہر اولادوں کی صورتیں بھی ملاحظہ فرمائیں اور پھر نہ صرف ان فقہاء کی فقہ کی داد دیجئے بلکہ ان کے ماننے والوں کی تقلید کی تعریف کیجئے، ایک اولاد تو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ نامرد کے ہاں میاں بیوی کے چھوٹ چھٹاؤ ہو جانے کے دو سال بعد بچہ ہوتا ہے حنفی مذہب اسے حلال کا بچہ کہہ کر اس نامرد کو ایک بچہ کا باپ تسلیم کرلیتا ہے، اب اور سنئے در مختار ج ۱ ص : ۲۶۳ (فصل فی ثبوت النسب) میں ہے "کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما سنة فولدت بستة اشهر مذتزوجهالتصوره کرامةً واستخداما" یعنی ایک مغرب کے رہنے والے مرد نے ایک مشرق میں رہنے والی عورت سے وہیں بیٹھے نکاح کیا دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اگر ایک دوسرے کے پاس آنا چاہیں تو ایک سال لگ جائے، مرد نے عورت کا اور عورت نے مرد کا منہ بھی نہیں دیکھا اور نکاح پر ابھی چھ مہینے ہی گذرے ہیں کہ اس نیک بخت عفیفہ کے ہاں لڑکا بھی ہو گیا تو یہ لڑکا حلال کا کہا جائے گا اور اسی مرد کا سمجھا جائے گا (حنفی مذہب اس لڑکے کو حرام کا بچہ نہیں کہتا بلکہ حق حلال کا اور اس جائز باپ کا کہے گا) غرض عورت نے خاوند

کو نہیں دیکھا نہ خاوند نے اپنی معصوم عورت کی شکل دیکھی ملنا جلنا تو در کنار، صورت آشنا بھی نہیں اور دور بھی اتنے ہیں کہ اگر ملنا چاہیں تو سال بھر میں مل سکتے ہیں لیکن چھ مہینے گذرتے ہی لڑکا ٹپک پڑتا ہے تو حنفی المذہب اس کرامتی لڑکے کو حلال کہہ کر اس کی گود میں ڈال دیتا ہے کہ اسے پرورش کرو

آہ !**حنفی دوستو**! سوچو اور غور کرو! خدا نہ کرے اگر صحیح طور پر حنفی مذہب دنیا میں پھیل جائے تو ان فتاووں کے بموجب نہ نکاح و طلاق کا ٹھکانا رہے گا نہ حسب نسب کا، دنیا سے امن و امان دین و ایمان رخصت ہو جائے گا بے شرمی، بے حیائی، بے غیرتی اور بے ایمانی کا دور دورہ ہو جائے گا۔ آہ! یہ جرأت و جسارت کہ عورت جانتی ہے میرا دعویٰ جھوٹا ہے مرد جانتا ہے میرا دعویٰ جھوٹا ہے گواہ جانتے ہیں ہماری گواہی خلافِ واقعہ ہے لیکن یہ سب آپس میں میل جول کر سکتے ہیں میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں دنیا میں تو کیا خدا کے ہاں بھی پکڑ نہیں کیونکہ حنفی قاضی کا فیصلہ ہے اور خود خدا بھی حنفی مذہب ہے بھلا کیا مجال کہ اس فیصلہ کے خلاف لب ہلا سکے۔

حنفیو! شرم و غیرت کرو دوستو سوچو! سمجھو! کیا یہی نکاح ہے کہ سوا سوا روپئے کے دو جھوٹے گواہ کھڑے کرے اور بے نکاح ایک عورت کو گھر میں ڈال لیا عورت کا جی گھبرا یا تو اس نے بھی یہی طریقہ اپنایا اور طلاق کا جھوٹا دعویٰ کر کے آزاد ہو کر دوسرے کے پلے بندھ گئی، بیچارہ اصلی خاوند منہ تکتا اور ہاتھ ملتا رہ گیا۔

حنفی دوستو! اپنے نفس پر قیاس کرو، ہے کوئی حنفی جس کے ساتھ یہ واقعہ ہو اور وہ چپ بیٹھا رہے اسی لئے ہماری جماعت کی ندا ہے کہ چھوڑو اس

فقہ پرستی کو اور آؤ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ کی طرف۔

میں چاہتا ہوں اب میں آپ کو اس کے خلاف قرآن وحدیث کی صحیح دلیلیں بھی دکھادوں تاکہ تصویر کے دونوں رخ آپ پر عیاں ہوجائیں اور آپ سیدھی راہ پر آسکیں، سنئے! قرآن پاک فرماتا ہے "ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئك لاخلاق لهم فی الآخرة ولایکلمهم الله ولاینظر الیهم یوم القیامة ولایزکیهم ولهم عذاب الیم"[1]

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے دنیا لیتے ہیں آخرت میں ان کا کوئی حق نہیں، ان سے خدا تعالیٰ قیامت کے روز بات تک نہ کرے گا اور ان پر خدا کی نظر رحمت بھی نہ ہوگی اور نہ انہیں وہ پاک کرے گا بلکہ انہیں دردناک سخت تر عذاب ہونگے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص اس چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے، صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "انما انا بشر وانکم تختصمون الیٰ ولعل بعضکم الحن بحجته من بعض فاقضی له علیٰ نحو مااسمع منه فمن قضیت له بشی من حق اخیه فلایأخذ نه فانما اقطع له قطعة من النار "[2] یعنی میں ایک انسان ہوں تم میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو ممکن ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بول چال میں زیادہ ہوشیار اور حجت باز ہو اور میں اس کی باتوں سے اس کے موافق و مطابق فیصلہ کردوں اور دوسرا

---

[1] آل عمران ۳ / ۷۷

[2] بخاری ج ۲ ص: ۱۰۳۰ کتاب الحیل

جو دراصل حق دار ہے وہ اپنی کم گوئی کی وجہ سے رہ جائے تو جس شخص کے لئے میرا ایسا فیصلہ ہو جو واقعہ کے خلاف ہو وہ اس فیصلہ کی بنا پر دوسرے کا حق ہرگز ہرگز نہ لے اگر لیگا تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا لیگا، بخاری مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا غضب وغصہ اس پر نازل ہو گا اس کے لئے جہنم کی آگ واجب ہے اور جنت اس پر حرام ہے اگرچہ ایک پیلو کی مسواک ہی پر قسم کھائی ہو[1]، برادران! اب ان احادیث و آیات پر دوبارہ نظر ڈال جایئے اور غور کیجئے کہ اگر کسی کے جھوٹے اور غلط دعوے پر رسولوں کے سردار خدا کے پیارے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے مطابق فیصلہ کردیں تو بھی اس کے لئے وہ چیز حلال نہ ہو بلکہ وہ جہنم کا ایک ٹکڑا، آگ کا غبار اور جنت کی محرومی کا باعث ہو اور اور آپ کے فقہاء کہیں کہ وہ اس کے لئے حلال طیب، نہ یہاں کوئی پکڑ نہ وہاں، ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ خود پیغمبر علیہ السلام بھی اس صورت میں کسی مرد کے حق میں اس عورت کا یا عورت کے حق میں اس مرد کا فیصلہ کردیں یا طلاق کا فیصلہ کردیں تو ہرگز ہرگز یہ عورت اس مرد کے لئے اور یہ مرد اس عورت کے لئے حلال نہ ہوگا نہ عورت اپنے صحیح خاوند سے الگ ہو گی، نہ گواہوں کو حقِ نکاح حاصل ہو گا، عورت تو بڑی چیز ہے اگر ایک پیلو کی مسواک پر بھی ایسے فیصلہ رسول سے کوئی قبضہ کرلے تو وہ قطعاً جہنمی ہے اور جنت سے یقیناً محروم ہے،

---

[1] من اقتطع حق امرأی مسلم بیمینه فقد اوجب الله له النار وحرم علیه الجنة فقال له رجل وان کان شیئا یسیرا یارسول الله قال وان کان قضیب من اراك "(صحیح مسلم ج ۱ ص: ۸۰

لیکن حنفی مذہب الٹی گنگا بہا رہا ہے وہ قاضی کے فیصلے کی بنا پر ان حرام کاموں کو کرنا حلال بتلاتا ہے اور اس طرح اس بدکار کو سانڈ بنا رہا ہے کہ آخرت میں بھی تیری پکڑ نہیں، یہ صاف صاف خدا رسول سے مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے ؟ شریعت کا فیصلہ تو ان احادیث کے مطابق صاف ہے کہ یہ لوگ دراصل زانی ہیں، کذاب ہیں، مفتری ہیں، کالے منہ والے ہیں، نہ وہ عورت اس مرد پر، نہ یہ مرد اس عورت پر، نہ ان بدکار گواہوں میں سے کسی پر یہ عورت حلال ہے بلکہ یہ سب حرام کار ہیں ، اور سنئے ! مولائے کریم کا ارشاد ہے "ولاتأكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام لتاكلوا فريقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون"[1] یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس معاملہ لے جاکر کسی کا مال گناہ کے ساتھ ہضم کرو باجودیکہ تمہیں اپنے ناحق پر ہونے کا علم ہو ، اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں[2] مراد اس سے وہ شخص ہے جس پر دوسرے کا حق ہو لیکن حق دار کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو تو یہ انکار کر جائے ، قاضی کے پاس مقدمہ پہونچے ، حق دار دلیل نہ دے سکے اور قاضی اس کے حق میں فیصلہ کر دے تو یہ گنہ گار ہو گا اور حرام خور ہو گا ، حضرت داؤد علیہ السلام جو قاضی تھے نبی تھے رسول تھے ان کے فیصلوں کو جو ناحق تھے توڑ دیا گیا، پھر حنفی قاضی نے کون سی ایسی ہستی ہے کہ اس کا فیصلہ پتھر کی لکیر ہو ، حضرت مجاہدؒ، حضرت

---

۱ ؎ سورۃ البقرۃ ۲ / ۱۸۸

۲ ؎ عن ابن عباس هذافى الرجل يكون عليه مال وليس عليه فيه بينة فيجحد المال ويخاصم الى الحكام وهو يعرف ان الحق عليه وهو يعلم انه آثم اكل الحرام
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص : ۳۰۵)

سعید بن جبیر، حضرت عکرمہ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت سدی، حضرت مقاتل بن حبان، حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمهم الله اجمعین بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں: لاتخاصم وانت تعلم انك ظالم "کہ اپنے ناحق پر ہونے کا علم رکھتے ہوئے جھگڑا نہ کرو، پھر آگے چل کر لکھتے ہیں "فدلت هذه الآية الكريمة وهذا الحديث علىٰ ان حكم الحاكم لايغير الشی فی نفس الامر فلايحل فی نفس الامر حراما هو حرام ولايحرم حلالا هو حلال وانما هو ملزم فی الظاهر فان طابق فی نفس الامر فذاك والا فللحاكم اجره وعلى المحتال وزره"[1]

یعنی اس آیت سے اور حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حاکم کا حکم قاضی کی قضا حقیقت کو نہیں بدل سکتی اس سے حرام حلال یا حلال حرام نہیں ہوتا یہ حکم ظاہری چیز ہے اگر واقعہ کے مطابق ہو تو ٹھیک ہے ورنہ جھوٹے دعوے دار کے ذمہ پکڑ باقی رہے گی۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں[2] "اے ابن آدم یقین رکھ کہ قاضی کا فیصلہ کسی حرام کو تیرے لئے حلال نہیں کرے گا اور باطل کو حق نہیں کر سکتا حاکم ایک انسان ہے وہ گواہیوں اور ظاہری دلائل کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے ممکن ہے اس کا فیصلہ ٹھیک ہو اور ممکن ہے کہ غلط ہو یاد رکھو غلط فیصلے پر کاربند ہو کر باطل پر اڑنہ جانا ورنہ قیامت کے دن تمہاری نیکیاں برباد ہونگی تمہارے اجر چھین کر ان کو دیدیئے جائیں گے

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص: ۳۰۵

۲۔ قال قتادہ "اعلم یاابن آدم ان قضاء القاضی لایحل لك حراما ولایحق لك باطلا، وانمایقضی القاضی بنحو مایری وتشهد به الشهود والقاضی بشر یخطی ویصیب واعلموا ان من قضی له بباطل ان خصومته لم تنقض حتی یجمع الله بینهما یوم القیامة فیقضی علی المبطل للمحق باجود مما قضی به للمبطل علی المحق فی الدنیا" (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۵)

جن پر تم نے جھوٹے مقدمات سے دنیا میں غلبہ حاصل کر لیا تھا، اس دن تم شرمندہ اور پشیمان ہو گے اور انہیں تم پر ڈگری ہو گی۔

حنفی دوستو! کیا یہ سب دلائل تمہاری سمجھ میں نہیں آتے کیا قرآن، حدیث، اقوالِ سلف سب کے خلاف اپنے مذہب کی پچ اور اپنے فقہاء کے قیاسات پر ہی اڑے رہو گے ؟ اگر ایسا ہی کرو گے تو یاد رکھنا خدا کے نزدیک تم مشرک بن جاؤ گے "ام لھم شرکآء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن به الله "[1] قرآن کہتا ہے کہ ان لوگوں نے خدا کے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جو ان کے لئے دین کی وہ باتیں بتلاتے ہیں جو خدا رسول کی بتلائی ہوئی نہ ہوں ؟ اللہ سے ڈرو اور خدا کے حرام کو حلال نہ کہو۔

بتیسواں مسئلہ : درمختار ج ۱ ص : ۲۰۶ [باب نکاح الرقیق] میں ہے "یباح اسقاط الولد قبل اربعة اشھر" یعنی چار مہینے سے پہلے حمل کو گرا دینا مباح ہے" معترض صاحب حنفی نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، پھر لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے، پھر لکھا ہے کہ اس میں پورے قتل کا گناہ نہیں، پھر لکھا ہے کہ عذر کے وقت ہے پھر لکھا ہے کہ عزل کا جواز اسے بھی جائز کر رہا ہے، میں حیران ہوں کہ پردہ داری کیوں کرتے ہیں، یہ بے خودی بے سبب تو ہو نہیں سکتی کبھی اسے ضعیف قرار دینا، کبھی اختلافی مسئلہ کہنا، کبھی ہلکے گناہ کا باعث بتلانا، کبھی عذر کے وقت بتلانا اور پھر اک دم کروٹ لے کر پکار اٹھنا کہ ہاں صاحب جائز ہے اور دلیل عزل ہے یہ کیا ہو رہا ہے۔ درمختار جس کا حوالہ میں نے دیا ہے نہ

---

[1] الشوریٰ ۴۲/۲۱

تو وہ اس میں اختلاف نقل کرتے ہیں نہ اس قول کو ضعیف بتلاتے ہیں نہ باعث گناہ صغیرہ کہتے ہیں نہ حالت عذر میں جائز قرار دیتے ہیں وہ تو صاف لکھتے ہیں کہ چار ماہ سے پہلے حمل کو گرا دینا مباح ہے بلکہ آگے لکھتے ہیں "ولو بلا اذن الزوج" یعنی عورت خود اپنے حمل کو گرا دے خاوند کی رضامندی کی بھی ضرورت نہیں، باقی رہا اختلاف تو اسے آپ عموماً فقہ کے کسی مسئلہ سے دور نہیں پائیں گے یہ تو لوگوں کے اقوال ہیں کسی کی سمجھ میں کچھ آیا کسی اور کی سمجھ میں کچھ آیا نہر کی عبارت آپ نے نقل کی وہاں کیا یہ عبارت جناب کی نظر سے نہیں گذری کہ "نعم یباح" یعنی ایک سو بیس دن کے پہلے اگر حمل گرا دے تو جائز ہے، آپ کے مذہب کی دوسری معتبر کتاب فتح القدیر ج ۳ ص : ۲۷۴ میں ہے "یباح" یعنی ایک سو بیس دن سے پہلے ٹھہرے ہوئے حمل کو گرا دینا جائز ہے[1] کفایہ میں ہے کہ حمل کو اس مدت کے اندر اندر گرا دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

عالمگیری مصری ج ۲ ص : ۳۴۴ میں یہ مسئلہ اسی طرح ہے کہ چار مہینے میں جب چاہے حمل گرا دے[2]، مولوی صاحب! ایمانداری اگر آپ میں ہوتی تو کم از کم اس خونی مسئلہ کی طرف داری تو آپ نہ کرتے جسے انڈیا گورنمنٹ نے بھی قانونی جرم قرار دے رکھا ہے۔

اے فقہ کے حامیو! یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے کہ آپ لوگ ایک طرف تو فتویٰ دیتے ہیں کہ حالت احرام میں چونکہ شکار کھیلنا منع ہے اس لئے اگر کوئی احرام والا شخص جانور کے انڈے توڑ دے تو اس نے بھی حرام کام کیا

۱۔ فتح القدیر کی عبارت یوں ہے " وهل يباح الاسقاط بعد الحمل يباح مالم يتخلق شيء منه ثم في غير موضع قالوا ولايكون ذالك الابعدمائة وعشرين يوما"

۲۔ عالمگیری کی پوری عبارت اس طرح ہے "المرأة يسعها ان تعالج لاسقاط الحبل مالم يستبن شئ من خلقه وذالك مالم يتم له مائة وعشرون يوما"

اور اسے فدیہ دینا چاہئے[۱] لیکن دوسری جانب آپ ایک انسان کے بچہ کے خون کو بالکل رائیگاں کر رہے ہیں اور فتویٰ دے رہے ہیں کہ چار ماہ کے قبل حمل گرادو، سچ ہے کہ مچھر مارنے سے رکیں اور اولاد نبی کو شہید کریں۔ اس خونی مسئلہ کو جو عورتوں کی نسبت ہے آپ نے سن لیا، اب ایک اور گندا مسئلہ سنئے! فتاویٰ قاضی خاں ج ا ص : ۲۰۱ میں ہے "امام صاحب کے قابل فخر شاگرد امام محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز چھوڑ دے جنابت کا غسل کرنا چھوڑ دے، حیض کے بعد غسل کرنا چھوڑ دے تو بھی مرد اس کو مار نہیں سکتا۔[۲] چلئے چھٹی ہوئی، کیا آپ نے شامی میں سے "عذر کے باعث ہو" یہ تو نقل کر دیا اور یہ نہ دیکھا کہ وہ عذر کس چیز کو قرار دے رہے ہیں؟ اس چیز کو جس کی نسبت ہم صاف کہہ سکتے ہیں کہ "عذر گناہ بدتر از گناہ" یعنی وہ لکھتے ہیں کہ عذر یہ بھی ہے کہ اس کی ماں کو دودھ نہ ہو اور اسکا باپ اتنا مالدار نہ ہو کہ وہ کسی دایہ کا دودھ پلا سکے تو وہ عورت اپنا حمل گرادے، آہ! خونخوار درندوں سے بھی زیادہ درندگی ہو رہی ہے! قرآن پاک نے جنہیں اولادوں کو قتل کرنے سے روکا ان کا عذر بھی تو یہی تھا جن سے کہا گیا "ولا تقتلوا اولادکم خشية املاق نحن نرزقهم وایاکم انّ قتلهم کان خطأ کبیرا"[۳] اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے ہلاک نہ کر دیا کرو ان کی اور تمہاری روزیاں ہمارے ذمہ ہیں ان کا قتل بھاری گناہ ہے، حدیث میں ہے کہ کبیرہ گناہ ہے کہ اولاد کو اس ڈر سے ہلاک کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی[۴] جس چیز سے کھول کھول کر قرآن وحدیث نے روکا تھا آج تمہارے بزرگوں نے اس روک کو ہٹا کر تمہیں آزادی دیدی۔

۱۔ کسر بیضه غیر المذر در مختار ج ا ص : ۱۷۶

۲۔ فتاویٰ قاضی خاں ج ا ص : ۲۰۱ میں ہے "عن محمد لیس له ان یضربها علیٰ ترك الصلوٰة وترك الغسل من الجنابة والحیض"

۳۔ بنی اسرائیل ۱۷/۳۱ ۴۔ ان تقتل ولدك خشية ان یطعم معك مسلم ج ا ص : ۶۳

حنفی بھائیو ! کیا اب بھی اس مذہب پر اڑے رہو گے ؟ جو تمہاری اولادوں کے ساتھ کھلی دشمنی کرے، تمہاری بیویوں کو اجازت دے کہ وہ تمہاری بے خبری میں تمہاری اولا د کو ضائع کردیں اور تمہارا نام ونشان مٹانے کے درپے ہو جائیں۔ پس اول تو یہ عذر خود بدترین گناہ پھر یہ پوشیدہ، قتل انسانیت سوز حرکت "یک نہ شد دو شد"

ناظرین کرام ! آیئے میں آپ کو اسی شامی کے ج ۴ ص : ۳۳۶ کی ایک عبارت اور بھی سنادوں جس سے "دو نہ شد بلکہ سہ شد" بھی صادق آئے وہ لکھتے ہیں "یجوز لھا سدفم رحمھا" یعنی عورت کو یہ بھی جائز ہے کہ اپنے رحم (بچہ دانی) کا منہ بند کرر کھے تا کہ اس میں نطفہ نہ جائے نہ بچہ ٹھہرے بلکہ "سہ نہ شد چہار شد" درمختار والے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں خاوند کو جائز ہے کہ وہ جب مجامعت کرنے بیٹھے اور منی نکلنے کو ہو تو منی باہر نکال دے اسے اندر جانے ہی نہ دے تا کہ نہ اندر جائے، نہ بچہ جنے، نہ پیدا ہو خواہ ان کام سے عورت ناراض ہی کیوں نہ ہو غرض بچہ کو برباد کرنے کی پوری پوری ترکیب بتادی کہ خاوند اپنا نطفہ اندر جانے ہی نہ دے اور اگر باوجود ان تمام کوششوں کے پھر بھی بے شرم بچہ جگہ پکڑلے تو چار مہینے تک جس وقت چاہے اسے گرادے، کیونکہ اگر جیتا جاگتا بچہ پیدا ہوا تو پرورش کیسے کریں گے ؟ ہم تو سمجھ رہے تھے کہ یہ لغو مسئلہ سن کر ہمارے بھائیوں کی آنکھیں کھلیں گی وہ اس تعلیم سے کوسوں دور ہو جائیں گے، لیکن افسوس کہ یہاں الٹی گنگا بہنے لگی، جناب مولوی صاحب دریافت فرماتے ہیں کہ اس کے خلاف کوئی حدیث ہو تو پیش کرو، ہاں جناب یتیم الحدیث صاحب سنئے حضور ﷺ فرماتے ہیں "لاتقتلوا اولادکم سرا" اپنی اولادوں کو

پوشیدگی سے قتل نہ کرو[۱] قرآن کریم کی تحریر کردہ آیت پڑھو جس میں قتل اولاد سے روکا گیاہے اور قرآن کریم کی بہت سے آیتیں اسی مضمون کی ہیں سورۂ تکویر پارہ عم کی آیت" واذا الموء ودة سئلت"[۲] بھی بھول گئے اگر حنفن عورتوں نے آپ کے اس مسئلہ پر عمل کیا تو حنفی، اولاد سے ترس جائیں گے، عزل پر قیاس کرنے والے مقلد ہوکر منصب امامت پر بیٹھنے والے کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ خود عزل بلا رضامندی طرفین ایک حدیث میں منع ہے[۳] اور دوسری حدیث میں اسے بھی قتل پوشیدہ کہا گیا ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ عزل کرنے والوں کو کوڑوں سے پٹواتے تھے حضرت عثمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوامامہؓ سے بھی اس کی ممانعت مروی ہے ملاحظہ ہو آپ کے مذہب کی کتاب فتح القدیر ج ۳ ص: ۲۷۳[۴] پھر آپ حضرات کا بنے بنائے چار مہینے کے بچہ کو ایک سو انیس دن بھی گرادینے کو جائز کہنا خون کرنا نہیں تو کیا ہے؟ درمختار کے اسی ۲۰۶ صفحہ میں ہے کہ اگر کسی نے لونڈی سے عزل کیا اور پھر اسے حمل رہ گیا تو وہ بچہ سے انکار کرسکتا ہے[۵] حالانکہ رسول ﷺ نے خاص ایسی صورت میں بچہ اسی کا قرار دیا ہے[۶]

۱۔ ابوداؤد مشکوٰۃ ص: ۲۷۶ باب المباشرۃ ۲۔ التکویر ۸۱/۸

۳۔ " نهى رسول الله ﷺ ان يعزل عن الحرة الا باذنها" (مشکوٰۃ ص: ۲۷۶)

۴۔ "قال نافع عن ابن عمر ضرب عمر على العزل بعض بنيه وعن عمر وعثمان انهما [illegible]نا ينهيان عن العزل"

۵۔ وعن امته بغير اذنها بلا كراهة فان ظهر بها حبل حل نفيه (درمختار ج ا ص: ۲۰۶)

۶۔ ان رجلا اتى رسول الله ﷺ فقال ان لى جارية هى خادمتنا وانا اطوف عليها واكره ان تحمل فقال اعزل عنها ان شئت فانه سياتيها ماقدر لهافلبث الرجل ثم اتاه فقال ان الجارية قد حبلت فقال قد اخبرتك انه سياتيها ماقدر لها ' (مشکوٰۃ شریف)

تینتیسواں مسئلہ :در مختار ج ا ص : ۲۵۵ میں ہے "ومواضع تربصه عشرون "[1] یعنی بیس صورتوں میں مرد کو بھی (عورت کی طرح) عدت گذارنی پڑے گی، اس کی کوئی دلیل نہ پاکر کھسیانے معترض نے اپنی سننے والوں کے کان میں کاگ لگانے کی کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اصل کتاب میں لفظ تربص" ہے عدت کیوں لکھا ہے' خدا جانے ان حضرات کو قرآن کریم کے الفاظ بھی بھول جاتے ہیں یا کیا؟ خود قرآن میں تربص بمعنی عدت موجود ہے "والمطلقات یتربصن بانفسهن [2] اور جگہ ہے یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا" [3] دیکھئے طلاق کی عدت کو بھی تربص کہا اور موت کی عدت کو بھی تربص کہا پھر میں نے تربص کے معنیٰ عدت کے لئے تو کسی کا مجھے سوء الفهم کہنا کس قدر سوء فہمی ہے؟ خود در مختار والے نے اس پر باب باندھا ہے باب العدۃ" اور عدت کے معنی کئے ہیں تربص کے [4]، اب میں کہتا ہوں کہ جہاں جہاں تم نے مرد کو عورت کی طرح عدت میں بٹھایا ہے ان سب کی دلیل پیش کرو ورنہ خدا سے ڈرو اور اپنی باتوں کو خدا کی شرع نہ کہو۔ اے چودھویں صدی کے مجتهدو اور مقلدو! ذرا بتلاؤ تو مرد کو بھی حیض آتا ہے جس سے اسکی عدت کا اندازہ ہو گا؟ اور کیوں جی بھلا رجعی طلاق میں تو تمہیں خوف ہے لیکن بائن طلاق میں کیا ڈر رہ گیا؟ جبکہ اسے اس سے نکاح ہی حرام ہو گیا پھر یہ بھی یاد رہے

۱۔ در مختار میں تربصہ کے بعد "و" ہے (مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)

۲۔ سورۃ البقرۃ ۲۲۸/۲

۳۔ البقرۃ ۲۳۴/۲

۴۔ در مختار ج ا ص : ۲۵۵

کہ بہت سی صورتوں میں خود حنفیہ نے بھی مرد کی عدت کو اڑانے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان بیس جگھوں میں وہ بھی ہیں، فتح القدیر میں ہے کہ اگر کوئی عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی جائے، تو اسکی عدت کے اندر بھی اس کا خاوند اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے، اب کہو مولوی صاحب آپ کی یہ ساری تحریر رکھی کی رکھی رہ گئی، اور آپ کی جمع کردہ ساری بھوسی ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے اڑ گئی، اور سنئے اگر تین طلاق کے بعد بھی جب تک عدت نہ گذرے مرد اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ گویا نکاح بھی اسی پہلی طرح سے باقی ہے، تمہارے مذہب میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پھر اس سے زنا کیا تو اسے حد لگائی جائے گی (ملاحظہ ہو کفایہ) کہئے جناب جب نکاح میں ہے تو پھر وطی سے حد کیسی ؟اور اگر نکاح میں نہیں تو اس کی بہن سے نکاح حرام کیوں ؟ور غریب مرد کو عدت میں کیوں بٹھایا گیا ؟اور ایک دو جگہ نہیں بلکہ بیس صورتوں میں یعنی عورت مر گئی یا اسے ایک یا دو یا تین طلاقیں دیدیں تو جب تک اس کی عدت کی مقدار نہ گذرے یہ شخص اس کی بہن سے یا پھوپھی سے خالہ سے بھتیجی سے بھانجی سے نکاح نہیں کر سکتا اگر چار بیویاں اس کی تھیں اور ایک کو طلاق دی ہے یا وہ مر گئی ہے تو اب بھی جب تک عدت نہ گذر جائے کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اسی طرح لونڈی کو آزاد عورت پر لانا بھی، اور نکاح فاسد سے وطی کی سوئی ہوئی عورت کی بہن یا شبہ کے نکاح سے اور تین کے بعد چوتھی سے نکاح کرنا اگر نکاح فاسد یا شبہ نکاح سے اور سے

وطی کر چکا ہے غرض ان تمام صورتوں میں حنفی مرد کو عورت کی طرح عدت گذارنی پڑتی ہے[1]، عورتوں کی عدت تو سنتے تھے یہ مردوں کا عدت گذارنا حنفیوں کو مبارک ہو۔ یہاں تو اتنی خفگی ہے لیکن جب کسی عورت سے زنا کیا ہو تو اس سے نکاح کرنا بغیر عدت گذارے حنفی مذہب میں جائز ہے[2] اور اسی طرح ایک عورت نے جو دوسرے کے نکاح میں ہے اپنا نکاح کسی مرد سے کرلیا ہے اور وہ باوجود جاننے کے اس سے ملا، اور وطی کی تو اس کا خاوند بھی بے عدت گذارے وطی کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو ردالمختار ج ۵ ص: ۱۷۹)[3] بلکہ زانیہ عورت پر بھی کوئی عدت نہیں۔[4]

بلکہ حنفی مذہب میں حربیہ عورت جو مسلمانوں کے ملک میں آجائے گو وہاں اس کا خاوند موجود ہو لیکن اس پر عدت نہیں ملاحظہ ہو عالمگیری ج ۲ ص: ۱۵۷ "اربع من النساء لاعدة علیهن المطلقة قبل الدخول والحربیة دخلت دارنا بامان۔ترکت زوجها فی دارالحرب والاختان تزوجهما فی عقد واحد فیفسخ بینهما والجمع بین اکثر من اربع نسوة فیفسخ بینهن"

اب اصل مسئلہ کی نسبت سنئے میں کہتا ہوں صاف بات ہے طلاق، نکاح توڑنے کو کہتے ہیں یا نکاح جوڑنے کو؟ اگر طلاق سے نکاح گیا تو پھر دوسرے سے نکاح جائز کیوں نہ ہو؟ یہ تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص

۱۔ دیکھئے حاشیہ در مختار ج ا ص: ۲۵۵

۲۔ یجوز تزوج المزنی بها وان کانت حاملا (ردالمختار ج ۵ ص: ۱۷۹)

۳۔ لوتزوجت امرأة الغیر ودخل بها عالما بذالك لایحرم علی الزوج وطؤها لانه زنا (ردمختار ج ۵ ص: ۱۷۹)

۴۔ فتاویٰ عالم گیری ج ۲ ص: ۱۵۷ میں ہے "لاتجب علی الزانیة عدة وهذا قول ابی حنیفة ومحمد"

کی چار بیویاں ہیں ایک کو طلاق دی تو اب جب تک وہ عدت سے نہ نکل جائے غریب مرد بھی عدت کرے یعنی تب تک وہ اور نکاح نہ کر سکے، گوا سے تیسری طلاق بائن دی ہوئی ہو حالانکہ قرآن فرماتا ہے ”فان طلقها فلا تحل له من بعد“[1] یعنی تیسری طلاق کے بعد تا نکاح ثانی اس پر حلال نہیں، معلوم ہوا کہ طلاق حلال کو ہٹا دینے والی چیز ہے خود تمہارے فقہاء لکھتے ہیں علیٰ ذالک الاجماع“ طلاق حلت کو ہٹا دینے والی ہے اور اس پر اجماع ہے (ملاحظہ ہو ہدایہ کتاب الحدود ص: ۵۱۴) اسی میں لکھتے ہیں ”لزوال الملك المحلل من كل وجه“ یعنی آخری طلاق کے بعد حلت کی کوئی وجہ باقی نہیں جب اس مطلقہ بائنہ عورت سے حلت کی کوئی وجہ باقی نہیں تو پھر اس کے خاوند کو کیوں عدت میں بٹھایا جاتا ہے اور سنئے! رسول اللہ ﷺ کے پاس غیلان بن سلمہ ثقفیؓ آتے ہیں ان کے نکاح میں دس بیویاں ہیں آپ فرماتے ہیں چار کو رکھو باقی کو الگ کر دو[2]، آپ مطلقہ کی عدت کے زمانہ تک ان میں سے کسی ایک سے رکے رہنے کا حکم نہیں دیتے جس طرح آج کل اے حنفی عالمو تم دے رہے ہو حضور ﷺ کے پاس فیروز دیلمی آتے ہیں اور کہتے ہیں میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں میں کیا کروں فرماتے ہیں ایک کو ان میں سے پسند کرو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے تم بھی عدت گذارو۔ تاریخ الخلفاء ص: ۲۹۱ میں ہے ”عن عبد الله بن يوسف قال قال الرشيد لابى يوسف اتى اشتريت جارية الخ“ یعنی خلیفہ ہارون رشید نے ایک لونڈی خریدی اور یہ چاہا کہ میں اس سے ابھی صحبت کروں چنانچہ ابو حنیفہ کے شاگرد امام ابو یوسف کو بلوا

۱؎ البقرہ۲/۲۳۰

۲؎ احمد ترمذی ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ المصابیح ص: ۲۷۴

بھیجا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا ابو یوسف کوئی ایسا حیلہ بتاؤ کہ میں اس سے ابھی اپنی مراد کو حاصل کر سکوں اور اس کے ایک حیض گذارنے کی عدت جو شریعت میں ہے اس سے بچ جاؤں، کہو کوئی ایسی صورت بتا سکتے ہو کہ یہ عدت اس پر سے ہٹ جائے تو آپ نے جھٹ سے فرمایا ہاں! اس کی عدت ہٹانے اور ابھی اس سے صحبت کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ اسے تو اپنے کسی بچہ کو ہبہ کردے اور پھر اس سے نکاح کرلے، ہارون اس سے بہت خوش ہوا اور ایک لاکھ درہم انعام صبح دینے کو کہا مفتی صاحب حنفی فرمانے لگے حضرت صبح تو بہت دور ہے حکم دیجئے کہ ابھی اسی وقت راتوں رات، جیسے آپ کو لونڈی کا وصال ہوا ہے (مجھے بھی یہ رقم مل جائے چنانچہ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسی وقت انہیں لکھ پتی بنادو۔

کہو **حنفی بھائیو!** یہاں عدت کیا ہوئی، میں تو کہوں گا کہ لکھی رقم کی بھینٹ چڑھ گئی اس سے بڑھ کر انہی کا واقعہ بھی ذہن نشین رہے جو کہ اسی کتاب تاریخ الخلفاء ص: ۲۹۱ ہی میں ہے "لما افضت الخلافة الى الرشيد وقعت فى نفسه جارية" یعنی جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو اپنے باپ کی ایک لونڈی پر جس سے اس کے باپ نے جماع کیا تھا عاشق ہو گیا اور اس سے صحبت کرنی چاہی اسے سمجھایا لیکن اس نے کہا میں آپ کے لئے حلال نہیں ہوں اس لئے کہ آپ کے والد نے میرے ساتھ صحبت کی ہے ہارون نے جھٹ سے فقیہ صاحب امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ابو یوسفؒ کو بلا لیا اور ان سے اپنے عشق کا واقعہ بیان کر کے یہ بھی کہا کہ اس سے میرے والد بھی مل چکے ہیں اب کیا ترکیب کی جائے؟ فقیہ صاحب فرمانے لگے

تواس سے مجامعت کر، گناہ اس کا میری گردن پر۔ سنا آپ نے یہ ہیں بانیان مذہب حنفی اور یہ ہے فقہ حنفی اور یہ ہے فقہ حنفی کا سرچشمہ، حلال کو حیلوں سے حرام کردیا اور حرام کو حیلوں سے حلال کردیا، عدت نہ تھی وہاں عدت لگادی، تھی وہاں سے ہٹادی، فلعیاذ۔

چونتیسواں مسئلہ: درمختار ج ۱ ص: ۳۱۹ میں ہے "تزوج بمحرمة" یعنی اگر کسی شخص نے (اپنی ماں بہن بیٹی وغیرہ) محرماتِ ابدیہ سے نکاح کرلیا اور پھر صحبت بھی کی تو حد نہیں ماری جائے گی اگرچہ دونوں جانتے ہوں کہ یہ کام حرام ہے۔[1]

پینتیسواں مسئلہ: درمختار ج ۱ ص: ۳۱۹ میں ہے "اومنکوحة الغیر" یعنی اسی طرح دوسرے کی نکاحتا بیوی سے نکاح کیا اور مجامعت کی تو بھی اس پر حد نہیں اگرچہ اس کی حرمت کا علم بھی ہو۔[2]

چھتیسواں مسئلہ: درمختار ج ۱ ص: ۳۱۹ میں ہے "اومعتدته" یعنی اسی طرح دوسرے کی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت سے نکاح کرکے وطی کی تو بھی حد نہیں لگائی جائے گی اگر یہ عورت مرد دونوں جانتے ہوں کہ یہ نکاح اور یہ وطی حرام ہے۔

۱؎ پوری عبارت اس طرح ہے "تزوج بمحرمة اومنکوحة الغیر اومعتدته و وطئها ظانا الحل لایحد ویعزر وان ظانا الحرمة فکذالك عنده خلافا لهما" اور حاشیہ میں خلافا لهما کی تشریح میں لکھتے ہیں ای فی ذات المحرم فقط

۲؎ اور فتح القدیر ج ۵ ص: ۴۰ کتاب الحدود میں ہے "ومن تزوج امرأة لایحل له نکاحهابان کانت من ذوی محارمه بنسب کامه اوابنته فوطئها لم یجب علیه الحد عند ابی حنیفة وسفیان الثوری وزفر وان قال علمت انها علی حرام ولکن یجب علیه بذالك المهر"

ان تینوں مسائل کی نسبت ''الفقیہ'' کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یہی ٹھیک ہے ان معصوم ہستیوں کو حد نہ مارنی چاہئے کسی دلیل سے ثابت نہیں، میں کہتا ہوں حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ فرماتے ہیں انہیں حد لگے گی (فتح) اور آپ نے جو نکاح کرنے کا بہانہ لکھا ہے اس کی نسبت سنئے نکاح وہ منعقد ہوتا ہے جہاں محل نکاح ہو، ماں بہن محل نکاح نہیں، لہذا نکاح لغو ہوا جس طرح کوئی مرد کسی مرد سے نکاح کرے اور باقاعدہ مہر سمیت ایجاب و قبول ہو لیکن محلِ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد نہ ہوگا، لہذا یہ فعل زنا ہوا اور زنا کی حد شریعتِ محمدیہ میں موجود پھر یہاں جہاں کہ حرام کاری، عام حرام کاری سے بڑھی ہوئی ہے آپ حد خدا کو ہٹا کر بے حیائی اور ڈھٹائی سکھانے والے ''ومن یتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون''[1] کے مصداق کیوں بنتے ہو، دنیا کا ہر بھلا انسان اسے سن کر حیرت کرنے لگے گا کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب بھی ہے جو ماں، بہن کے ساتھ زنا کرنے والے کو بھی حد سے آزاد قرار دیتا ہے، اسی طرح یہ بھی خیال رہے کہ نکاح سے وہ حرام عورت حلال ہوتی ہے جس کی حرمت ابدی نہ ہو لیکن جہاں حرمت ابدی ہے جیسے ماں، بہن، بیٹی وغیرہ وہاں نکاح اس حرمت کو زائل ہی نہ کرے گا پس نکاح لغو امر، اور زنا موجود، لہذا حد ثابت، مولوی صاحب اگر کوئلہ کو کوئی ایک لاکھ مرتبہ دودھ سے دھوئے تو کیا وہ سفید ہو جائے گا؟

اگر کسی سیہ فام حبشی کو ہزاروں مرتبہ سفید صابن سے نہلایا جائے

۱۔ البقرۃ ۲/ ۲۲۸

تو کیا اسکا رنگ بدل جائے گا اگر کسی کتے کو گلاب کے حوض میں نہلایا جائے تو کیا وہ پاک ہو جائے گا اسی طرح اگر کوئی بے شرم، تقلید کا مارا، قیاس کا غلام اپنی نفسانی خواہش بجھانے کیلئے اپنی ماں، بہن، بیٹی سے منہ کالا کرے اور بظاہر نکاح بھی کرے تو کیا نکاح ہو جائے گا اور جب نہ ہوا تو اس کا یہ فعل زنا ہوا یا نہیں ؟ور جب زنا ہوا تو اس سفاک کے ساتھ تمہارے فقہاء کو اور تمہیں کون سی ہمدردی ہو گئی کہ اس کی پیٹھ کوڑوں سے، یا اس کی جان ہلاکت سے بچانے کے درپے ہو گئے، اسی طرح یہ بھی خیال رہے کہ اگر بالفرض اس زناکاری سے اس کی ماں کو حمل رہ گیا تو حنفی مذہب کے اس مسئلہ کے مطابق وہ بچہ اس عورت کے بیٹے کا سمجھا جائے گا یعنی باپ بھی وہی اور بھائی بھی وہی اور اسے عدت گذارنی بھی واجب ہو گی، چنانچہ حنفی مذہب میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ بچہ اسی کا ہو گا اور اس عورت پر عدت بھی واجب ہے ملاحظہ ہو ردالمحتار ج ٦ ص : ۴۳ لیکن دوسروں کے نزدیک نہ یہ عدت ثابت ہے نہ نسب، پس معلوم ہوا کہ یہ خالص زنا ہی ہے پھر اس پر حد قائم نہ کرنا اپنے گھر کی شرع گھڑنا نہیں تو اور کیا ہے ؟اس تاکیدی حرام کی نسبت امام صاحب کا تو کھلا فتویٰ ہے جو عالم گیری ج ۳ ص : ۹۴ میں ہے کہ عقد گو حرام سے ہو اور حرام بھی ایسا جس میں کسی امتی کو اختلاف نہ ہو[1] اور گو زناکار کو اس کا علم بھی ہو تو امام کے نزدیک اس پر حد نہیں اور صفحہ ۹۴ میں ہے ”اوتزوج باخت امرأته اوبامها فجامعهاوقال علمت انها علی حرام لایجب الحد “یعنی اگر کسی شخص نے اپنی سالی سے یا اپنی

---

[1] شرح مسلم للنوی میں ہے ”انعقد الاجماع علی تحریمه ولم یخالف فیه الاطائفة من المبتدعة“ ج ۱ ص : ۴۵۰

ساس سے تزوج کر کے صحبت کی تو بھی اس پر حد نہیں گو وہ کہے کہ میں اسے حرام جانتا تھا اسی صفحہ میں ہے کہ متعہ کو بھی حرام جانتے ہوئے پھر بھی کسی نے متعہ کی اور اس سے زنا کیا تو بھی اس پر حد نہیں، حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس پر حد ہے۔ (مسلم شریف)

اب اور سنئے! زنا کی حد ہماری شریعت میں دو طرح پر، دو قسم کے لوگوں پر جدا جدا ہے ایک تو وہ زانی جو شادی شدہ نہ ہوں اور ایک وہ جو شادی شدہ ہوں، اسی طرح حد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حد کوڑے لگانا دوسری حد جان سے ہلاک کر دینا حد پہلی حد پہلی قسم کے زانیوں کے لئے ہے دوسری حد دوسری قسم کے زانیوں کیلئے، چونکہ ماں بہن بیٹی وغیرہ کے ساتھ بدکاری کرنے والا تمام بدکاروں سے گناہ میں زیادہ ہے تو اس کی حد کی صورت بھی حدوں میں سے سب سے زیادہ زبوں ہے یعنی عام طور سے دوسری قسم کی حد کا طریقہ پتھر وغیرہ مار کر جان لینا ہے جس میں اس کی زندگی کے چند لمحے بڑھ جائیں گے لیکن یہاں شارع نے وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس سے اس پاپ کے گھڑے کے پھوٹنے میں کچھ دیر نہ لگے یعنی تلوار سے فوراً اسکی گردن اتار دو، چنانچہ ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ اور دارمی میں حدیث ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ابوہریرۃؓ کو دیکھا کہ وہ آں حضرت ﷺ کا بطور نشان عطا فرمایا ہوا جھنڈا لے کر کہیں جا رہے ہیں میں نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی

سے نکاح کر لیا ہے، مجھے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ میں اس کا سر کاٹ لاؤں [1]
، ترمذی ج ا ص : ۱۷۷ میں ہے "من وقع علیٰ ذات محرم فاقتلوہ"
جو محرمات ابدیہ (ماں بہن بیٹی) وغیرہ کے ساتھ وطی کرے اسے قتل کر ڈالو
یہ حدیثیں صاف دلیل ہیں اس امر پر کہ ماں بہن کے ساتھ زنا کرنے والے
کی بھی حد جان لینا ہے مگر چونکہ دوسرے زنا سے یہ زنا برا ہے اس لئے
دوسرے زنا کی جان لینے کے طریقے سے یہ طریقہ بھی برا۔

حنفی دوستو ! اب ایمان سے بتلاؤ یہ حدیثِ رسول ماننے کے قابل ہے ؟ یا قولِ امام ؟ سچ کہو کیا اس شبہ کا علم امام صاحب کو ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کو نہ ہوا۔

آہ یہ ظلم و ستم کہ ماں، بہن، بیٹی کی زناکاری کو ہلکا امر بتلا کر پھر بھی چین نہ آیا تو زانیوں کے لئے ایک اور آسانی ٹٹولی کہ جس عورت کے ساتھ بدکاری کرنا چاہیں تو اس سے نکاح کر لیں گو اس بات کا علم ہو کہ اس کا خاوند موجود ہے پھر کھلم کھلا بدکاری کریں حنفی المذہب قاضی ان پر بھی حد نہ لگائے گا، خیال فرمایئے ! اگر اس کا خاوند موجود نہ بھی ہوتا تو بھی اس سے زناکاری کرنے والے پر حد تھی، اب جبکہ اس نے ڈبل گناہ کیا یعنی نکاحتا عورت سے نکاح پر نکاح کیا ایک حرام یہ کر کے پھر دیدہ و دانستہ دوسرا حرام کیا، یعنی اس سے زنا کیا تو حد معاف، ایک حرام اگر ہو تو حد موجود، لیکن دو دو حرام اگر ساتھ ہوں یعنی ایک حد والے حرام کے ساتھ دوسرا حرام ملا لے تو حد مفقود ، یہاں یہ بھی خیال رہے کہ جس طرح ماں بہن محل نکاح نہیں اسی طرح کسی کی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت بھی محل نکاح نہیں ، لیکن حنفی حضرات

---

[1] بحوالہ مشکوۃ ص : ۲۷۴ اور دارمی میں اتنا اضافہ ہے "فامرنی ان اضرب عنقه واخذ ماله" یعنی آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے آؤں۔

کی یہ دیدہ دلیری ہے کہ اس پر سے حد ہٹار ہے ہیں، چنانچہ فتاویٰ خانیہ ج ۴ ص : ۸۲۱ میں ہے" لوتزوج امرأة لها زوج فوطئها لاحد عليه عند ابی حنيفة وان لم يدع الحل "یعنی خاوندوالی عورت سے باوجود اس علم کے کہ اس کا خاوند ہے اور اس سے نکاح حرام ہے کسی نے زنا کاری کی لیکن نکاح بھی پڑھالیا تھا تو اس پر حد نہیں، اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے کہ اگر رضاعی یعنی دودھ ماں، یادودھ بہن، دودھ ساس وغیرہ سے زنا کاری کی لیکن وہ ہے لونڈی، آزاد نہیں تو بھی حد نہیں گو جانتا ہو کہ یہ میری رضاعی ماں یا بہن یا ساس یا سالی ہے، لیجئے جناب یہاں نکاح کو بھی ہٹادیا صاف زنا کاری اور وہ بھی دودھ ماں وغیرہ سے اور پھر حد نہیں الفاظ یہ ہیں " لووطئ امة وهی حرام علیه برضاع اوصهرية ....لاحد عليه عند ابی حنیفة" اب معتدۂ غیر کیلئے جو اثر آپ نے وارد فرمانے کی خلاف عادت تکلیف گوارہ فرمائی ہے اس کی بابت گذارش ہے کہ یہ منقول نہیں کہ دونوں میں ملاپ بھی ہوا تھا یا نہیں ؟ دوسرے دونوں کو علم بھی تھا یا نہیں ؟ وغیرہ پس اس قسم کے احتمال والا، ضعیف سند والا اثر، حدود کے بارے میں ثبوت میں پیش کرنا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا پکڑنے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، حدود کو رفع کرنے کی حدیث جو یہ لوگ بار بار پیش کرتے ہیں اولا تو ضعیف ہے دوسرے مرفوع ہونا بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں تیسرے یہ اسی وقت تک ہے کہ امام کے پاس قصہ نہ پہونچا ہو[1]، چنانچہ حدیث کے یہ الفاظ بھی ہیں یا ثبوت پورا نہ ہو، جب معاملہ پختہ ہے، قصہ بڑھ گیا ہے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ایک حد کا جاری ہونا خدا کے نزدیک

---

[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے "ادرء وا الحدود ای ادفعوها قبل ان یصل الی الامام"

چالیس سال کی برسات سے زیادہ پسندیدہ ہے[1] لوگو! خدا کی پسندیدہ چیز کے دشمن نہ بنو خدا تعالیٰ فرماتا ہے "ومن یعص الله ورسوله ویتعد حدوده یدخله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین"[2] جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے اور حد سے گذر جائے اسے اللہ تعالیٰ ہمیشگی والی جنہم میں جھونک دے گا اور رسوا کن عذاب اسے ہوتے رہیں گے، مگر حنفی مذہب نے توزناکاری کو اتنا سستا کردیا کہ فتاویٰ خانیہ ج ۴ ص: ۸۲۴ میں ہے "لوامتنع الشهود عن الرجم" یعنی ایک شخص شادی شدہ ہے اس کے زنا پر گواہ گذر چکے قاضی نے اس کے رجم کا فیصلہ کردیا جب رجم کے لئے نکالا گیا تو گواہوں نے رجم کرنے سے انکار کردیا کسی نے ہاں کہی اور کسی نے نا کہی یا ان گواہوں میں سے کوئی اس وقت سے پہلے مرچکا تھا یا کہیں چلا گیا ہے یا گونگا ہو گیا یا اندھا ہو گیا یا مجنوں ہو گیا یا مرتد ہو گیا تو اس زانی کو سنگسار ہی نہیں کیا جائے گا،[3] کیا رحم وکرم والا مذہب ہے اور کس قدر آسانیوں سے بھرا ہے جبھی تو ہندوستان میں اس مذہب کی کثرت اور اشاعت ہے، الغرض گویا یہ فقہاء امتی نہیں، نبی ہیں جو چاہیں کریں حلال کو حرام، حرام کو حلال شریعت کے داروغہ نبی کے فرماں روا گویا حنفیوں نے انہیں سمجھ رکھا ہے، اب رہا معترض کا یہ کہنا کہ ہمارے ہاں اسے تعزیر کی جائے گی اس کی نسبت بھی سنئے

۱۔ ابن ماجہ، نسائی، ترغیب بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۳۱۳

۲۔ النساء ۴ / ۱۴

۳۔ "لوامتنع الشهود عن الرجم اوبعضهم اومات بعضهم اوغاب اوخرس اواعمی اوجن اوارتد او قذف محصنافحدحد القذف لایرجم المشهودعلیه"
(فتاویٰ تتارخانیہ ج ۴ ص: ۸۲۴)

اولاً تو آپ کو کیا حق حاصل ہے کہ خدا کی مقرر کردہ حد کو تعزیر سے بدلیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم "[1] یعنی ظالموں کا یہ کام ہے کہ جو انہیں کہا جائے اسے بدل ڈالتے ہیں، چودہویں صدی کے مولویو! یہ بد خصلت تو یہود میں تھی کہ وہ قول خدا کو بدل دیا کرتے تھے، جوافسوس آج تم فخر سے کر رہے ہو پھر تعزیر حد سے کم درجہ کی چیز کا نام ہے اور گناہ حد سے اعلیٰ درجہ کا، تو یہ الٹا حساب کیوں؟ کہ جوں جوں گناہ بڑھتا جائے سزا گھٹتی جائے، پھر تعزیر کی بابت حدیث میں ہے" لایجلد فوق عشر جلدات "[2] یعنی تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں گو آپ کے فقہاء نے اس میں بھی خلاف پیغمبر ﷺ کی ہے تاہم وہ بھی لکھتے ہیں" اکثرہ تسعة وثلاثون سوطا" یعنی تعزیز مین زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے مارے جائیں گے، در مختار ج ۱ ص : ۳۲۶ اور تعزیر میں کم سے کم تین کوڑے بھی آپ کے فقہاء لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ج ۱ ص : ۳۲۶ اور خود امام صاحب نے تو اس تعزیر کا لفظ بھی اس کے لئے بولنا پسند نہیں فرمایا آپ فرماتے ہیں نہ حد ہے نہ تعزیر ہے بلکہ صرف "یوجع عقوبة" یعنی تکلیف پہنچادی جائے۔ (شامی ج ۶ ص : ۳۴) اسی طرح آپ کے فقہاء نے بھی لکھا ہے، اسی کتاب کی شرح شامی کے اسی صفحہ میں ہے کہ جب اسے علم نہ ہو تو" لاحد ولا عقوبة تعزیر" نہ تو حد ہے نہ سزا ہے نہ تعزیر، چلئے تعزیر سے بھی بچ گئے۔

اے حنفی بھائیو! میں تمہیں خیر خواہانہ کہتا ہوں کہ للہ اس اندھی تقلید کے پٹے کو گلے سے اتارو موحد، متبع سنت، اہل حدیث بن جاؤ،

---

[1] البقرة ۲/۵۹ [2] متفق علیہ

دوستو! ان مسائل کے ماننے سے نہ صرف اسلام بلکہ امن وامان اور نسل انسانی بھی اٹھ جائیگی، خیال فرمایئے کہ ایک شخص اپنی ماں، بہن، بیٹی سے اس طرح زنا کرے اس پر حد نہیں، جو شخص دوسرے کی بیوی سے اس طرح کالا منہ کرے وہ بھی حد سے الگ، آخر اس سے بڑھ کر اندھیر کیا ہوگا؟ اس میں ایک بات اور بھی ہے میں چاہتا ہوں اسے بھی قلمبند کردوں تاکہ یہ بھی کم از کم میدان میں تو آجائے اس کتاب میں لفظ ہیں "ظانا الحل"[1] یعنی امام صاحب کے نزدیک ماں بیٹا دونوں اگر اس حرام نکاح کو اور حرام کاری کو حلال جانتے ہوں تو بھی یہی حکم ہے میں کہتا ہوں یہ صریح کفر ہے ماں سے نکاح کرنے، ماں سے زنا کرنے کو جو حلال جانے اس کے کفر میں کیا شک ہے؟ مسئلہ تو اپنی جگہ رہا لیکن یہ خود کس قدر بری بات ہے کہ ماں بہن کو وہ بیوی بنانا حلال جانے اور ماں بہن اس کی بیوی بننا اپنے لئے حلال کہیں، تو ان دونوں کے کفر میں کیا شک رہ گیا؟ ساتھ ہی یہ بھی خیال رہے کہ یہاں تو اس قدر ڈھیل ہے اور دوسری جگہ اتنی سختی ہے کہ لکھتے ہیں "وبوطئ امرأة وجدت علی فراشه فظنها زوجته ولوهواعمی" ملاحظہ ہو درمختار ج۱ ص: ۲۰-۳۱۹، یعنی ایک اندھا اپنے گھر گیا اور اس کے بستر پر ایک غیر عورت تھی اس نے اس سے جماع کرلیا تو اس پر حد ہے، بلکہ لکھا ہے کہ اس نے پوچھا بھی کہ کیا تو میری بیوی ہے؟ تو عورت نے کہا ہاں، پھر بھی اسے حد لگائی جائے گی، بلکہ شرح کے ج۶ ص: ۳۴ میں ہے کہ گو اندھیری رات میں یہ واقعہ ہوا ہو، خیال فرمایئے اندھا ہے، رات ہے اندھیرا ہے، عورت اسے یقین دلاتی ہے کہ میں تیری بیوی ہوں

---

[1] درمختار ج۱ ص: ۳۱۸

اوروہ غریب اسے بیوی جان کر اس سے مجامعت کرتا ہے لیکن یہاں حنفی مذہب کا وہ جلال ہے کہ اس پر ضرور حد ماری جائے اور وہاں وہ خبیث ماں کو ماں جان کر اس سے زنا کرتا ہے تو اسے حد معاف، یہ ہے رحم کا دریا، نکاح کی بے احتیاطی کے یہ مسائل تو آپ نے پڑھ لئے کہ نہ نکاح ہے نہ ایجاب وقبول پھر بھی بیوی میاں بنادے، اب احتیاط پر بھی نظر ڈال جایئے۔ رد مختار ج ا ص: ۱۲۶ میں ہے لکھتے ہیں "یجدد نکاح امرأته عند شاهدین فی کل شهر مرة اومرتین" یعنی احتیاطاً ہر مہینے میں ایک دو دفعہ اپنی بیوی سے اپنا نیا نکاح دو گواہوں کے روبرو کرلیا کرے۔

سینتیسواں مسئلہ :در مختار ج ا ص: ۳۲۰ میں ہے" ولایحد بوطئ بهیمة" یعنی چوپائے کے ساتھ بد فعلی کرنے سے بھی حد نہیں ماری جائے گی، حنفی مولوی صاحب نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے قول کو پیش کیا ہے میں کہتا ہوں کہ انہی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوع حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "من اتی بهیمة فاقتلو ه واقتلوها"[1] جو شخص چوپائے سے بد فعلی کرے اسے قتل کر ڈالو اور اس جانور کو بھی، پس پہلا فتویٰ تو صرف حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا ہے دوسرا فتویٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ہے

۱؎ بلکہ حدیث میں ہے "قیل لابن عباس ماشان البهیمة قال ماسمعت من رسول اللهﷺ فی ذالك شینا ولكن اراه كره ان یوكل لحمها اوینتفع بها وقد فعل بها ذلك۔ یعنی ابن عباس سے پوچھا گیا کہ جانور کا کیا قصور ہے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ نہیں سنا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ آپ نے اس کے گوشت کو کھانے اور اس سے نفع اٹھانے کو مکروہ سمجھا ہے جبکہ اس کے ساتھ یہ گھناؤنا کام کیا گیا ہو (ترمذی ،ابوداؤد ،ابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ ص: ۳۱۲)

اب اے حنفی بھائیو ! بتلاؤ کسے مانو گے ؟ لیکن احناف کے ہاں تو جانور کی شرمگاہ اور اس کا منہ ایک ہی حکم میں ہے چنانچہ ردالمختار ج ا ص : ۳۰۵ میں ہے "فرج البهيمة كفيها" یعنی چوپائے کی فرج اس کے منہ کی طرح ہے یہ بھی خیال رہے کہ مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بھی حنفی مذہب میں حد نہیں، ملاحظہ ہو شرح ہدایہ فتح القدیر ج ۵ ص : ۴۵ "وكذا اذا زنىٰ بميتة" نفس مسئلہ میں اس روایت کو وارد کرتے ہوئے بھی آپ حضرات کو شرم کرنی چاہئے، یہاں پر احناف کا عجب حال ہے کہ وہ اس حدیث کے ایک حصہ کو مانتے ہیں اور ایک حصہ کو نہیں مانتے، آدمی کے قتل کو نہیں مانتے اور جانور کے قتل کا فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ حقیقتاً پورا گناہ تو اس خبیث انسان کا ہے لیکن فقہ کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ گنہ گار بالکل آزاد چنانچہ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے[1] "تذبح ثم تحرق" یعنی اس جانور کو ذبح کر کے جلادیا جائے گو امام صاحب فرماتے ہیں کہ ذبح کر کے کھالیا جائے ملاحظہ ہو شرح کا یہی صفحہ[2]، جب اس حدیث کے اس ٹکڑے کو مان کر جانور کے قتل کا فتویٰ دیا تو پھر اس انسان کے قتل کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ کیا قرآن کی یہ آیت بھول گئے "أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض"[3] بعض کتاب پر ایمان لاکر بعض کتاب کا کفر کیوں کرتے ہو، اسی کتاب کی شرح کے اسی صفحہ میں ہے "لومكنت امرأة قردا من نفسها فؤطئها كان حكمها كاتيان البهائم"[4] یعنی اگر

---

۱ درمختار ج ا ص : ۳۲۰

۲ رد مختار ج ۶ ص : ۳۶ میں ہے "وان كانت توكل جاز اكلها عنده"

۳ البقرة ۲ / ۸۵

۴ ردالمختار ج ۶ ص : ۳۶

کوئی عورت کسی بندر سے حاجت روائی کرے تو اس پر حد نہیں، بلکہ حنفی مذہب نے تو ان بیہودہ مرد و عورت کو یہاں تک دلیر کر دیا ہے کہ اگر اس صورت میں انہیں انزال نہ ہو تو نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ غسل لازم ہوتا ہے بلکہ ذکر کو بھی نہ دھوئے یونہی نماز پڑھے پڑھائے،[1]

اڑتیسواں مسئلہ: در مختار ج۱ ص: ۳۲۰ میں ہے " او بوطئ دبر" یعنی اغلام (لونڈے بازی) کرنے سے بھی حد نہیں" اس کی دلیل بھی حنفی مولوی صاحب نے کچھ نہیں دی بلکہ وہ ہم سے اس کے خلاف پر دلیل مانگتے ہیں، سنئے جناب امام شافعیؒ امام احمدؒ، امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا ہے کہ اغلام کرنے والے کی حد کیا ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں کہ شہر کی کسی بلند عمارت پر سے اوندھے منہ گرادیا جائے اور پھر پتھروں سے رجم کر دیا جائے (ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ)۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ حاکم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں " من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلواالفاعل والمفعول" یعنی جسے تم لواطت کرتے ہوئے پاؤ اسے اور اس کے مفعول کو قتل کر ڈالو (ابوداؤد، ترمذی ص: ۲۷۰) بعض روایات میں ہے " فارجموا الاعلیٰ والاسفل،[2]" یعنی اوپر والے کو اور نیچے والے دونوں کو پتھروں سے رجم کردو، خود پروردگار نے یہی سزا لوطیوں کو دی کہ ان کی بستیاں ان کے اوپر الٹ دی گئیں اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے گئے[3]، جس چیز کے تصور

۱۔ ملاحظہ ہو مراقی الفلاح ج۱ ص: ۵۵

۲۔ "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عن النبی ﷺ فی الذی یعمل عمل قوم لوط قال ارجموا الاعلیٰ والاسفل ارجمو ھما جمیعا" (ابن ماجہ ج۲ ص: ۸۵۶)

۳۔ قرآن میں ہے "فجعلنا عالیها سافلها وامطرنا علیهم حجارۃ من سجیل (الحجر ۱۵/ ۷۴)

سے جس کے ناپاک نام سے ایک بھلا انسان گھن کرے تم اس کام پر کوئی حد شرعی نہیں بتلاتے؟

حضرت علیؓ فرماتے ہین اگر وہ دونوں شادی شدہ ہیں تو رجم کر دیئے جائیں اور اگر غیر شادی شدہ ہیں تو کوڑے مارے جائیں[1]، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ جب ایک غیر عورت سے ایک شخص نے ناواجب طریقہ سے اپنی حاجت روائی کی یعنی زناکاری کی تو اسے حد لگی اور یہی حاجت روائی غیر عورت یا مرد سے وہ کرتا ہے اور اس جگہ کہ جو جگہ اپنی حلال عورت سے بھی حرام ہے تو جرم اور بڑھ گیا پھر جرمانہ میں کمی کیوں کر دی گئی؟ قرآن کریم نے جہاں زنا کو فاحشہ کہا ہے وہاں لواطت کو بھی یہی نام دیا ہے فرماتا ہے "انه كان فاحشة"[2] اور جگہ فرمایا "انكم لتأتون الفاحشة"[3] پہلا لفظ فاحشہ کا زنا کے لئے ہے اور دوسرا لواطت کیلئے، اور آپ ہی کے مذہب کی کتاب کفایہ ج ۵ ص: ۴۵ میں ایک حدیث ہے "اذا اتی الرجل الرجل فهما زانيان" یعنی اغلام کرنے والا اور کرانے والا دونوں زانی ہیں جس

۱؎ ترمذی ج ۱ ص: ۲۷۰ میں ہے "اختلف أهل العلم في اللوطي فرای بعضهم ان عليه الرجم احصن اولم يحصن وهذاقول مالك والشافعي واحمد واسحق وقال بعض اهل العلم من فقهاء التابعين منهم الحسن البصری وابراهيم النخعي وعطاء بن ابی رباح وغيرهم قالوا حداللوطي حدالزانی"

مشکوٰۃ ص: ۳۱۳ میں ہے "عن ابن عباس وابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال ملعون من عمل عمل قوم لوط رواه رزين وفی رواية له عن ابن عباس ان علیااحرقهما وابابكر هدم عليهما حائطا"

۲؎ بنی اسرائیل ۱۷ / ۳۲

۳؎ العنکبوت ۲۹ / ۲۸

طرح زنا میں حرام جگہ اپنی شہوت پوری کرنی ہے اسی طرح لواطت میں بھی بلکہ اس کی حرمت اس کی حرمت سے بہت زیادہ ہے، یہ تو عقلاً طبعاً شرعاً ہر طرح ممنوع اور مکروہ ہے، زنا میں تو اپنے پانی کا پھل ممکن ہے لیکن یہاں ممکن ہی نہیں، جس اجنبیہ عورت سے زنا کیا ہے اس کی حلت بھی ممکن ہے لیکن اس کی حلت تو کسی وقت ممکن ہی نہیں، خود اسی کتاب کے ج اص: ۳۲۰ میں ہے "حرمتها اشد من الزنا لحرمتها عقلا وشرعا وطبعا" یعنی اس کی حرمت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے پھر اس قدر زبردست حرام کاری پر سے حد ہٹا دینا بدکاروں کی حمایت کرنا تو نہیں؟ کہیں صوفیوں کی علت و معلول کے جھگڑے نے آپ کو بھی از خود رفتہ تو نہیں بنادیا؟ تعجب ہے کہ حنفی مذہب کو ان بدکاروں سے ایسی کون سی محبت ہے کہ ہر طرح انہیں آزاد کر رہے ہیں، چنانچہ شرح وقایہ ج ۲ کتاب الحدود (مطبوعہ تھانوی دیوبند) ص: ۲۴۹ میں ہے " والمرتهن المرهونة" یعنی کسی کے پاس دوسرے کی لونڈی گروی ہے اور اس سے اس نے زناکاری کی تو حد نہیں، بلکہ عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ کے اسی صفحہ میں ہے "ان المستعير للرهن كالمرتهن[1]" (حاشیہ نمبر ۱۰) یعنی رہن رکھنے کے لئے جو لونڈی کو ادھار لے کر جارہا ہے اس نے بھی اگر اس سے زناکاری کی تو اس پر بھی حد نہیں، ہدایہ تھانوی ج ۲ کتاب الحدود ص: ۵۱۴ میں ہے "وجارية المولىٰ فى حق العبد والجارية المرهونة فى حق المرتهن" یعنی

---

[1] اورعنایہ میں ہے "اذاقال المرتهن ظننت انها تحل لى لايحد علىٰ رواية وعلى رواية كتاب الرهن لايجب الحد سواء ادعى انها تحل له اولم يدع لانه وطى جارية انعقدله فيها بسبب الملك فلايجب عليه الحد"

غلام اپنے آقا کی لونڈی سے بدکاری کرے یا جس کے پاس کسی کی لونڈی گروی ہو وہ اس لونڈی سے زناکاری کرے تو ان دونوں پر بھی حد نہیں، خیر یہ آسانیاں حنفی مذہب کی تو آپ سنتے چلے آرہے ہیں اور سنیں گے لیکن ایک بلند پروازی اور بھی سنئے ! میں چاہتا ہوں کہ ناظرین کو اس جگہ ایک لطیفہ اور بھی سنادوں، فقہاء حنفیہ کو اجتہادی پرواز نے اس جگہ سے اور جگہ پہونچادیا اور انہیں خیال پیدا ہوا کہ جنت میں لونڈے بازی ہوگی یا نہیں ؟ تو ایک جماعت فقہاء حنفیہ کا اجتہاد ہے وہ فرماتے ہیں ہوگی۔[1] تو اب بھلا جنت[2] کی نعمت جب یہ ٹھہری تو پھر یہاں اس پر حد کیوں ہو؟ شرم! شرم! شرم!!! ابن ماجہ کی حدیث میں ہے "ان اخوف ماخاف علیٰ امتی عمل قوم لوط"[3] یعنی مجھے سب سے زیادہ ڈر اپنی امت پر اغلام بازی

۱۔ (ملاحظہ ہو در مختار ج ا ص : ۳۳۰ اور اس کی شرح ردالمحتار ج ۶ صفحہ ۳۹)
اور در مختار کے ج ا صفحہ ۳۳۰ میں ہے "وقیل یخلق الله تعالیٰ طائفة نصفهم الاعلیٰ کالذکور والاسفل کالاناث"

۲۔ "قال السیوطی قال ابن عقیل الحنبلی جرت مسألة بین ابی علی بن الولید المعتزلی وبین ابی یوسف القزوینی فی ذالك ، فقال ابن الولید لایمنع ان یجعل ذالك من جملة اللذات فی الجنة لزوال المفسدة ، لانه انما منع فی الدنیا لمافیه من قطع النسل وکونه محلا للأذیٰ ولیس فی الجنة ذالك ، ولهذا ابیح شرب الخمر لما لیس فیه من السکر وغایة العربذة وزوال العقل فلذالك لم یمنع من الالتذاذبها ، فقال ابویوسف المیل الیٰ الذکور عاهة وهو قبیح فی نفسه لانه محل لم یخلق للوطی ولهذا لم یبح فی شریعة بخلاف الخمر وحد مخرج الحدث والجنة نزهت عن العاهات فقال ابن الولید العاهة هی التلویث بالاذی فاذن لم یبق الامجرد الالتذاذ ۔
(ردالمحتار ج ٦ ص: ۳۹)

۳۔ ابن ماجه ج ۲ ص: ۸۵٦" باب من عمل عمل قوم لوط"

کرنے کا ہے، طبرانی کی حدیث میں ہے "اذا کثر اللوطیة رفع الله عز وجل یدہ عن الخلق فلایبالی فی ای واد ھلکوا " یعنی جب لواطت کسی قوم میں بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ ان سے اٹھالیتا ہے اور یہ بھی پروا نہیں کرتا کہ وہ کس جنگل میں ہلاک ہوئے، حاکم کی حدیث میں ہے "ملعون من عمل عمل قوم لوط"[1] یعنی یہ کام کرنے والا ملعون ہے، بیہقی کی حدیث میں ہے کہ یہ کام کرنے والا صبح شام خدا کے غضب وغصہ میں رہتا ہے[2]، کتاب ترغیب ترہیب مصری ج ۲ ص : ۱۱۶ میں ہے "فذھب قوم الی ان حد الفاعل الخ" یعنی ایک قوم کا مذہب یہ ہے کہ فاعل کو زنا کی حد ماری جائے، شادی شدہ ہو تو رجم کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں[3]، حضرت سعید بن مسیّب، حضرت عطاء بن ابورباح، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ، حضرت نخعی، حضرت اوزاعی رحمہم اللہ کا یہی قول ہے، امام شافعی کے دو قول ہیں لیکن راجح مذہب ان کا بھی یہی ہے امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابویوسف اور محمد بن حسن سے بھی یہی حکایت کی جاتی ہے، مفعول بہ پر بھی امام شافعیؒ کے نزدیک اس

۱؎ بحوالہ مشکوٰۃ ص : ۳۱۳ اور رزین کی ایک روایت میں ہے "عن ابن عباس ان علیاً احرقھما وابابکر ھدم علیھما حائطا"

۲؎ اور ترمذی میں ہے "لاینظر الله عزوجل الیٰ رجل اتیٰ رجلااوامرأة فی دبرھا" (بحوالہ مشکوٰۃ ص : ۳۱۳

۳؎ ترمذی اور ابن ماجہ ج ۲ ص : ۸۵۶ میں ہے "من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به" اور ابن ماجہ کے اسی صفحہ میں ہے "عن ابی ھریرة عن النبی ﷺ فی الذی یعمل عمل قوم لوط قال ارجموا الاعلیٰ والاسفل ارجموھما جمیعا"

قول کی بناپر ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے مرد ہو یا عورت ہو، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، بعض بزرگوں کا مذہب ہے کہ لوطی کو رجم کردیا جائے، سعید بن جبیر اور مجاہد ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں، امام شعبی سے بھی یہی مروی ہے زہری بھی یہی کہتے ہیں امام مالکؒ، امام احمد امام اسحاق کا مذہب بھی یہی ہے، حماد بن براہیم ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی کو دو مرتبہ رجم کیا جاسکتا تھا تو اس کے قابل یہ اغلام بازی کرنے والا تھا حضرت امام شافعیؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث کے مطابق نیچے والے اور اوپر والے دونوں کو قتل کردیا جائے[1]، چاروں خلفاء راشدین نے ایسے پاجیوں کو آگ سے جلادیا ہے ایک تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیسرے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے حضرت ہشام بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] مشکوۃ المصابیح کی شرح مرقاۃ المفاتیح ج ۴ ص: ۷۹ میں ہے "ذهب الشافعي في اظهر قوليه وابويوسف ومحمد الیٰ ان حدالفاعل حد الزانی ان کان محصنا يرجم وان لم يكن محصنا يجلد مائة جلد وعلیٰ المفعول به عند الشافعي علیٰ هذا القول جلد مائة وتغريب عام رجلا كان اوامرأة محصنا اوغيرمحصن لان التمكين فى الدبر لايحصنها فلايلزمهما حد المحصنت . وذهب قوم الیٰ ان اللوطی يرجم محصنا كان اوغيرمحصن وبه قال مالك واحمد والقول الآخر للشافعي انه يقتل الفاعل والمفعول به كما هو ظاهر الحديث وقد قيل فى كيفية قتله يهدم بناء عليهما وقيل رميهما من شاهق كمافعل بقوم لوط وعند ابى حنيفة يعزر ولايجلد"

اب اس نص صریح کے خلاف سنئے جامع صغیر میں ہے "ان الرای فيه الى الامام ان شاء قتله ان اعتاده وان شاء ضربه وحبسه (بحواله مرقاة ج ٤ ص: ٧٩)

نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یہاں ایک ہیجڑا ہے جو بدکام کراتا ہے، خلیفہ اول نے اصحاب رسول ﷺ کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ کیا جواب دیا جائے، حضرت علی نے فرمایا کہ اس بدکاری کو سوائے ایک قوم کے اور کسی نے نہیں کیا پھر ان پر (یعنی لوطیوں پر) جو عذاب آیا اسے آپ جانتے ہی ہیں پس اس شخص کو آگ سے جلادیا جائے اس مجمع نے اس کی تائید کی چنانچہ خلافت کی طرف سے یہی فرمان صادر ہوا[1]، اوسط طبرانی میں حدیث ہے کہ ایسے لوگوں کا کلمہ شہادت بھی قبول نہیں، ترمذی کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ انہیں نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا[2]، طبرانی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایسا شخص کافر ہے، افسوس اتنی سختیاں ہوتے ہوئے حنفی مذہب کا یہ فیصلہ کس قدر لغو، فضول اور مضحکہ خیز ہے کہ اس شخص پر کوئی حد نہیں بلکہ یہاں تک لکھ مارا کہ یہ فعل جنت میں بھی ہوگا، بلکہ یہاں تک کہ اگر کوئی حنفی اپنی بیوی کو طلاق دیدے پھر اس کی دبر میں وطی کرے تو یہی رجعت ہو جائے گی، درمختار ج ا ص: ۲۳۸ کے الفاظ ہیں "ووطیها فی الدبر"

۱ـ ان خالد بن الولید کتب الی ابی بکر انه وجد رجلا فی بعض نواحی العرب ینکح کماتنکح المرأة فجمع ابوبکر الصحابة فسألهم فکان من اشد هم فی ذالک قولا علی رضی الله عنه قال هذا ذنب لم یعص به الامة واحدة صنع الله بها ماعلمتم نری ان تحرقه بالنار فاجتمع رای الصحابة علیٰ ذالک (فتح القدیر ج ٥ ص: ٤٤)

۲ـ "لاینظر الله الی رجل اتیٰ رجلا اوامرأة فی دبرها" ترمذی ج ا ص: ۱۳۹

"سئل ابن عباس ماحد اللواطة قال ینظر الیٰ اعلیٰ بناء فی القریة فیرمی منه منکسا ثم یتبع بالحجارة وعن ابن الزبیر یحبسا فی انتن المواضع حتیٰ یموتا نتنا"

(فتح القدیر ج ۵ ص: ۴۴)

انتالیسواں مسئلہ : در مختار ج ۱ ص : ۳۲۰ میں ہے " اوزنی فی دار الحرب او البغی "یعنی حربی کافروں یا باغیوں کی سلطنت میں زنا کرنے سے بھی حد نہیں"

اس کی بابت حنفی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ اگر ہم فتح القدیر کے اس مقام کو دیکھ لیتے جو حنفی المذہب کتاب ہدایہ کی معتبر شرح ہے تو یہ اعتراض ہی نہ کرتے، میں کہتا ہوں کہ جناب مولوی صاحب میں نے اس کتاب کو بھی دیکھا ہے اور بہت اچھی طرح دیکھا ہے، سنئے اور کان کھول کر سنئے میں نہ صرف آپ سے کہتا ہوں بلکہ آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں خود صاحب فتح القدیر نے آپ کے مذہب کا رد کیا ہے اور اسے بالکل خلاف کہا ہے وہ تو پورا محاکمہ کرتے ہوئے آپ کے اس مسئلہ میں آپ کے خلاف فیصلہ صادر فرماتے ہیں بحث کو ختم کرو کسی عربی داں دیانت دار کے سامنے فتح القدیر رکھ دو اور وہ جو کہہ دے مان لو کہ آیا اس مسئلہ میں صاحب فتح القدیر ہمیں ڈگری دیتے ہیں یا آپ کو؟ سنئے وہ تو صاف لکھتے ہیں "والحق هذه الآثار لوثبتت بطريق موجب للعمل معللة بمخافة لحاق من اقيم عليه باهل الحرب وانه يقام اذا خرج "[1] یعنی حق مسئلہ یہ ہے کہ جب دار الحرب میں سے وہ نکلے اس پر حد قائم کی جائے، اس اجمالی جواب کے بعد تفصیلی جواب سنئے جو حدیث اس کی دلیل میں آپ نے وارد کی ہے یہ حدیث کہاں کی ہے اور کیسی ہے؟ اس کا آپ کو علم ہی نہیں

---

۱ - فتح القدیر ج ۵ ص : ۴۷

”سیر کبیر“ جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے کوئی حدیث کی کتاب نہیں کہ اس کا نام لے دینے سے کام چل جائے، پس اولا تو یہ حدیث ثابت ہی نہیں دوسرے یہ کہ خود آپ اور آپ کے فقہاء اسے نہیں مانتے چنانچہ خود صاحب در مختار اسی صفحہ میں لکھتے ہیں ”الااذا زنی في عسکر لامیر ہ ولایة الاقامة“ یعنی اگر کسی شخص نے دار الحرب میں ایسے لشکر میں زنا کیا جس کے امیر کو حدود جاری کرنے کا اختیار ہے تو حد ماری جائے گی“ جو حدیث آپ نے وارد کی ہے اس میں تو ہے کہ دار الحرب میں زنا اور چوری کرنے والے پر حد نہیں لیکن پھر آپ کے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر دار الحرب میں کسی نے زنا کیا یا چوری کی اور وہ امیر جو حدیں جاری کرتا ہے وہاں ہے تو اس زانی چور پر حد لگائی جائے گی، مولوی صاحب کیا یہ حدیث جسے آپ پیش کر رہے ہیں اور خود اپنی کمزوری کو محسوس کر رہے ہیں کہ یہ حدیث بوجہ ثابت نہ ہونے کے پیش کرنے کے قابل نہیں ہم پر تو حجت ہو سکتی ہے لیکن آپ پر حجت نہیں؟ اگر واقعی اس حدیث کو مانتے ہو تو پھر اس پر بھی حد لگاؤ جو امیر اور خلیفہ کے لشکر میں ہے اور وہ لشکر دار الحرب میں ہو اور وہ زنا اور چوری کرتا ہے کیونکہ آپ کی پیش کردہ حدیث میں ہے جو شخص دار الحرب میں زنا یا چوری کرے اس پر حد نہیں، یہ شخص بھی دار الحرب میں زنا اور چوری کرتا ہے پھر اس پر حد کیوں لگاتے ہو؟ ناظرین! دراصل یہ حدیثیں وغیرہ سب کی سب حنفی مذہب کی دیواریں مضبوط کرنے کے لئے وضع کی جارہی ہیں، یہ مجیب حنفی تو خیر اصاغر میں سے ہیں ان کے تو اکابر کا بھی یہی حال ہے یہاں تک کہ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے

لئے ہدایہ والے نے اس جگہ ایک حدیث بنا کر اپنی کتاب ہدایہ ج ۲ ص:
۵۱۷ میں لکھدی کہ "لاتقام الحدود فی دارالحرب" یعنی دارالحرب
میں حدیں نہ قائم کی جائیں[1] جس کی بابت صاحب فتح القدیر کو بھی کہنا پڑا
"لم یعلم له وجود"[2] یعنی اس حدیث کا وجود ہی معلوم نہیں ہوتا، علاوہ
ازیں یہ حدیث بھی حنفیہ کی دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ اولا تو یہ خبر ہے
ممانعت نہیں نفی ہے نہی نہیں، دوم دارالحرب میں حد لگنا اس امر کو مستلزم
نہیں کہ وہ یہاں سے چلا آئے تو دارالاسلام میں بھی حد سے بچ جائے، لیکن
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا انہیں تو ہر طرح حنفی مذہب کی لاج رکھنی ہے، علاوہ
ازیں یہ حدیث دارالحرب کیلئے ہے حنفی صاحب دارالبغی یعنی باغیوں کی
سلطنت میں زنا کرنے والے کو کس دلیل کی رو سے آزاد کیا جارہا ہے،
ہندوستان کے حنفیو! سنو! اور اے اسلامی سلطنتوں کے رہنے والو تم بھی
سن لو جس قدر تم چاہو کفار کی سلطنتوں میں زناکاریاں کرو تم پر حنفی مذہب
میں کوئی حد نہیں، قرآن کا حکم ہے "الزانیة والزانی فاجلدوا[3]"
یعنی زانیہ عورت اور زانی مرد کو کوڑے لگاؤ، حنفی مذہب میں ان کے لئے ہے

۱؎ اور آگے لکھتے ہیں "وروی محمد فی کتاب السیر الکبیر عن النبی ﷺ انه قال من زنی اوسرق فی دارالحرب واصاب بها حدا ثم خرج الینا فانه لایقام علیه الحد والله اعلم به وعن الشافعی قال قال ابویوسف حدثنا بعض اشیاخنا عن مکحول عن زید بن ثابت قال لاتقام الحدود فی دارالحرب مخافة ان یلحق اهلها بالعدو" (فتح القدیر ج ۵ ص: ۴۶)

۲؎ اور الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة میں ہے "حدیث لایقام الحدود فی دارالحرب لم اجده" ص: ۵۱۷

۳؎ سورۃ النور آیت نمبر ۲

جو ہندوستان اور ہندوستان جیسی سلطنتوں میں نہ رہتے ہوں یہاں کی زمینیں اس سے مستثنیٰ ہیں،

حنفیو! شرم کرو، قرآن کے صریح الفاظ کے خلاف تو اپنے اماموں کی نہ مانو، قرآن کہتا ہے زانی مرد و عورت کو حد لگاؤ، تمہارے امام کہتے ہیں دارالحرب میں، باغیوں کی سلطنت میں، جو مرد و عورت زنا کرے اسے حد نہ لگاؤ، لیکن تم ہو کہ امام کی چھوڑ کر قرآن کی ماننے کو تمہارا جی نہیں چاہتا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو دارالحرب میں زنا کرے جب اسلامی سلطنت میں آئے اس پر حد جاری کرو۔ (ابن ابی شیبہ) امام شافعی امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایسے زانی کو حد لگائی جائے گی مگر حنفی مذہب کی وسعت نے اس زانی کا سر چھپالیا اور اسے اپنی پناہ میں لے کر گودیوں میں بٹھالیا پھر اور لطیفہ سنئے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زنا کی، چوری کی، شراب خواری کی، غرض کسی چیز کی حد حربی پر نہیں لیکن پھر اپنے اس اصول کو توڑ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں تہمت کی حد ہے[1] آپ کے شاگرد قاضی ابو یوسف کی سنئے آپ فرماتے ہیں، حربی کو ساری حدیں لگیں گی مگر شراب کی حد نہیں لگے گی خواہ کتنی ہی پی ہو،[2]

برادران! قرآن کا خطاب ان مسلمانوں سے بھی ہے جو اسلامی سلطنتوں میں ہوں اور ان سے بھی جو غیر اسلامی سلطنتوں میں ہوں جس طرح اسلامی

۱۔ درمختار ج۱ ص: ۳۲۰

۲۔ ملاحظہ ہو فتح القدیر ج ۵ ص: ۴۸ پوری عبارت یوں ہے "عندابی حنیفة ومحمد لایجب علی الحربی حد من الحدود سوی حد القذف فلایجب علیه حد زنا ولاسرقة ولاشرب خمر وعند ابی یوسف یجب الکل الاحد الشرب"

سلطنت میں رہنے والے پر اسلامی حدیں ہیں اسی طرح غیر اسلامی سلطنت والوں پر بھی، ایسے صاف مسئلے میں اختلاف کرنا گناہوں کے اور سیاہ کاریوں کے دروازوں کو کھول دینا اور بدکاروں کو دلیر بنانا نہیں تو اور کیا ہے ؟ کتاب اللہ میں "فاجلدوا " ہر زانی کے لئے موجود ہے پھر اپنے قیاس سے بعض زانیوں کی سرپرستی کر کے انہیں مخصوص کر دینا انتہائی جرأت نہیں ؟

سنئے جناب ! ایک فیصلہ کن حدیث بھی سن لیجئے مراسیل ابی داوٗد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "اقیموا حدوداللہ فی السفر والحضر علی القریب والبعید ولاتبالوا فی اللہ لومۃ لائم"[1] یعنی اللہ تعالیٰ کی حدوں کو سفر میں اور وطن میں، پاس والوں پر اور دور والوں پر جاری کرتے رہو اور اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو،

برادران ! اس حدیث میں غور کیجئے کس طرح صاف لفظ ہیں کہ دور والوں پر بھی حد جاری کرو ایک دور والا شخص جس نے حالتِ اسلام میں دارالحرب میں زنا کیا تھا آج وہ دارالاسلام میں آیا اور قاضی کے سامنے اپنے زنا کا اقرار کیا آج اس وقت اس قاضی کو اس کا زنا معلوم ہوا، حکمِ باری ہے کہ زانی کو کوڑے لگاؤ یا سنگسار کرو فرمان رسول ﷺ ہے کہ دور والوں پر بھی حد جاری کرتے رہو، قاضی حد خدائی جاری کرنا چاہتا ہے مگر حنفی مذہب بیچ میں آتا ہے اور کہتا ہے چونکہ اس نے زنا اس زمین پر کیا جس پر کفار کا قبضہ تھا اس لئے آپ اسے حد نہ لگائیے، اس سے بھی زیادہ واضح حدیث سنئے رسول اللہ ﷺ

---

[1] بحوالہ فتح القدیر ج ۵ ص : ۴۷، مراسیل ابوداوٗد ص : ۱۲ میں حدوداللہ کے بجائے اقیموا الحدود ہے،

فرماتے ہیں "لاینبغی لوال ان یؤتیٰ بحد الااقامہ" یعنی کسی امیر بادشاہ کو لائق نہیں کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جائے جس پر حد ہو اور پھر وہ اس حد کو جاری نہ کرے بلکہ اسے حد قائم کردینی چاہئے، منتخب کنزالعمال برحاشیہ مسند احمد مصری ج ۲ ص : ۳۹۴

حنفیو! خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے رسول سے کیا انعام پاؤ گے ؟ حنفی مذہب کی اس مسئلہ میں عجب لہریا چال ہے اس نے کہا جو دارالحرب میں زنا کرے اس پر حد ہی نہیں پھر کہا جو دارالحرب میں زنا کرے اور وہ ہو لشکر گاہ میں اور ذی اختیار امیر مصر وہاں موجود ہو تو اس پر حد ہے، پھر حنفی مذہب کہتا ہے کہ جو دارالحرب میں لشکر گاہ سے دور جاکر زنا کرے اور پھر لشکر گاہ میں چلا آئے تو اس پر بھی حد نہیں، پھر وہ کہتا ہے جو لشکر گاہ میں زناکاری کرے گو وہاں امیر لشکر موجود ہے تو بھی اسے حد نہیں مار سکتا، پھر اس سے بھی زیادہ آزاد ہو کر وہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر حربی کافر اور کافرہ امن حاصل کر کے دارالاسلام میں زنا کریں تو بھی ان پر حد نہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ حنفی مذہب کی اسی کتاب درمختار ج ۱ ص : ۳۱۹ میں ہے "کوطی امة ابویه وان علیا ....وامةامرأته وامة سیده ووطی المرتهن امةالمرهونة ....المستعیر للرهن کالمرتهن ....المستأجرة والمغصوبة" یعنی اپنی ماں کی یا نانی کی لونڈی سے زنا کرے تو حد نہیں، اپنے باپ کی یا دادا کی لونڈی سے زنا کرے تو حد نہیں، اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کرے تو حد نہیں، اپنے آقا کی لونڈی سے زنا کرے تو حد نہیں، اپنے پاس جو لونڈی گروی ہو اس سے زنا کرے تو حد نہیں، رہن رکھنے کے لئے جو

لونڈی کو مستعار لئے ہوئے ہو وہ اگر اس سے زنا کرے تو حد نہیں، خرچی یعنی زناکاری کی اجرت دے کر زنا کرے تو حد نہیں، کسی کی لونڈی کو غصب کر کے زنا کرے تو حد نہیں وغیرہ وغیرہ،

حنفی دوستو! خدارا غور کرو، یہ کیا الٹی گنگا بہہ رہی ہے یہ خدائی حدود کو کیوں توڑا جاتا ہے، خدا کے ہاں کیا جواب ہو گا۔ بلکہ شرابی کی نسبت بھی اسی کتاب کے ص: ۳۲۲ میں لکھا ہے[1] کہ اگر گواہ گواہی دیں اور شراب پیئے دیر ہو گئی ہو اب منہ میں بو نہ رہی ہو یا خود شرابی اقرار کرے لیکن اسکے منہ کی بو باقی نہ ہو تو بھی شراب پینے کی حد نہ لگائی جائے گی،

دوستو! اس چکر دار راستے کو چھوڑو، اللہ رسول کے اطاعت گذار بن جاؤ۔

چالیسواں مسئلہ: در مختار ج ۱ ص: ۳۲۰ میں ہے " ولاحدبزنا غير مكلف بمكلفة مطلقا" یعنی نابالغ وغیرہ غیر مکلّف مرد اگر بالغہ وغیرہ مکلفہ عورت سے زنا کرے تو دونوں پر حد نہیں" اس کی دلیل حنفی مذہب مولوی صاحب نے دی ہے کہ چونکہ زنا اصل فعل مرد کا ہے اور وہ غیر مکلّف ہے جس پر حد نہیں اس لئے عورت پر بھی حد نہیں، چونکہ اگلے فقہاء نے بھی یہی کہا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس بحث کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کر دوں سنئے! اس اصول کے مطابق جہاں کسی شخص کو دوسرے نے مجبور کیا ہو کہ اس عورت سے زنا کرو ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اور وہ عورت راضی رضامندی سے زنا کراتی ہے تو ظاہر ہے کہ اکراہ اور جبر کی وجہ سے اس مرد پر حد نہیں، جیسے اس غیر مکلّف پر، اور حنفی مذہب کے اس

---

[1] "فلواقرسكران اوشهدوا بعد زوال ريحها اواقر كذالك او رجع عن اقراره لايحد" (در مختار ج ۱ ص: ۳۲۲)

قاعدے کے مطابق، زنا اصل فعل مرد کا ہے اور اس پر چونکہ اس صورت میں حد نہیں، لہٰذا اس عورت پر بھی حد نہ ہونی چاہئے، حالانکہ حنفی مذہب میں اس عورت پر حد ہے، چنانچہ اسی کتاب کی شرح ردالمحتار کے ج ۶ ص: ۴۳ میں ہے "فلو زنیٰ مکرھاً بمطاوعة وجب علیها الحد" یعنی اگر کسی مرد پر زبردستی کی گئی اور کسی عورت نے راضی خوشی اس سے زنا کرایا تو مرد پر تو حد نہیں لیکن عورت کو حد ماری جائے گی، اس طرح حنفی مذہب میں ہے کہ کسی شخص کی زناکاری کے چار گواہ عینی موجود ہیں لیکن وہ عورت کو نہیں پہچانتے تو اس مرد پر بھی حد نہیں، [1]

کہو مرد کے فعل کو اصل بتانے والو! مرد کا فعل موجود، شرعی گواہ موجود، پھر حد ساقط کیوں ہے؟ اسی طرح ہدایہ کے اسی صفحہ میں ہے [2]، اگر چہ چار گواہ شرعی زنا پر ہوں لیکن دو کہہ دیں کہ عورت ناراض تھی جب بھی حد نہیں، کہو آپ کا اصول کیا ہوا؟ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب غیر مکلّف مرد مکلفہ عورت کے ساتھ پایا جائے تو عورت کو حد لگے گی [3]، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمدؒ کا مذہب بھی یہی ہے، علاوہ ان سب کے لغۃً اس عورت کو زانیہ کہا جائے گا اور قرآن نے زانیہ کو حد لگانے کو کہا

---

[1] "وان شهدوا انه زنی بامرأة لایعرفونها لم یحد لاحتمال انها امرأة او امته" ملاحظہ ہو ہدایہ ج ا ص: ۵۲۱ باب الشهادة

[2] وان شهد اثنان انه زنیٰ بفلانة فاستکرهها و آخران انها طاوعته درئ الحد عنهما جمیعا عند ابی حنیفة" (ہدایہ ج ا ص: ۵۲۱ باب الشهادة)

[3] اور ہدایہ میں ہے "اذا زنیٰ الصبی او المجنون بامرأة طاوعته فلاحد علیه ولا علیها وقال زفر والشافعی یجب الحد علیها" (ہدایہ ج ۲ ص: ۵۱۸)

ہے پھر خدائی مجرم کے حامی بن کر تم اپنا نقصان کیوں کرتے ہو؟ ایک اور دلیل بھی سن لیجئے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ نابالغ کے اس فعل کو بھی اثر ہے، حنفی مذہب میں ہے کہ عقر یعنی مہر مثل اس بچہ پر واجب ہے جو کسی بچی سے زنا کرے یا کسی زبردستی اور اکراہ و جبر کی ہوئی عورت سے زنا کرے، ملاحظہ ہو اسی کتاب کی شرح کا ص: ۴۳ ج ۶ [۱]، پس مہر تو آپ حنفی حضرات اس غریب بچہ پر بھی واجب کرتے ہیں جب اس کے فعل کا کوئی اثر ہی نہیں تو اس سے مہر مثل کس چیز کا دلوایا جارہا ہے؟ اور سنئے حنفی مذہب میں ہے کہ اگر مستامن ذمیہ یا مسلمہ سے زنا کرے تو مرد پر حد نہیں لیکن دونوں قسم کی عورتوں پر حد ہے، اب فرمائیے کہ یہاں وہ قاعدہ کیا ہوا؟ ٹھیک اسی طرح حنفی مذہب میں ہے "ولا باقرار ان انکر الآخر" ملاحظہ ہو اسی کتاب کا یہی صفحہ [۲]، یعنی ایک تو کہے کہ میں نے زنا کیا اور دوسرا انکار کرے تو اقرار کرنے والے کو بھی حد نہیں مارنی چاہئے، مثلاً ایک مرد کہتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ میں نے فلاں عورت سے زناکاری کی اور عورت انکار کرتی ہے تو اس اقرار کرنے والے مرد پر بھی حد نہیں، [۳] اب خیال فرمائیے کہ حنفی مذہب میں اصول تو یہ تھا کہ زنا اصل فعل مرد کا ہے تو اصل فعل مرد کے اقرار سے ثابت ہے لہذا اسے حد لگانی چاہئے مگر یہاں آکر گویا اصل عورت کو قرار دیا جارہا ہے اور اسکے انکار کی

۱؎ رد مختار ج ۶ ص: ۴۳ میں ہے "لو زنیٰ الصبی بصبیة او بمکرهة فانه یجب علیه العقر کما فی الفتح"

۲؎ در مختار ج ۱ ص: ۳۲۰

۳؎ "لو اقر احدهما بالزنا اربع مرات فی اربع مجالس وانکرا لآخر سواء ادعیٰ المنکر النکاح او لم یدعه لا یحد المقر" (رد مختار ج ۶ ص: ۴۳)

بنا پر اس اقراری مرد کو بھی حد سے آزاد کیا جارہا ہے حالانکہ نبی ﷺ کے پاس آکر جب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زنا کا اقرار کرتے ہیں تو آپ ان کی حد کو اس عورت کے اقرار پر اٹھا نہیں رکھتے بلکہ ان پر حد جاری کرنے کو فرماتے ہیں[1]، جو دلیل ہے حنفیہ کے اس مسئلہ کے خلاف پر اور اس اصل کے خلاف پر بھی، اسی طرح صحیح بخاری صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو شخص نبی اللہ ﷺ کے پاس ایک جھگڑا لے کر آئے ایک نے کہا حضور ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے دوسرے نے کہا ہاں حضور ہم میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ واقعہ عرض کروں، آپ نے فرمایا کہو، اس نے کہا میرا لڑکا اس کے ہاں کام کاج پر تھا اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر رجم ہے تو میں نے اس کے بدلے ایک سو بکریاں اور ایک لونڈی فدیہ میں دی پھر میں نے اہل علم سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ میرے لڑکے پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور رجم اس کی بیوی پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب میرا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق، سنو! تیری بکریاں اور تیری لونڈی تو تجھے واپس مل جائے گی اور تیرے لڑکے پر سو کوڑے اور ایک سال تک جلاوطنی (کوڑوں اور جلاوطنی کا حکم دے کر) آپ نے حضرت انیسؓ سے فرمایا اے انیس تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرے تو اسے رجم کردو چنانچہ ان کے جانے پر اس نے اقرار کیا اور انہیں رجم کردیا[2] (رضی اللہ عنھا) اس واقعہ میں بھی آپ نے اس

۱؎ صحیح مسلم ج ۲ ص : ۶۷ ، بخاری ج ۲ ص : ۱۰۰۸

۲؎ صحیح مسلم ج ۲ ص : ۶۹ ، بخاری ج ۲ ص : ۱۰۰۸

لڑکے کی حد کو اس عورت کے اقرار پر منحصر نہیں رکھا، ایسی کھلی دلیلوں کے ہوتے ہوئے حنفیہ کا یہ مسلک یقیناً قابل ترک ہے، ابوداؤج ۲ ص: ۶۱۳ میں ایک حدیث ہے کہ بنو بکر بن لیث کا ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنی زناکاری کا اقرار کرتا ہے چنانچہ اسے سو کوڑے مارے جاتے ہیں، اب اس عورت سے پوچھا جاتا ہے وہ قسم کھاکر انکار کرتی ہے اور وہ شخص اس کی زناکاری پر کوئی شہادت پیش نہیں کرسکا تو آپ حکم دیتے ہیں کہ اس پر تہمت لگانے کی دوسری حد بھی مارو، چنانچہ سو کوڑے زناکاری کے لگ چکے تھے، اب اسّی کوڑے تہمت کے اور لگائے جاتے ہیں اور سنو! ایک مرد غیر شادی شدہ ایک عورت شادی شدہ سے زنا کرتا ہے ظاہر ہے کہ مرد پر اس صورت میں رجم نہیں تو آپ کے اس قاعدے کے مطابق عورت پر بھی رجم نہ ہونا چاہئے، حالانکہ یہاں آپ اپنے قاعدہ کے خلاف رجم کا حکم دیتے ہیں۔

اتنا ہی نہیں بلکہ حنفیوں کا یہ غضب تو یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ عالمگیری ج ۳ ص: ۹۵ میں ہے "لایؤخذ الاخرس بحد الزنا ولابشی من الحدود وان اقربه باشارة اوکتابة اوشهدت به الشهود علیه"[۱] یعنی گونگے پر نہ تو زنا کی حد ہے نہ کوئی اور حد، گو وہ خود اشارے سے اقرار کرے یا لکھ کر اقرار کرے گو گواہ بھی موجود ہوں اور شہادت دے رہے

۱؎ ردالمحتار ج ۶ ص: ۵ میں ہے "ولو اقر الاخرس بالزنا اربع مرات فی کتاب کتبه او اشارة لایحد ولوشهد علیه الشهود بالزنا لاتقبل" در مختار ج ۱ ص: ۳۱۵ میں ہے "الاخرس فلاحد علیه مطلقا للشبهة اور اسی در مختار کی شرح میں ہے "سواء ثبت علیه باقراره بالاشارة اوببینة" (ج ۶ ص: ۵)

ہوں لیکن تاہم گونگے پر کوئی حد نہیں، اس کے بر عکس سنئے فتاوی خانیہ ج ۴ ص : ۸۲۲ میں ہے[1] کہ اگر نامرد جس میں قوت مردی ہے ہی نہیں اگر وہ چار بار کہہ دے کہ میں نے زنا کیا تو اسے حد لگائی جائے گی، حنفی مذہب کا یہ نادر شاہی حکم سننے کے بعد اور بھی سنئے، فتاویٰ خانیہ میں ہے "رجل زنیٰ بصغیرۃ"[2] یعنی اگر کسی نے چھوٹی بچی کے ساتھ جماع کیا یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ کا راستہ ایک ہو گیا تاہم اس پر حد نہیں بلکہ اس کی ماں بیٹی وغیرہ سے نکاح کرنا بھی اس پر حرام نہیں، اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے کہ اگر کسی لونڈی سے زناکاری کرتے کرتے اسے مار ڈالا تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد نہیں[3]، اللہ اللہ یہ ظلم و ستم، اسی کتاب کے ص : ۸۲۲ میں ہے کہ ایک غلام نے چار بار زناکاری کا اقرار کیا لیکن اس کا مالک کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس پر بھی حد نہیں[4]، بلکہ ص : ۸۲۳ میں ہے کہ اگر زناکاری کے ایک ماہ کے بعد گواہ گذارے تو بھی حد نہیں لگے گی۔

دوستو! کیوں رسول خدا ﷺ کے خلاف پر کمر کس رکھی ہے، اللہ سے

۱۔ "ان اقر الخصی بالزنا اوشھد علیہ الشھود حدّ وکذالک العنین" فتاوی قاضی خاں ج ۴ ص : ۸۲۲

۲۔ رجل زنیٰ بصغیرۃ لاتحتمل الجماع فافضاھا لاحد علیہ فی قولھم ثم ینظر فی الافضاء ان کانت تستمسک البول کان علیہ المھربا لوطیء وثلث الدیۃ بالافضاء وان کانت لاتستمسک البول کان علیہ جمیع الدیۃ ولامھر علیہ ...... ولاتحرم علیہ امھا وابنتھا بھذا الوطیء" (فتاویٰ خانیہ ج ٤ ص: ٨٢٢) " واماعند ابی یوسف فعلیہ القیمۃ لاالحد" بحوالہ ردمختار ج ٦ ص: ٤٥

۳۔ فتاویٰ قاضی خاں ج ۴ ص : ۸۲۱ میں ہے "رجل زنی بجاریۃ مملوکۃ وقتلھا بالجماع قال ابویوسف علیہ القیمۃ ولاحد علیہ"۔

۴۔ " عبداقربالزنااربع مرات قال زفر اذاکذبہ المولیٰ لایحد"

ڈرو اور خدا کی حدود کو نہ توڑو، اپنی اور اپنے علماء کی باتوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ مانو۔

اکتالیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۲۰ میں ہے "ولاحد بزنا بالمستاجرة له" یعنی جس عورت کو زناکاری کے لئے اجرت دی ہو اور اس سے زنا کرے تو اس پر حد نہیں" اس کے جواب میں حنفی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ اس کے آگے ہے کہ حق یہ ہے کہ حد واجب ہے ،(والحق وجوب الحق) میں کہتا ہوں اسی کتاب در مختار کی شرح ردالمحتار کے ج ۶ ص : ۴۳ میں ہے "والمتون والشروح علی قول الامام" یعنی حنفی مذہب فقہ کی تمام متن کی اور شرح کی کتابوں میں یہی ہے کہ اس صورت میں حد نہیں کیوں کہ امام صاحب کا قول یہی ہے ، کنزالد قائق اردو ترجمہ مطبوعہ دیوبند ص : ۱۱۴ باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لایوجبه" میں ہے "وبالزنا بمستاجرة" یعنی اجرت پر اگر کسی عورت سے زناکاری کی تو بھی حد نہیں ، مولوی صاحب حد ہے یہ تو قول، امام اعظم کے شاگردوں کا ہے، خود امام اعظم صاحب کا تو یہی قول ہے کہ اس پر حد نہیں پھر آپ امام صاحب کی چھوڑ کر ان کے شاگردوں کی مان کر غیر مقلد کیوں بنتے ہو ؟ کافی میں ہے "وقال امهر تك كذالازنی لم یجب الحد" یعنی اگر کسی شخص نے کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے زنا کروں گا اور اتنی اجرت خرچی دوں گا تو حد واجب نہیں ، فتاویٰ خانیہ ج ۴ ص : ۸۲۱ میں ہے "لواستأجر امرأة لیزنی بها فزنی بها لایحد" یعنی اگر کسی شخص نے کس عورت کو زناکاری کیلئے کچھ خرچی دی پھر اس سے زنا کیا تو حد نہیں ، ارے جناب مولوی صاحب ! ذرا تقلید شخصی کی لاج

رکھئے اس قدر دلیری سے تو جھوٹ نہ کہئے، فقہ کی کسی کتاب میں حضرت امام سے یہ مروی نہیں کہ ایسے شخص کو حد لگانی واجب ہے پھر آپ کس طرح یہ داغ دھو سکتے ہیں جس طرح اس سے پہلے نہایت بے باکی سے آپ نے اور مسائل تسلیم کئے ہیں لامحالہ ایک دن اس مسئلہ کو بھی آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا، یہ خاص حضرت امام اعظم صاحب کا مسئلہ اوران کی فقہ ہے کہ جو زانی روپیہ پیسہ دے کر زنا کرے اس پر حد نہیں بلکہ حضرت امام صاحب کے نزدیک وہ زانیہ عورت، جو اجرت اپنی زناکاری کی لے وہ بھی اس کے لئے حلال ہے چنانچہ چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے "ان مااخذته الزانية ان كان بعقد الاجارة فحلال "یعنی زانیہ جو اجرت یعنی خرچی زناکاری کے بدلے لے وہ حلال ہے، سنا جناب نے! حنفی بننے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اجرت دے کر زنا کرلو حد نہیں، بلکہ وہ پیسہ بھی اس رنڈی کے لئے حلال ہے، حالانکہ حدیث میں صاف موجود ہے "مهر البغي خبيث."[1] زانیہ کی اجرت خبیث یعنی حرام ہے، لیکن حنفی مذہب کے مطابق آج جتنی رنڈیاں ہیں ان کی خرچی حلال ہے اوران کے زانیوں پر کوئی حد بھی نہیں، فتاوی عالمگیری ج ۳ ص : ۹۴ میں ہے "استاجر امرأة ليزني بها اوليطأها اوقال خذي هذه الدراهم لاطأك اوقال مكنيني بكذا ففعلت لم يحد "کسی شخص نے ایک عورت کو زناکاری کے لئے کچھ اجرت پر رکھایا اجرت ٹھیرا کر اس سے وطی کی یا کہا کہ اتنی خرچی لے اور مجھے زنا کرنے دے یا کہا کہ مجھے اپنا آپا سونپ دے اور میں تجھے اتنا اتنا دونگا وہ راضی ہو گئی اور اس نے زناکاری کی تو اسے حد نہ لگانی چاہئے۔

---

[1] "ثمن الكلب خبيث ومهر البغي خبيث وكسب الحجام خبيث" (مسلم ج ۲ ص : ۱۹

غرض یہ خاص حضرت امام صاحب کا مسئلہ ہے اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، پھر اس سے انکار کرنا حنفی مذہب کو سلام کرنا ہے، مولوی صاحب! اگر حنفی رہنا چاہتے ہو تو صاف لفظوں میں کہو کہ جو شخص خرچی دے کر زنا کرے اس پر حد نہیں" شجر حنفیت کی ایک شاخ یہ بھی ہے بلکہ حنفی مذہب میں ہے کہ چار گواہ ایک زنا کے گذر گئے چاروں کہتے ہیں کہ اس نے اس عورت سے زناکاری کی لیکن دو کہتے ہیں کہ عورت خود بھی راضی تھی دو کہتے ہیں عورت کی رضامندی نہ تھی تو نہ عورت پر حد ہے نہ مرد پر نہ گواہوں پر سب بری الذمہ ہیں[1]، بلکہ اگر ایک کہہ دے کہ عورت ناراض تھی تو بھی سب کو چھٹی ہے، (ملاحظہ ہو عالمگیری ج۲ ص: ۹۵) بلکہ ۹۶ میں ہے "کہ گو چار گواہ کسی کی زناکاری پر گذر چکے ہوں لیکن وہ عورت کو پہچانتے نہیں کہ کون سی عورت ہے تو اس زانی پر بھی کوئی حد نہیں[2] گو وہ زانی بھی کہہ رہا ہو کہ جس عورت کے ساتھ تم نے مجھے دیکھا وہ نہ میری بیوی تھی نہ لونڈی، اور گو بعد میں گواہ بھی کہیں کہ وہ فلاں تھی۔[3]

۱؎ دیکھئے ہدایہ ج۲ ص: ۵۲۳

۲؎ ہدایہ ج۲ ص: ۵۲۱ میں ہے "وان شھدوا انه زنیٰ بامرأة لایعرفونها لم یحد" اور ایک جگہ تو لکھا ہے کہ گواہ کے لئے زانین کے شرمگاہ کو یا فعل زنا کو بالقصد دیکھنا جائز ہے فیاللعجب ہدایہ ج ۲ ص: ۵۲۶ میں ہے "واذا شھدوا علی رجل بالزنا وقالوا تعمدنا النظر قبلت شھادتھم لانه یباح النظر لھم ضرورة تحمل الشھادة فاشبه الطبیب والقابلة"

۳؎ " فلوقال المشھود علیه المرأة التی رأیتموھا معی لیست زوجتی ولاامتی لایحد ایضا .... ثم قالوا بفلانة لایحد الرجل ولاالشھود "(فتاوی عالمگیری ج ۲ ص: ۹۶)

بیالیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۲۰ میں ہے "وکذا لوقال اشتریتها ولوحرة "یعنی ایک آزاد عورت سے زنا کیا پھر کہہ رہا ہے کہ میں نے تو اسے خریدا ہے تو اس پر بھی حد نہیں یعنی ایک شخص ایک عورت سے زنا کرتا ہے گواہ گذر جاتے ہیں، زناکاری ثابت ہے وہ عورت آزاد ہے لونڈی نہیں لیکن یہ زانی اگر حنفی ہے تو جھوٹ موٹ کہہ دے کہ یہ عورت میری زر خرید لونڈی ہے تو صرف اس کے اتنا کہتے ہی حنفی مذہب اسے حد سے آزاد کر دے گا[1]، بلکہ اسی کتاب کی شرح ردالمحتار ج ٦ ص : ۴۴ میں ہے کہ اگر چہ وہ کہے کہ یہ فاسد خرید ہے یا بائع کو اختیار ہے یا مجھے صدقہ میں دی ہے یا میرے نام ہبہ کیا ہے اور (ہو یہ سب غلط) اس عورت والا ان باتوں کا انکاری ہو وہ عورت آزاد ہو اس پر کسی کی ملکیت سرے سے ہو ہی نہیں، عورت والے ان تمام باتوں سے انکاری ہوں اس بدکار زانی کے پاس کوئی ثبوت اور دلیل بھی نہ ہو، زنا کے چار گواہ گذر چکے ہوں مگر تاہم اس زناکار پر حد نہیں[2]، در مختار ج ا ص : ۳۱۹ میں ہے "کوطئ امة ولده وولد ولده "یعنی باپ اپنے بیٹے کی یا دادا اپنے پوتے کی لونڈی سے زناکاری کرے گو حرام ہونا جانتا ہو پھر بھی اس پر حد نہیں، خیر اصل مسئلہ کی دلیل میں حنفی

---

[1] ہدایہ میں ہے "کمااذا اشتراها بعد مازنی" ہدایہ ج ۴ ص : ۵۱۹

[2] اور فتاویٰ تتارخانیہ میں ہے "شهدَ علیه اربعة بالزنا واثبتوه ثم ادعیٰ شبهة فقال ظننت انها امرأتي لایسقط الحد ولوقال هي امرأتي اوامتي لاحد علیه ولا علی الشهود " بحوالہ ردالمحتار ج ٦ ص : ۴۴، اور بحر میں ہے "لوادعیٰ انها زوجته فلاحد وان کانت زوجة للغیر......... کمالوادعیٰ السارق ان العین ملکه سقط الحد بمجرد دعواه (بحوالہ ردالمحتار ج ٦ ص : ۴۴)

مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ اس کے حلال ظن کرنے سے اس پر مشتبہ ہوا، حالانکہ اولاً یہ تو فرمانا ہی غلط ہے کیونکہ وہ جو اب اسے زر خرید لونڈی بتا رہا ہے یہ سرے سے غلط ہے اسکا آزاد ہونا تسلیم کیا گیا ہے اور اگر صرف اس کے زبانی الفاظ ہی اسے حد سے آزاد کرانے کیلئے کافی ہیں تو پھر اس صورت میں کہ وہ کہہ دے میں نے اسے اپنی بیوی خیال کیا تھا آپ حضرات اسے حد سے آزاد کیوں نہیں کہتے،، چنانچہ علامہ شامی کہتے ہیں کہ اس کہنے سے حد ساقط نہیں ہوگی، اسی طرح جو شخص اپنے بھائی کی یا چچا کی لونڈی سے زنا کرے اور کہہ دے کہ میں اسے اپنے لئے حلال جانتا تھا تو بھی اس پر حد لگے گی[1]، اگر اس کے الفاظ کا اعتبار ہے تو اس میں بھی اسے حد نہ لگنی چاہئے، الغرض یہ بھی حنفی مذہب کی ایک خاص عنایت ہے کہ ایسے زناکار کو جو زنا بھی کرتا ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے وہ حد سے آزاد کر رہا ہے، اور ان کی بات سنئے، عالمگیری ج ۳ ص : ۹۶ میں ہے" اذا زنی بامة ثم اشتراها ذکر فی ظاهرالروایة انه یحد عندهم جمیعا" یعنی کسی لونڈی کے ساتھ زنا کیا پھر اسے خرید لیا تو بھی اس پر حد ہے، خیال فرمائیے کہ آزاد عورت کے ساتھ زنا کر کے جھوٹ موٹ خریداری کا دعویٰ کرے تو حد سے آزاد، لیکن حقیقتاً لونڈی ہے اور سچ مچ خرید بھی کر لی ہے تو حد موجود۔

تینتالیسواں مسئلہ : در مختار ج ا ص : ۳۲۰ میں ہے" ولو غصبها ثم زنا بها ثم ضمن قیمتها فلا حد علیه اتفاقا" یعنی اگر کسی لونڈی کو غصب کر لیا پھر اس سے زناکاری کی پھر قیمت کا ضامن ہو گیا تو اس پر بھی زنا

---

[1] در مختار ج ا ص : ۳۱۹ میں ہے" وحد بوطی امة اخیه وعمه"

کی حد نہیں" اس کی بھی کوئی دلیل حنفی مولوی صاحب نے قرآن حدیث سے نہیں دی، اور یہاں بھی یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شبہ پیدا ہو گیا، میں کہتا ہوں ٹھیک یہی شبہ اس صورت میں بھی ہے کہ کسی کی لونڈی سے زنا کرے پھر غصب کرے پھر قیمت کا ضامن ہو جائے، لیکن آپ کے فقہاء اس صورت میں حد کو ساقط نہیں کرتے،[1]

مولانا ذرا خیال تو فرمایئے کہ قیمت کا ضامن اب ہو رہا ہے، ملکیت اب ثابت ہوتی ہے اور زنا اس سے پہلے کا ہے تو زنا کی حد کو ساقط کرنے والی کون سی چیز ہے؟ مثلاً ایک شخص ایک عورت سے زنا کرتا ہے پھر اس سے نکاح کر لیتا ہے تو کیا یہ بعد کا نکاح پہلے کے زنا کی حد کو ٹال دے گا؟ جیسے یہ نکاح اس زنا کو دور نہیں کر سکتا ایسے ہی یہ ضمانت اس حد کو ساقط نہیں کر سکتی، لیکن حنفی مذہب میں اس سے بھی بڑھ چڑھ کر یہ بھی موجود ہے کہ "رجل احل جارية لغيره فوطئها ذالك الغير لاحد عليه" یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہہ دیا کہ میں تجھے اپنی لونڈی سے جماع کرنے کی رخصت دیتا ہوں اور اس نے اس سے زنا کیا تو اس زانی پر بھی حد نہیں، ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص: ۱۱۶ اور اسی میں ہے "لو اذهب بصر امة بالوطی لایجب الحدبلاخلاف ولوکسرفخذها بالوطی یجب الحد" یعنی اگر کسی لونڈی کے ساتھ مجامعت کرتے کرتے اسے اندھا کر دیا تو کوئی حد نہیں ہاں اگر ران توڑ ڈالی تو حد ہے،

---

[1] ملاحظہ فتح القدیر کتاب الحدود، ص: ۵۴ در مختار ج ۱ ص: ۳۲۰ میں ہے "لوزنیٰ بها ثم غصبها ثم ضمن قیمتها کمالوزنیٰ بحرۃ ثم نکحہا لایسقط الحد اتفاقا"

حنفی مولویو! ان تمام صورتوں میں زناکاری موجود ہے چار گواہ شرعی موجود ہیں قرآن وحدیث نے زنا پر حد لگائی ہے پھر آپ اس حد کو ہٹانے والے اور اس بدکار کی حمایت کرنے والے اور زمین میں عناد پھیلانے والے اور امن وامان کو آگ لگانے والے اور زناکاری کا بیج بونے والے کون؟

چوالیسواں مسئلہ : درمختار ج ا ص: ۳۲۰ میں ہے "ولا یحد"[1] یعنی خلیفہ مسلمان آزاد بادشاہ پر بھی زناکاری وغیرہ کی حد نہیں لگائی جائیگی، مثلاً شراب پیئے تہمت لگائے، چوری کرے، زناکاری کرے کسی چیز پر حد نہ لگے گی اسکی دلیل میں بھی حنفی مولوی صاحب ساکت صامت ہیں، صرف یہ لکھا ہے کہ چونکہ اس پر حاکم کوئی نہیں، لہذا یہ حد سے آزاد ہے، لیکن جناب عالی آپ کے ہاں تو یہ بھی لکھا ہے کہ " ادعیٰ الزانی انها زوجته سقط الحد عنه وان كانت زوجة للغير بلا بينة"[2] یعنی اگر زانی نے کسی عورت سے زنا کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ تو میری ہی بیوی ہے تو اگرچہ اس کے پاس کوئی دلیل اور گواہی شہادت نہ ہو اور وہ عورت بھی دوسرے کی ہو تاہم اس پر حد نہیں، کہئے جناب یہاں تو حاکم تھا پھر حد کیسے ہٹی حالانکہ ایک تو زنا کرتا ہے دوسرے پرائی عورت کو اپنی بتاتا ہے ڈبل مجرم مگر سزا معاف، یہ ہے حنفی مذہب کی آسانی، خیر لطف یہ ہے کہ حنفی المذہب فقہاء لکھتے ہیں کہ قتل کا قصاص خلیفہ سے لیا جائے گا اسی طرح مال کی بربادی کا

---

[1] پوری عبارت اس طرح ہے "والخليفة الذى لاوالى فوقه يوخذ بالقصاص والاموال ......ولا يحد ......بخلاف امير البلد فانه يحد بامر الامام.
(درمختار ج ا ص: ۳۲۰)

[2] (ملاحظہ ہو درمختار ج ا ص: ۳۱۶)

بدلہ بھی لیا جائے گا[1]، پس جس طرح یہ بدلہ لیا جاتا ہے اسی طرح یہ بدلہ بھی کیوں نہ لیا جائے؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح مال کے بدلے کے وقت وہ کسی اور کو اپنا والی بنا دیتا ہے اور وہ اس سے بدلہ دلا دیتا ہے اسی طرح خدا کا حق بھی دوسرے کو والی کر کے اپنے نفس سے دلوائے، خدا کا حق اور اس کا قرض مخلوق کے حق اور قرض سے بہت زیادہ اولیٰ اور اوثق ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے فحق الله احق "[2] یعنی لوگوں کے قرض و حق ادا کرنے سے بہت زیادہ ادائیگی کا حق دار اللہ تعالیٰ کا قرض اور اس کا حق ہے، پس لوگوں کے معاملات میں پکڑا جائے اور خدائی معاملہ میں چھوڑ دیا جائے یہ تو پرلے سرے کی بے انصافی ہے، دوسرے یہ کہ اس میں بھی حق العباد ہے جس عورت سے وہ زناکاری کرتا ہے آخر وہ بھی کسی کی بہو، بیٹی، بیوی، بہن یا ماں ہوگی، قرآن کی کوئی آیت یا کسی حدیث رسول ﷺ سے حدود الٰہی سے امامِ وقت بادشاہ زماں کا مستثنیٰ ہونا ثابت نہیں، پھر اس قدر شاہ پسندی کا ثبوت اور بادشاہِ وقت کو مطلق العنان کر دینا اور اسے سانڈ بنا دینا یہ ایک سچے مذہب کو کہاں تک زیب دے سکتا ہے؟ اچھا صاحب! اسے جانے دیجئے یہ تو حدیث شریف میں موجود ہے "اذا زنت امة احدکم فتبین زناها فلیجلد ها الحد"[3] یعنی تم میں سے کسی کی لونڈی جب زناکاری کرے اور اس کا ثبوت ہو جائے تو وہ مالک اسے حد مارے۔

حنفی مذہب کی اسی کتاب در مختار ج ۱ ص: ۳۱۷ میں ہے "والعبد لا یحده سیده" یعنی آقا اپنے لونڈی، غلام کو حد نہ مارے، خلیفہ پر تو خیر کوئی حاکم

۱۔ یوخذ بالقصاص والاموال (در مختار ج ۱ ص: ۳۲۰)

۲۔ ترمذی ج ۱ ص: ۹۰

۳۔ متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص: ۳۱۱

حد جاری کرنے والا نہ تھا یہاں کیا ہوا یہاں تو حد جاری کرنے والا موجود پھر آپ اس زانی کو حد سے آزاد کیوں کرتے ہیں،

حنفی بھائیو! کیا چوری میں انسانی حقوق نہیں ؟ بلکہ میں تو کہتا ہوں زناکاری میں بھی انسانی حق ہے مگر حنفی علماء دوسروں کو یہ طفل تسلیاں دے دے کر دنیا کے امن کو خطرے میں ڈال رہے ہیں، فالی اللہ المشتکی۔

پینتالیسواں مسئلہ : در مختار ج ۲ ص : ۴۳ میں ہے" لا ربوٰ بین سید و عبده "یعنی غلام اور آقا کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں مجھے حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ باوجود حنفی کہلوانے کے پھر بھی حنفی مذہب کی لاج کیوں نہیں رکھتے یہ کہہ کر کہ حدیث تو ان کی سمجھ میں نہیں آتی لیکن فقہ آسان ہے، پھر فقہ کے سمجھنے میں بھی انہیں اس قدر الجھاؤ کیوں ہوتا ہے میں نے لکھا تھا کہ حنفی مذہب میں ہے کہ "غلام اور آقا کے درمیان سودی لین دین میں کوئی حرج نہیں" ہمارے کرم فرما مولوی صاحب لکھتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام مدیون مستغرق نہ ہو میں کہتا ہوں دراصل یہ غلط ہے بلکہ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اس عبارت کے متصل ہی لکھا ہے۔"التحقیق الاطلاق "یعنی تحقیق یہ ہے کہ یہ حکم ہر غلام کے لئے ہے کوئی قید اس کے ساتھ نہیں جس طرح اوپر کے مسائل میں زناکاری کے بوجھ کو ہلکا کیا تھا اسی طرح یہاں سودخوری کے بوجھ کو ہلکا کرنے اور سود کی مختلف شاخوں کے جواز کی کوشش کی جارہی ہے،

قرآن میں سود مطلق حرام[1] لیکن حنفی علما اس اطلاق کی دھجیاں اڑانے بیٹھ گئے ہیں۔

اے حنفی بھائیو! اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا واقعی آپ کا ضمیر یہی فیصلہ کرتی ہے کہ اجرت دے کر زنا کرے تو حد نہیں، زنا کر کے جھوٹ موٹ کہہ دے کہ میں نے اسے خرید لیا تھا تو حد نہیں، غصب کر کے زنا کر کے قیمت کا ضامن ہو جائے تو حد نہیں، بادشاہ ہو تو حد نہیں، غلام سے سود لے تو حرج نہیں، بھئی ہماری طبیعت تو ان گھناؤنی باتوں سے گھبراتی ہے تمہاری تم جانو۔

چھیالیسواں مسئلہ : در مختار ج ۲ ص: ۳۴۳ میں ہے "لا بین حربی ومسلم مستا من" یعنی حربی کافر سے مسلمان سود لے سکتا ہے کوئی حرج نہیں، اس کی دلیل حنفی مولوی صاحب نے یہ دی ہے کہ حضرت عباسؓ مکہ میں سود لیتے رہے (یہاں تک) آں حضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں فرمایا کہ میں عباسؓ کا سود موقوف کرتا ہوں[2]، میں کہتا ہوں مولوی صاحب نے تاریخی ناواقفیت کی وجہ سے یہاں بڑا دھوکا کھایا ہے، گویا تیز دوڑتے ہوئے پوری ٹھوکر کھائی ہے، بھائی سود کی حرمت کی آیتیں سنہ ۹ھ میں نازل ہوئی ہیں اور مکہ سنہ ۸ھ میں فتح ہو گیا تھا اور حضور ﷺ کا حج سنہ ۱۰ھ میں ہوا، تو اگر حضور ﷺ کے حج کے زمانہ تک حضرت عباسؓ کے سود کو آپ نے قائم رکھا ہو تو یہ قید بالکل لغو ٹھہرے گی کہ حربی کافروں سے دارالحرب میں سود لینا جائز ہے، پھر تو دارالاسلام میں بھی سود خوری جائز رہے گی

۱۔ قرآن میں ہے " یاایھاالذین آمنوا لاتأکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ"
(آل عمران ۳/۱۳۰)

احل اللہ البیع وحرم الربو (البقرہ ۲/۲۷۵)

یمحق اللہ الربو ویربی الصدقات (البقرہ ۲/۲۷۶)

۲۔ واول ربا اضع من ربا نا ربا عباس بن عبدالمطلب (ابن ھشام ج ۲/۶۰۳)

کیونکہ مکہ ۸ھ میں دار الاسلام ہو گیا تھا، آپ کو اس پر ناز ہے کہ حضور ﷺ کا حجۃ الوداع کے خطبہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سود کو موقوف کرنا دلیل ہے فتح مکہ سے پہلے کے سودی لین دین کے جواز کی، مگر مجھے حیرت ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہی کیا ہوا فتح مکہ سے پہلے تو حرمتِ سود کی آیتیں نازل ہی نہیں ہوئی تھیں یہ تو نازل ہوئی ہیں، فتحِ مکہ کے بعد تو حرمت شراب کے نزول سے پہلے صحابہؓ کی شراب نوشی جس طرح دار الکفر میں حلتِ شراب کی دلیل نہیں بن سکتی ایسے ہی حرمت سود کے احکام کے نزول سے پہلے کسی کا مکہ میں سود لینا دار الحرب میں سود کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، باوجود اس کے اس کی بھی کوئی دلیل نہیں کہ حضرت عباسؓ نے سود کی حرمت کے نازل ہونے اور اس کا علم ہو جانے کے بعد بھی اپنے اسلام کے زمانہ میں کسی سے سود لیا ہو، آں حضرت ﷺ کا اپنے حج میں اس سود کو لغو قرار دینے سے اس سے پہلے اس کا جواز کسی طرح ثابت نہیں، اسی خطبہ میں آپ نے اپنے ہاں کے ایک خون کے اس طریقہ کو جو جاہلیت میں مروج تھا لغو قرار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں ربیعہ بن حارث کا خون چھوڑتا ہوں[1] پھر کیا اس سے پہلے اسلام نے دار الحرب میں اس طریقہ کو جائز رکھا تھا؟ یعنی ایک خاندان کا کوئی شخص اگر کسی کو قتل کرے تو قاتل کے خاندان بلکہ قبیلہ کا جو شخص ہاتھ پڑ جائے اس سے اپنے طور پر بدلہ لے لے؟ ہر گز نہیں بلکہ اس خطبہ کے یہ فرمان اعلانِ عام کی حیثیت میں تھے۔

---

[1] ودماء الجاهلية موضوعة وان اول دم اضع من دماء نا دم ابن ربيعة بن الحارث (ابن ہشام ۲/ ۶۰۳

دوسری دلیل اس کی یہ دی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے ""لاربوٰ "" یعنی اہل حرب میں اور اہل اسلام میں سود نہیں، میں کہتا ہوں اول تو خود مولوی صاحب مانتے اور لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے پھر اسے وارد کرنے کی، نہ جانے کیوں زحمت گوارا فرماتے ہیں۔

سنئے جناب! آپ ہی کے مذہب کی معتبر کتاب عنایۃ شرح ہدایہ ج ۶ ص: ۱۷۸ میں لکھا ہے کہ "هذا خبرمجهول لم يروفي صحيح ولا مسند ولاكتاب موثوق به وهو مع ذالك مرسل محتمل "یعنی یہ روایت مجہول ہے نہ تو کسی صحیح سند سے مروی ہے نہ مسند ہے نہ کسی معتبر کتاب میں ہے اور پھر مرسل ہے اور باوجود اس کے اس خبر کے معنیٰ بھی احتمال والے ہیں[۱]، آپ کے مذہب کی کتاب تخریج زیلعی میں ہے "قال الشافعي هذا ليس بثابت ولا حجة فيه" یعنی حضرت امام شافعی فرماتے ہیں نہ تو یہ روایت ثابت ہے نہ اس میں دلیل ہے، مولوی صاحب قرآن کریم نے سود کی حرمت صاف صاف بیان کر دی فرمایا "حرم الربوٰ[۲] اللہ تعالیٰ نے سود حرام کر دیا ارشاد ہوتا ہے "لاتاکلوا لربوا[۳]" لوگو سود نہ کھاؤ، حدیث شریف میں آچکا ہے کہ سود خور ملعون ہے[۴] وغیرہ، پھر آپ کے فقہاء چھ صورتوں میں سود کو حلال کہیں یعنی (۱) غلام اور اس کا سردار (۲) وہ دو شخص جو متفاوضین ہوں (۳) وہ دو شخص جو شریکِ عنان ہوں (۴) حربی

۱؎ اور اسی میں ہے "قال الشافعي هذا الحديث ليس بثابت ولا حجة فيه"

۲؎ البقرہ ۲/۲۷۵ ۳؎ آل عمران ۳/۱۳۰

۴؎ "عن ابن مسعود قال لعن رسول الله ﷺ آكل الربوٰ وموكله وشاهديه وكاتبه" (سنن ترمذی ج ۱ ص: ۱۴۵)

اور مسلمان ہوں (۵) مسلمان ہو لیکن مہاجر نہ ہو (۶) دونوں دارالحرب میں مسلمان ہوں اور مہاجر نہ ہوں ان چھ صورتوں میں حنفی مذہب کے فقہاء سود کو مثل ماں کے دودھ حلال کہیں لکھیں، [۱] اور آپ ان کی حمایت میں کھڑے ہوں اور اصول فقہ کے قواعد کو بھی بالائے طاق رکھ کر قرآن کے مطلق کو ضعیف، بے نشان اور مجہول روایتوں سے مقید کرنے بیٹھ جائیں؟ کیا یہ زیادتی قرآن کے حکم پر خبر واحد سے نہیں؟ اور کیا اصول فقہ میں اسے ناجائز نہیں لکھا؟ ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حدیث کے لفظ لاربوٰ ہیں یہ نفی بمعنیٰ نہی ہے جیسے قرآن میں ہے "فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج" [۲] پس جس طرح بیہودگی، فسق وفجور اور جھگڑا حج میں منع ہے ویسے ہی اس روایت سے بھی، بر تقدیر صحت سود دارالحرب میں منع ہے، علاوہ ازیں جبکہ کوئی حربی کافر امن مانگ کر دارالاسلام میں آئے تو اس سے سود آپ کے فقہاء حرام بتاتے ہیں پھر جو مسلمان ان کے ہاں جائے اسے حرام کیوں نہ ہو

ہاں ایک اور بات بھی سن لیجئے خود آپ کا اور آپ کے فقہاء کا اس روایت پر عمل بھی نہیں کیونکہ روایت میں تو بقول آپ کے یہ ہے کہ مسلم وحربی کے درمیان سود متحقق نہیں ہوتا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ کافر مسلمان سے سود لے تو یہ ناجائز ہے، فتح القدیر ملاحظہ ہو اور اسی کتاب کی شرح ردالمختار کے ج ۷ ص: ۴۲۳ میں ہے "ان الاباحة بقید نیل

---

[۱] پوری عبارت یوں ہے "الحاصل ان الربو حرام الا فی هذه الست"
(در مختار ج ۲ ص: ۴۳)

[۲] البقرہ ۲/ ۱۹۷

المسلم الزیادۃ" یعنی یہ جائز اس وقت ہے کہ زیادتی اور نفع مسلمان کو ہو، کہئے مولوی صاحب اس روایت کو خود آپ نے بھی نہیں مانا، کیونکہ روایت سے تو بقول آپ کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور کافروں کے درمیان سود ہے ہی نہیں، اور سنئے آپ کے مذہب میں ہے کہ درالحرب میں اگر کوئی مسلمان غیر مہاجر بھی ہو تو اس سے بھی سود لینے میں کوئی حرج نہیں، ملاحظہ ہو در مختار ج ۲ ص : ۴۳ میں ہے "وحکم من اسلم فی درالحرب ولم یھاجز ھو کحربی" بلکہ آپ کے مذہب میں تو یہاں تک کشادگی ہے یہ دونوں مسلمان ہوں تو بھی سودی لین دین حلال ہے در مختار کا یہی صفحہ ملاحظہ ہو" ومنه یعلم حکم من اسلماثمة ولم یھاجرا" یعنی دارالحرب میں رہنے والے مسلمان آپس میں سود لے سکتے ہیں،

فی الواقع حنفی مذہب کا یہ مسئلہ بالکل غلط ہے اسی واسطے تینوں اور اماموں کا مسلک بھی اس کے برخلاف ہے یعنی امام مالکؒ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دارالحرب میں بھی سود لینا حرام ہے، بلکہ در مختار ج ۲ ص : ۴۳ میں ہے "کہ ایک نقد روٹی، دو ادھار روٹیوں کے بدلے بیچے تو بھی سود نہیں"[۱]، اور اسی کتاب میں ہے کہ تھوڑے سونے چاندی کے ذرے اس سے دگنی سونے چاندی کے بدلے بیچے تو بھی سود نہیں حالانکہ حدیث شریف میں اسے کھلا سود فرمایا گیا ہے[۲]، در مختار کے اسی ص : ۴۱ میں ہے کہ "ایک کھجور کو دو کھجوروں کے بدلے بیچنا یہ بھی سود نہیں"

۱۔ در مختار ج ۲ ص : ۴۱ (اس سلسلے کے مسائل کیلئے در مختار ج ۲ ص : ۴۱، "باع رغیفا نقدا برغفین نسیئة جاز"

۲۔ لاتبیعوا الذھب بالذھب الاسواء بسواء والفضة بالفضة الاسواء بسواء" (بخاری ج ۱ ص : ۲۵۰)

"وتمرۃ بتمرتین" حالانکہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی سود کہا ہے[1]، اور ایک جگہ ہے کہ "جاز بیع لحم بحیوان" یعنی گوشت کو زندہ جانور کے بدلے بیچنا بھی جائز ہے یعنی "بوٹی دیکر بکرا لینا" جائز ہے حالانکہ حدیث میں اسے بھی ممنوع کہا ہے مشکوۃ[2]، در مختار کے اسی ص : ۱۴۱ میں ہے "لو باع درهما واحد هما اكثر وزنافحلله زيادته جاز" یعنی ایک درہم کو اس درہم سے زیادہ وزنی درہم کے بدلے بیچنا بھی سود نہیں لیکن وہ زیادتی حلال کردے۔

غرض الفقیہ اور اس کے مریدوں کا اور تمام حنفیوں کا یہ مذہب ہے کہ قرآن وحدیث نے گو ہر قسم کے سود کو مطلقاً حرام کہا ہے لیکن سچا حنفی وہ ہے جو چھ صورتوں میں سود کو حلال کہے اور بہت سی اور صورتوں میں بھی، خدا کے حرام کو حلال کہہ کر اب خواہ حنفی بنیں خواہ حرام کو حرام جان کر اہل حدیث بنیں، مال کی محبت نے یہاں حنفی مذہب میں سود جاری کرایا دوسری جگہ در مختار کی ج ا ص : ۳۵۳ میں ہے "وسب النبی ﷺ" یعنی ذمی شخص اگر رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بھی دے تو اسے قتل نہ کیا جائے نہ اس کا ذمہ ٹوٹے گا یہ ہے عزت خدا کے آخری پیغمبر ﷺ کی، کہ آپ کو گالیاں دینے والا بھی امن وامان میں ہی ہے، حالانکہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ کو گالی دینے والے کی شرعی حد قتل کر دینا ہے۔[3]

---

[1] "قال البر بالبر ربیٰ الاهاء وهاء والشعير بالشعير ربی الاهاء وهاء والتمر بالتمر ربی الاهاء وهاء" (بخاری ج ا ص : ۲۹۰)

[2] ان رسول اللہ ﷺ نهی عن بیع اللحم بالحیوان قال سعید کان من میسر اهل الجاهلیة (مشکوۃ ص : ۲۴۵ باب الربا)

[3] "عن علی ان یهودیة كانت تشتم النبی ﷺ وتقع فيه فخنقها رجل حتى ماتت فابطل رسول الله ﷺ دمها" (ابوداؤد ج ۲ ص : ۲۶۰)

عن عکرمة اخبرنا ابن عباس ان اعمیٰ كانت له ام ولدتشتم النبی ﷺ وتقع فيه فينهاها فلاتنتهی ويزجرها فلاتنزجر قال فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع فی النبی ﷺ تشتمه فاخذ المعول فوضعه فی بطنها واتكأ عليها فقتلها (ابوداؤد ج ۲ ص : ۲۵۱) اور عین السطور میں ہے "وفيه ان الذمی الساب يحل قتله"

اور یہی مذہب ہے جملہ اہلِ حدیث کا جن کے دل حضور ﷺ کی محبت سے لبریز ہیں، فالحمد للہ۔

سینتالیسواں مسئلہ : در مختار ج ۲ ص : ۴۳۳ "ابواب الربا" میں ہے "لان ماله ثمه مباح" یعنی حربی کافروں کے مال دار الحرب میں مباح ہیں (خواہ شراب بیچ کرلے خواہ جوئے بازی یا چوری سے لے ہر طرح جائز ہے) یہاں تک کہ دار الحرب میں جو مسلمان ہو اس سے بھی سود لے سکتا ہے۔ اس کی بابت حنفی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ در مختار میں چوری کی اجازت نہیں، میں کہتا ہوں کہ جب اصل یہ ہے کہ ان کا مال مباح ہے۔ اور مجیب خود مانتا ہے کہ اباحت اصلیہ ہے تو چوری ہو تو کیا، ڈاکہ ہو تو کیا، سود ہو تو کیا ہر طرح جائز ہی ہے اسی لئے صاحب ہدایہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ "فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا [1]" یعنی جس طریقہ سے بھی کوئی مسلمان ان کے مال کو لے لے مباح ہے کیونکہ ان کا مال ہمارے لئے مباح ہے مثلاً بیوپار میں جھوٹ بول کر، قرض کا انکار کر کے، امانت میں خیانت کر کے، سور اور شراب بیچ کے، اڈا لگا کر زنا کاری کا دلال بن کر بت بیچ کر، جب ان تمام صورتوں کو آپ اور آپ کے فقہاء جائز کہتے ہیں تو چوری کے نام سے آپ کو گریز کیوں ہے؟ آپ کو چوری کا لفظ پڑھ کر بڑا تاؤ آیا ہے لہذا میں آپ کو بتاؤں کہ اس بدترین جرم کو بھی آپ کے فقہاء نے کس قدر ہلکا کیا ہے چنانچہ اسی در مختار ج ا ص : ۳۳۰ میں ہے "فلا یقطع [2] اخرس

۱؎ ہدایہ ج ۳ ص : ۷۰ باب الربوٰ

۲؎ "فلایقطع اخرس لاحتمال نطقة بشبهة ولااعمیٰ لجهله بمال"

ولا اعمی "یعنی چور گونگا ہو یا اندھا ہو اسکا ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے یعنی چوری کی حد اس پر نہ لگائی جائے اسی صفحہ میں ہے کہ چور نے جس دن چوری کی اس دن تو اس کی قیمت اتنی تھی کہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں لیکن ہاتھ کاٹنے کے وقت اس کی قیمت اس سے کم ہو گئی تو بھی حد معاف، اسی صفحہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک شہر میں چوری کی اس شہر میں وہ چیز اتنی قیمت کی ہے کہ ہاتھ کاٹے جائیں لیکن جہاں وہ پکڑا گیا وہاں اس کی قیمت کچھ کم ہے تو بھی ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے ، اسی صفحہ میں ہے اگر کسی نے خزانہ سے ایک دینار چرایا اور وہیں نگل گیا اور باہر نکل آیا تو اس چور کے بھی ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں،[1] در مختار ج ا ص : ۳۳۱ میں ہے "فلا یقطع السارق من السارق "یعنی چور کے ہاں سے چور چرائے تو اس کے ہاتھ بھی نہ کاٹے جائیں، اسی صفحہ میں ہے کہ گوشت اور ترکاریاں اور میوے وغیرہ جلد بگڑ جانے والی چیزوں کے چرانے والے چور پر بھی حد نہیں، اسی صفحہ میں ہے کہ دار الحرب میں بھی ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں ، اسی طرح دار البغی میں، جس کا مطلب بقول شارح یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان تاجر نے دوسرے مسلمان تاجر کا مال چرایا لیکن دونوں حربی کافروں کی سلطنت میں بستے ہیں یا سرکشوں کی سلطنتوں میں تو بھی اس چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے[2] ، ردالمحتار ج ٦ ص : ۱۴۳ میں ہے کہ اگر چوری کا تھوڑا تھوڑا مال لاتا رہا اور اسے گھر کے باہر پہونچا کر پھر گھر میں جاکر لے آیا اسی طرح اتنا مال نکال لیا کہ ہاتھ کٹنے کی حد کو پہونچ گیا لیکن اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے ،اسی کتاب کے ج ٦ ص : ۱۴۳ پر ہے کہ کئی ایک چوروں نے گومل کر چوری کی

۱۔ پوری عبارت یوں ہے "فلو ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع"

۲۔ ردالمحتار ج٦ ص : ۱۴۲

اور کوئی مال لے آیا تو سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے لیکن اگر ان میں کوئی بچہ ہویا پاگل ہویا بے عقل ہویا مال والے کا کوئی قریبی رشتہ دار ہو تو پھر کسی کا بھی ہاتھ نہیں کٹے گا۔ ایک چور پر حد جاری ہونے سے پہلے گواہ کہیں چلے گئے یا مر گئے تو اس کے ہاتھ بھی نہ کاٹنے چاہئیں، اسی کتاب کے ص: ۳۴۳ پر ہے کہ جلانے کی لکڑیاں گھاس وغیرہ جیسی وہ چیزیں جو محفوظ کر کے عموماً نہیں رکھی جاتیں، ان کا چور بھی حد سے دور ہے، مرغی، بطخ وغیرہ پرندوں کے چور کے ہاتھ بھی نہ کاٹنے چاہئیں، اسی طرح چونہ کے، مٹی کے، شکار کے، جانور کے، کوئلے کے، نمک کے، دودھ کے، گوشت کے، مٹی کے، برتنوں کے، روٹی کے چور کے ہاتھ بھی نہ کاٹے جائیں ان پر بھی حد جاری نہ کی جائے، سونے کا برتن جس میں نشے کی چیز ہو اسے چرانے والے پر بھی حد نہیں، اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے مسجد کا دروازہ چرا کر لیجانے والے چور پر، قرآن کے چور پر، بچے کے چور پر، گو وہ زیور پہنے ہوئے ہو، غلام کے چور پر، شرعی کتابوں اور دفتروں کے چور پر بھی حد نہیں یعنی ان سب کے بھی حنفی مذہب میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، کتے کے چور پر گرچہ اس کے گلے میں سونے کا پٹہ ہو حد نہیں، اسی کتاب کے صفحہ ۳۴۴ میں ہے کہ کفن چور پر بھی حد نہیں، بیت المال کے چور پر، شراکت اور ساجھے والے چور پر، مسجد کے بوریوں، کعبہ کے خلاف کے چور پر۔ وقف کے مال کے چور پر، اپنے قرض کے برابر چوری کرنے والے چور پر بھی حنفی مذہب میں حد نہیں، ان کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے، اسی صفحہ

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو رد مختار ج ۶ ص: ۱۴۲، ۱۴۳

میں ہے کہ جو شخص اپنے چھوٹے بچے کے قرض دار کے ہاں سے چرائے اس پر بھی حد نہیں۔ ایک چیز چرائی حد لگی پھر اسی چیز کو چرائے تو بھی حد نہیں، ذی محرم رشتہ دار کے ہاں سے چوری کرنے سے بھی حد نہیں آتی، ایسے رشتہ دار کے ہاں سے کسی دوسرے شخص کی چیز چروایا تو بھی حد نہیں، اسی صفحہ میں ہے کہ اپنی بیوی کے ہاں سے جو دوسرے مکان میں طلاق کے بعد عدت گزار رہی تھی، کوئی چیز چرالائے تو اس کے ہاتھ بھی نہیں کاٹے جائیں گے، اسی طرح اگر غلام اپنے آقا کا مال چرائے یا آقا کی بیوی کا، یا عورت آقا کے میاں کا تو بھی اس پر حد نہیں، داماد اور سسر کے ہاں سے چرالائے تو بھی حد نہیں، مال غنیمت کے چور کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا، حمام میں سے جو چرالایا اس کا بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اسی صفحہ میں ہے ”انگلیوں کے درمیان درہم کو چھپا چھپا کر چوری کرنے والے کا بھی ہاتھ نہ کاٹنا چاہیئے، مہمان اپنے میزبان کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ بھی نہ کاٹنا چاہیئے، اسی کتاب در مختار ج ۱ ص : ۳۳۵ میں ہے کہ اگر چوری کی چیز کسی پرندے سے باندھ دی اور وہ لے کر اڑ کر چور کے گھر پہنچا آیا تو اس چور پر بھی حد نہیں، اسی طرح اگر چور نے نقب لگا کر وہاں سے مال لے کر دوسرے چور کر دیدیا، یا باہر کھڑے رہ کر گھر میں ہاتھ ڈال کر چوری کر کے مال لے گیا تو بھی اس چور کا ہاتھ کاٹنا حنفی مذہب میں منع ہے، اسی صفحہ میں ہے، اونٹوں کی قطار چلی جارہی ہے ان پر مال بھی لدا ہوا ہے اور چور نے آکر اونٹ چرالیا یا مال لے گیا تو بھی حنفی مذہب میں اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، اسی صفحہ میں ہے گڑے ہوئے خیمہ کی چوری کرلی تو اس چور کے ہاتھ بھی نہیں

کاٹے جائیں گے، صفحہ ۳۳۶ میں ہے اگر کوئی چور تیسری مرتبہ چوری کرے تواس پر بھی حد نہیں، غرض اسی طرح کی بہت سی صورتیں حنفی المذہب فقہاء کرام نے نکال رکھی ہیں اوراس شرعی حد کوپامال کیاہے اوراللہ تعالی کی حدود سے تجاوز کیاہے، غالباب تو مولوی صاحب کو بھی ہوش آگیا ہوگا کہ فی الواقع حنفی مذہب میں چوری کی کوئی ایسی اہمیت نہیں، اب حربی کافر کے مال کی حلت کی بابت بھی اپنی اس تحریر کاجواب سنئے، کیوں جناب! جب ایک حربی کافر مسلمانوں سے امن حاصل کرکے دوسال کے وعدے پر دارالاسلام میں آیااب دوسال گذر گئے تواس کامال حرام یاحلال ؟ آپ کے قاعدے کے مطابق توحربی کامال حلال ہوناچاہئے لیکن آپ کے فقہاء کرام اسے حرام کہتے ہیں، ملاحظہ ہوعنایہ وغیرہ۔

پھر الفقیہ کے غیر فقیہ نے اس کی دلیل میں ایک اور عبارت نقل کی ہے اور ہم بارہاکہہ چکے ہیں کہ ہم پر کسی کاکلام سوائے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے حجت نہیں خواہ وہ اہل حدیث ہویاحنفی، حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کا کوئی ثبوت نہ معترض نے پیش کیانہ کرسکتاہے، حربیوں کامال مجاہدین کوبوقت جہاد حلال ہے نہ کہ تم جیسے، جائیں سور بیچیں، مردار کی دوکان لگائیں، سودخوری قماربازی کریں اور گلچھرے اڑائیں،

غیرت مند حنفیو!الیس منکم رجل رشید

اڑتالیسواں مسئلہ : درمختار ج ۲ ص: ۱۷۹"باب الاجارۃ الفاسدۃ"میں ہے" ولو اخذ بلاشرط یباح "یعنی گناہ کے کاموں پرمثلاً گانے بجانے، نوحہ کرنے اور کھیل تماشوں وغیرہ پر، بغیر شرط کے

اجرت اور بدلہ لینا مباح ہے، اس کی دلیل بھی حنفی مولوی صاحب نے کچھ نہیں دی، بلکہ ہمیں سے دلیل طلب کی ہے، میں کہتا ہوں کہ حرام کی اجرت اور حرام چیز کی کمائی بھی شریعت نے حرام کی ہے، علاوہ ازیں کیوں جناب مولوی صاحب! اگر گناہ کے کاموں پر اجرت بغیر مقرر کئے ہوئے لینی حلال ہے تو شاید آپ کے نزدیک زناکاری کی اجرت بغیر شرط لینی رنڈی کو بھی حلال ہوگی، چنانچہ حنفی مذہب کی کتاب چلپی میں ہے" ان مااخذته الزانية ان كان بعقد الاجارة فحلال عند ابى حنيفة" یعنی زانیہ عورت جو اجرت زناکاری کی لے وہ حلال ہے اور اسی طرح تمام گناہ، کیوں کہ بقول آپ کے بغیر شرط کے اجارہ، کا مستحق ہی نہیں ہوتا، چلو چھٹی ہوئی بلکہ ہدایہ ج ۳ ص : ۳۷۲ مطبوعہ رشیدیہ" فصل فى غصب مالا يتقوم "میں ہے" بيع هذه الاشياء جائز وهذا عند ابى حنيفة" یعنی مزامیر، طبلہ، دف اور نشہ کی چیزوں کی خرید و فروخت بھی امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے" من كسر لمسلم بربطا اوطبلا اومزمار ا اودفا اواراق له سكرا فهو ضا من "یعنی جو شخص کسی مسلمان کے بربط کو یا طبلے کو یا باجے کو یا ڈھول کو توڑ ڈالے یا اس کی شراب بہاوے تو اسے ان چیزوں کی قیمت ادا کرنی پڑے گی، بلکہ ہدایہ رشیدیہ ج ۴ کتاب الکراہیہ ص : ۴۴۳ میں ہے "کہ اگر ولیمہ وغیرہ کی دعوت میں کوئی بلا لیا جائے اور وہاں پر کھیل تماشے اور راگ راگنیاں ہوں تو کوئی حرج نہیں، بیٹھے اور کھا پی لے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں بھی ایسی ہی دعوت میں چلا گیا اور صبر کیا" ابتليت انا مرة فصبرت "سنا آپ

نے حنفی مذہب ہی نہیں بلکہ خاص امام صاحب نے کر کے دکھایا ایسی مجلس میں شرکت کی، بیٹھے کھانا کھایا، شیخ عبدالحق حنفی دہلوی مدراج النبوۃ مطبوعہ نول کشور ج ۱ ص : ۵۳ میں لکھتے ہیں، امام ابو حنیفہ راہمسایہ بودکہ ہر شب بر می خاست و تغنی می کرد وامام گوش میداشت بہ تغنی او، آگے چل کر لکھتے ہیں چنانچہ رفت بولیمہ کہ دروے غنابود، پھر لکھتے ہیں امام ابو یوسف کہ بساحاضر می شد مجلس رشیدرا ....الخ"

یعنی امام ابو حنیفہؒ کا ایک پڑوسی تھا جو ہر رات کو اٹھ کر گانا گاتا تھا اور امام صاحب بھی کان لگا کر اس کا گانا سنا کرتے تھے، آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ ولیمہ کی ایک دعوت میں جس میں گانا بھی تھا آپ گئے، اور امام ابو یوسف تو رشید کے یہاں گویوں کا گانا سنا ہی کرتے تھے، [1]

انچاسواں مسئلہ : در مختار ج ۲ ص : ۲۳۸ باب اللبس "وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد" یعنی ریشم اگر جسم سے لگتا ہو تو پہننا حرام ہے اور اگر کسی کپڑے کے اوپر ریشمی کپڑا مرد پہنے تو حرام نہیں، اس کی نسبت حنفی مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ ردالمحتار میں ہے کہ صحیح مذہب اور روایتِ متون اس کے خلاف ہیں، میں کہتا ہوں یہ خاص امام صاحب کا مسئلہ ہے چنانچہ در مختار میں "وعن الامام" کا لفظ موجود ہے بلکہ قنیہ والے تو اس فتوے پر پھولے نہیں سماتے اور کہتے ہیں "هذه رخصة عظيمة" [2] یعنی یہ بہت بڑی رحمت ہے، اب بہتر ہو کہ آپ یہاں پر غیر مقلد نہ بنیں، رہا

---

[1] یہ تھا ان ائمہ کا حال اب سنئے خود ان کی کتاب میں اس قسم کے تلذذ کو کفر کہا گیا ہے چنانچہ در مختار ج ۲ ص : ۲۳۸ میں ہے "استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر"

[2] بحوالہ در مختار ج ۲ ص : ۲۳۸

صاحب رد المختار کا یہ کہنا کہ یہ روایت متون کے مخالف ہے[1]، تو جناب ایک اسی روایت پر کیا موقوف ہے، حنفیہ میں تو یہ کمال ہے کہ جس مسئلہ کی نسبت جس قسم کا فتویٰ مطلوب ہو نکل آتا ہے، اے جناب! کیا ہدایہ میں یہ نہیں کہ "لابأس بتوسده والنوم عليه عند ابي حنيفة"[2] یعنی ریشمی کپڑے کا تکیہ اور بستر، بنانے میں کوئی حرج نہیں،[3]

عالم گیری میں ہے "ومن العلماء من قال لايكره ذالك فى الاحوال كلها" یعنی ہر حالت میں ریشم پہننا مکروہ نہیں ہے، بعض حنفی علماء کا یہ فتویٰ بھی ہے، در مختار کی ج ۲ ص: ۲۳۸ میں ہے کہ "ایک بالشت برابر ریشم کسی کپڑے میں لگا ہوا ہو تو بھی حرج نہیں، جائز ہے وذالك قيس بشبر مايرخص فيه" اور اسی صفحہ میں ہے کہ نشان اگر ایک بالشت سے بڑا بھی خالص ریشم کا کسی کپڑے کے ساتھ ملا کر پہنے تو حرج نہیں، اور صفحہ ۲۳۹ میں ہے کہ اپنے گھر کی زینت ریشم سے کر سکتا ہے[4] حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مردوں پر سونا اور ریشم حرام کیا اور فرمایا کہ اسے وہ پہنے گا جس کا کوئی حصہ آخرت میں نہ ہو، اور حدیث میں ہے کہ ریشم اور سونا کفار کے لئے

۱؎ فالحاصل انه مخالف لما فى المتون الموضوعة لنقل المذهب فلايجوز العمل والفتوى به(رد المحتار ج ۹ ص: ۵۰۶)

۲؎ ہدایہ ج ۴ ص: ۴۴۰، فصل فی اللبس

۳؎ در مختار ج ۲ ص: ۲۳۹ میں ہے "ويحل توسده وافتراشه والنوم عليه .....واما جعله دثارا اوازارا فانه يكره بالاجماع"

۴؎ عبارت یوں ہے "ان له ان يزين بيته بالديباج ويتجمل باواني ذهب وفضة بلاتفاخر"

دنیا میں اور ہمارے لئے آخرت میں ہے[۱]، بلکہ فتح القدیر میں حدیث ہے کہ انگاروں پر تکیہ لگا کر بیٹھنا ریشمی تکیہ لگا کر بیٹھنے سے زیادہ اچھا ہے۔[۲]

پچاسواں مسئلہ : درمختار ج ۲ ص : ۲۶۳ کتاب الصید میں ہے۔ "والخنزير ليس بنجس العين عند ابى حنيفة علىٰ مافى التجريد وغيره" یعنی سور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نجس العین نہیں یعنی خود سور ناپاک نہیں، اس کی بابت معترض صاحب لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ درمختار والے نے اسے تجرید سے نقل کیا ہے اور یہ لفظ موجود ہیں کہ "والخنزير ليس بنجس العين عند ابى حنيفة"[۳] یعنی امام صاحب کے نزدیک سور نجس العین نہیں، ردالمحتار والے نے بھی اس کو یوں نقل کیا ہے "فيحل بكل معلم ولوخنزير"[۴] "یعنی ہر سدھے ہوئے جانور کے ساتھ شکار کھیلنا جائز ہے اگرچہ خنزیر یعنی سور ہو، اسی کتاب کی شرح کے اسی صفحہ میں ہے "والخنزير عندالامام

[۱] "عن ابى موسىٰ الاشعرى ان النبى ﷺ قال احل الذهب والحرير للاناث من امتى وحرم علىٰ ذكورها" رواہ الترمذی بحوالہ مشکوۃ ص : ۳۷۵ باب اللباس

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ انما يلبس الحرير فى الدنيا من لاخلاق له فى الآخرة" متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ ص : ۳۷۳

عن حذيفة قال نهى رسول الله ﷺ عن لبس الحرير والذهب وقال هولهم فى الدنيا ولنا فى الآخرة" (ابن ماجہ ج ۲ ص : ۱۸۷ باب کراھیۃ لبس الحریر)

[۲] "اتكى علىٰ جمرة الغضا احب الى من ان اتكى علىٰ مرفقة حرير" (فتح القدیر ج ۸ ص : ۴۵۵ فصل فی اللبس)

[۳] درمختار ج ۲ ص : ۲۶۳

[۴] ردالمحتار ج ۱۰ ص : ۴۹ کتاب الصید

لیس بنجس العین "یعنی سور امام صاحب کے نزدیک نجس العین نہیں، تجرید وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے[1]، اچھا! اب اس کی تائید میں فقہ کے اقوال سنئے، ہدایہ یوسفی ج ۲ ص: ۳۲۸ میں ہے "فان تزوج الذمی[2]" یعنی کسی ذمی مرد نے ذمیہ عورت سے نکاح کیا اور شراب یا سور مہر میں مقرر کیا پھر دونوں یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی مہر کا مقرر کردہ سور یا شراب اسے دیدے، پس سور اور شراب کا مہر اور اس مہر سے نکاح جائز[3]، لیکن اگر قرآن پڑھا دینے سے یا سکھا دینے پر نکاح ہوا تو یہ مہر، مہر نہیں، چنانچہ در مختار ج ا ص: ۱۹۸ میں ہے "وفی تعلیم القرآن"، ہدایہ کتاب البیوع ج ۳ ص: ۵۵ میں ہے "یجوز الانتفاع به للخرز للضرورة" یعنی سور کے بالوں سے گانٹھنا ضرورتاً جائز ہے، عینی میں ہے 'اذا کان لایوجد الابالبیع جاز بیعه" (بحوالہ ہدایہ ج ۳ ص: ۳۹) یعنی سور کے بالوں کا بیچنا بھی جائز ہے[4]، ہدایہ میں ہے اگر تھوڑے سے پانی میں بھی سور کے بال گر جائیں تو امام محمد کے نزدیک وہ پانی فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ سور کے بالوں سے نفع اٹھانے کا اطلاق، دلیل ہے اس بات کی کہ سور کے بال

---

[1] بحوالہ در مختار ج ۲ ص: ۲۶۳

[2] فان تزوج الذمی الذمیة علیٰ خمر او خنزیر ثم اسلما او اسلم احدهما فلها الخمر والخنزیر (بحوالہ فتح القدیر ج ۳ ص: ۲۶۲) اور فتح القدیر میں ہے "ثم اسلما او اسلم احدهما قبل قبض الصداق المذکور فلیس لهما الاالخمر اوالخنزیر"

[3] ہدایہ ج ۲ ص: ۳۳۱ میں ہے "فان تزوج مسلم علی خمر او خنزیر فالنکاح جائز ولها مهر مثلها ....وان تزوج امرأة علی هذا الدن من الخل فاذا هو خمر فلها مهر مثلها" حنفیہ کے یہاں سور اور شراب اور تعلیم قرآن سب برابر ہیں" ہدایہ ج ۲ ص: ۳۳۷ میں ہے "وان تزوج ......علی تعلیم القرآن فلها مهر مثلها"

[4] منیۃ المصلی ص: ۶۴ میں ہے "وعن ابی یوسف انه یطهر ویجوز بیعه" یعنی ابو یوسف کے نزدیک خنزیر پاک ہے اسکی بیع جائز ہے

پاک ہیں، عبارت ملاحظہ ہو ”عند محمد لایفسد لان اطلاق الانتفاع به دلیل طهارته“[1] در مختار کی شرح ردالمحتار ج ا ص : ۳۶۰ میں ہے ”انه عند محمد طاهر “یعنی سور کے بال امام محمد کے نزدیک پاک ہیں اور اسی صفحہ میں ہے کہ اگر ایک درہم سے کم سور کے بال ساتھ لے کر نماز پڑھے تو نماز بھی ہو جائے گی، اور اگر تھوڑے سے پانی میں سور کے بال گر پڑیں تو وہ پانی بھی ناپاک نہ ہوگا، فتح القدیر ج ۶ ص : ۶۲ میں ہے ”کہ گانٹھنے والے کے پاس اگر سور کے بال ہوں اور وہ انہیں لئے ہوئے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی“، عالمگیری ج ۳ ص : ۱۶۱ میں ہے ”یجوز الانتفاع للخرازین“یعنی سور کے بالوں سے فائدہ اٹھانا گانٹھنے والوں کو جائز ہے[2]، ردالمحتار ج ا ص : ۳۵۷ میں ہے ”فی روایة عن ابی یوسف“یعنی امام صاحب کے شاگرد ابو یوسف سے مروی ہے کہ ان کے نزدیک سور کی کھال بھی دباغت دے لینے سے پاک ہو جاتی ہے، فتاویٰ عالم گیری ج ا ص : ۲۸ میں ہے ”الخنزیر اذا وقع فی المملحة فصار ملحا یطهر عندهما“ یعنی سور نمک میں پڑ گیا اور نمک ہو گیا، تو امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد محمد کے نزدیک پاک ہو گیا، یعنی ہر چہ در کان رفت نمک شد[3]“ مبسوط میں ہے ” واما جلد الخنزیر فقد روی عن ابی یوسف رحمه الله انه

---

[1] ہدایہ تھانوی ج ۳ ص : ۵۵

[2] ردمختار ج ا ص : ۳۶۰۹ ”وذکره فی الذخیرة عند محمد طاهر لضرورة استعماله ای للخرازین“ اور فتاویٰ خان ج ۲ ص : ۳۳۵ میں ہے ”بیع شعر الخنزیر وبیع الکلب المعلم عندنا جائز“

[3] فتاویٰ قاضی خان ج ا ص : ۱۱ میں ہے ”الحمار اذا وقع فی المملحة وصار ملحا کان الکل طاهرا حل اکله فی قول محمد“

یطهر بالدباغ "یعنی ابو یوسف کے نزدیک سور کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے (فتح) اور نجس العین کے معنیٰ خود رد المحتار والے ج ا ص: ۳۵۷ میں لکھتے ہیں کہ "ان ذاته بجميع اجزائه.نجسة حياً وميتاً" یعنی نجس العین اسے کہتے ہیں جس کی ذات تمام اس کے اجزاء سمیت زندگی میں اور مرنے کے بعد ناپاک ہو، پس جب اس کے بعض اجزاء مثلاً بال ہی پاک سمجھے گئے تو وہ نجس العین نہ رہا، بلکہ حاشیۃ الطحاوی ص: ۹۰ میں ہے عن ابی یوسف فی غیر ظاهر الروایة ان جلد الخنزیر یطهر بالدباغ ویجوز بیعه والانتفاع به والصلوٰة فیه وعلیه "یعنی امام ابو یوسف سے جو امام ابو حنیفہ کے اعلیٰ درجہ کے شاگرد رشید ہیں ایک روایت میں ہے کہ سور کی کھال بھی دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے اسے بیچنا اس سے نفع حاصل کرنا اسے پہن کر نماز پڑھنا اس کی جانماز بنا کر اس پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے [۱]، اور در مختار ج ۲ ص: ۱۰۳ کتاب الوکالۃ میں ہے "وصح توکیل مسلم ذمیاببیع خمر اوخنزیر وشرائهما" یعنی مسلمان کسی سور کی یا شراب کی خرید و فروخت کے وقت کسی ذمی شخص کو اپنا وکیل بنائے تو یہ صحیح ہے۔

ناظرین کرام! چونکہ مسئلہ معرض بحث میں ہے اس لئے میں ایک مسئلہ اسی کے متعلق آپ کو حنفی مذہب کا اور بھی سنا دوں، در مختار ج ۲ ص: ۲۳۶ میں لکھا ہے "حل اكل جدی غذی بلبن خنزير [۲]" یعنی بکری کا بچہ

۱؎ طحطاوی مصری ج ا ص: ۹۷ میں یہی بات اس طرح ہے ان جلدالخنزیریطهر بالدباغ ویجوزبیعه والانتفاع به والصلاةفیه وعلیه اورحاشیة الطحاوی ص: ۹۰ میں ہے رخص محمد الانتفاع بشعره لثبوت الضرورة عنده فی ذلك

۲؎ آگے لکھتے ہیں لان لحمه لایتغیر وماغذی به یصیر مستهلكاًلایبقی له اثر اور اسی صفحہ میں ہے "ولوسقیَ مایوکل لحمه خمراًفذبح من ساعته حل اكله"

جو سورنی کے دودھ سے پالا گیا ہو اس کا کھانا حلال ہے، حنفی مذہب فقہ کی مشہور و معروف کتاب منیۃ المصلی ص: ۶۴ میں ہے " وروی عن ابی یوسف انه یطهر ویجوز بیعه "یعنی سور کی کھال بھی رنگ لینے سے پاک ہو جاتی ہے پھر اس کی تجارت بھی جائز ہے، اسی کتاب کے صفحہ ۹۰ میں ہے "لوصلی فی جلد خنزیر مدبوغا جازت وقد اساء "یعنی اگر کسی شخص نے سور کی رنگی ہوئی کھال پہن کر نماز پڑھی تو گو برائی کی لیکن اس کی نماز ہو جائے گی، نماز سور کی کھال پہنے ہوئے جائز ہے، عالم گیری ج ۳ ص: ۲۵۵ میں ایک صورت کھجوروں کو سور کے بدلے خریدنے کے جواز کی بھی لکھی ہے،

مولوی صاحب خدا سے شرمائیے اور اس حرام کو حلال بنانے کی کوشش نہ کیجئے، ایسوں کی بیجا حمایت میں خلاف رسول نہ کیجئے۔

حنفی دوستو! خدارا غور کرو ایک روز رب کو جواب دینا ہے، رسول ﷺ کو منہ کو دکھانا ہے، شفاعت کی، آب کوثر کی، دید باری کی امید ہے تو خدا رسول کے خلاف کسی کی نہ مانو، سنو! اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کی جائے اور رسول ﷺ کے سوا کسی اور کو مطاع بر حق نہ سمجھا جائے ﴿لا اله الا الله محمد رسول الله﴾ بزرگان دین کی محبت اصل اسلام ہے لیکن انہیں خدا کے عرش پر نہ بٹھاؤ، صرف خدا ہی کی ذات عبادت کے لائق ہے اور صرف رسول ﷺ ہی کی ذات اطاعت کے قابل ہے،

بحمد للہ در مختار کے پچاس مسائل کے جواب کا جواب ختم ہوا، خدا اس سے اپنے بندوں کو نفع پہنچائے آمین۔

حنفی مذہب فقہ کی کتابوں کی قدر و قیمت حنفیوں میں

برادران ! یہ تو ہے حنفی مذہب فقہ کی کتابوں کے مسائل کا نمونہ اور ابھی اس جیسے، اور اس سے بھی بدترین مسائل سیکڑوں ہزاروں اور ہیں، میری کتاب ''درایت محمدی''، ''ہدایۃ محمدی''، ''در محمدی''، وغیرہ کو دیکھئے اور ساتھ ہی اخبار محمدی[1] کے ان مختلف مضامین پر نظر ڈال جایئے جو وقتاً فوقتاً اس عنوان کے تحت اس اخبار میں چھپتے رہتے ہیں، اب اس نمونہ کو دیکھئے اور پھر ان کتابوں کی قدر کیسی کچھ حنفیوں کے دل میں ہے اسے معلوم کرنے کیلئے مندرجہ ذیل مضمون پڑھئے، حنفی مذہب کی معتبر کتاب در مختار ج ا ص : ۵ میں ہے ''النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل'' یعنی ہمارے حنفی فقہاء کرام نے فقہ شریف کی جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں (جن کے مسائل کا نمونہ آپ اس کتاب میں پڑھ چکے ہیں) ان کا صرف دیکھ لینا بغیر سنے بھی رات بھر کی تہجد کی نماز سے افضل ہے ، آگے چل کر لکھتے ہیں ''تعلم الفقه افضل من تعلم باقی القرآن'' یعنی کچھ قرآن پڑھ لیا ہو تو اس شخص کو باقی قرآن سیکھنے سے بھی افضل فقہ کا سیکھنا ہے ، اسی صفحہ میں اس سے آگے لکھتے ہیں، ''جمیع الفقه لابد منه'' یعنی قرآن حدیث کا کل جاننا ضروری نہیں لیکن پوری فقہ کا جاننا نہایت ضروری ہے، اسی کتاب کی شرح ردالمحتار ج ا ص : ۱۲۱ میں ہے ''تعلم بعض

---

[1] یہ اخبار عرصہ ہوا بند ہو چکا ہے ہاں اس کی فائلیں لائبریریوں میں موجود ہیں

القرآن ووجد فراغا فالافضل ا لاشتغال بالفقه "[1] یعنی ایک شخص نے تھوڑا سا قرآن سیکھ لیا اب اگر اسے فرصت ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ وقت فقہ کے سیکھنے میں خرچ کرے (نہ کہ قرآن حدیث کے سیکھنے میں) افضل یہی ہے اور در مختار کے اسی صفحہ میں ہے "غایته الفوز بسعادة الدارین " یعنی فقہ کے حاصل کرنے سے انسان دونوں جہاں کی سعادت حاصل کرتا ہے ، امافضله فکثیرشهیر" یعنی فقہ کی فضیلتیں بکثرت اور بہت مشہور ہیں اور ص : ٦ میں ہے "خیر علوم علم فقه" یعنی تمام علوم میں سے افضل علم علم فقہ ہے ، اور ص : ۷ میں ہے "ان الفقه هو ثمرة الحدیث" یعنی حدیث کا پھل یہ فقہ ہے، کیا معنیٰ کہ حدیث خود کوئی پھل نہیں ، پھل یہ فقہ شریف ہے جس کا نمونہ آپ دیکھ چکے ہیں اور اسی صفحہ میں ہے "لیس ثواب الفقیه اقل من ثواب المحدّث" یعنی ہمارے یہ فقہاء ثواب میں محدثین سے کم نہیں ہیں، آگے چل کر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ کس کے ساتھ خدا کا کیا ارادہ ہے اس کی خبر سوائے انبیاء کے اور فقہاء کرام کے کسی اور کو نہیں ، "الا الفقہاء [2]" اس فقہ کی برکت بھی سن لیجئے ، امام ابو حنیفہ کو غیبی آواز آتی ہے [3] کہ آپ کو بخشا اور آپ کے

---

۱ آگے لکھتے ہیں "لان حفظ القرآن فرض کفایة وتعلم مالابد فرض عین "اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے "عمل محمدبن الحسن مائتی الف مسألة فی الحلال والحرام لابد للناس من حفظها"

۲ "کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ماارادالله تعالیٰ له وبه لان ارادته غیب الاالفقهاء فانهم علموا ارادته تعالیٰ بهم" (در مختار ج ۱ ص : ۷)

۳ "قدغفرنالك ولمن تبعك ممن كان علیٰ مذهبك الیٰ یوم القیامة" (ص : ۹)

تابعداروں کو بھی بخشا جو قیامت تک آپ کے مذہب کے پابند ہوں، "کان علیٰ مذھبك الیٰ یوم القیامة"[1] مطلب یہ ہوا کہ جو حنفی بن جائے وہ شرابوں کو پیئے، زناکاریاں کرے، ان حرام چیزوں کو کھائے، ان حرام لباسوں کو پہنے اس طرح کی نمازیں پڑھے جو اوپر بیان ہوئیں وغیرہ تو وہ اپنے تئیں بخشا بخشایا سمجھے۔

دوستو! ذرا کلیجہ تھام لو! ہمارے حنفی بھائی اپنی حنفیت کو دیکھو تو کہاں تک اچھالتے ہیں کہ پیغمبر کو بھی حنفی مذہب، مقلد، اور ان کتب فقہ کا عامل بتاتے ہیں۔ سنئے!

شیخ چلی کے قصے، فسانہ عجائب کے فسانے، طوطا مینا کی کہانیاں، طلسم ہوش ربا کی گپیں تو دنیا میں مشہور ہیں، لیکن مذہبی رنگ میں اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز جھوٹ، حیاسوز بکواس، بے تکی گپ، بلا قرینہ کا کذب، بعض نشۂ تقلید کے بدمست لوگوں نے بک دیا ہے، چنانچہ بعض وہ لوگ جو اپنے آپ کو مقلد حنفی المذہب مانتے ہیں، اور ان کے پر مذاق دل نت نیا سامان تفریح پیدا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں انھوں نے ایک بے وقت کی راگنی الاپی ہے اور جھوٹ بکا ہے جس سے شیطان بھی شرمائے، اپنے نزدیک تو یہ گویا امام ابو حنیفہؒ کی تعریف و توصیف کرتے ہیں ان کی فضیلت و منقبت بیان کرتے ہیں، لیکن در اصل اگر امام صاحب زندہ ہوتے تو غالباً ان کے کفر کا فتویٰ دیتے، یا ان کے لئے کوئی سخت سے سخت تر سزا تجویز کرتے، یہ دشمنانِ امام صاحب لکھتے ہیں کہ "منجملہ اور بہت سی کرامتوں کے امام صاحب کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ

---

[1] در مختار ج ۱ ص: ۹

پہلا باب خضر علیہ السلام ہر دن صبح کو ان کے پاس آکر علمِ دین سیکھا کرتے تھے پچاس برس تک برابر یہ تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ امام صاحب کا انتقال ہو گیا چونکہ خضر علیہ السلام کی تعلیم اب تک مکمل نہیں ہوئی تھی اس لئے انہیں سخت صدمہ ہوا، جناب باری میں عرض ہے کی الٰہ العالمین اس غلام کی اگر تیرے ہاں کچھ بھی قدر ہو تو ابو حنیفہ کو اجازت دے کہ وہ قبر میں سے مجھے تعلیم دیا کریں اور میں شریعت کا پورا علم ان سے حاصل کرلوں، آسمان سے جواب ملا خضر تم امام صاحب کی قبر پر جاؤ اور جو چاہو سیکھو اور اپنے ارمان پورے کرو، چنانچہ حضرتِ خضر نے اسی طرح صبح کے وقت بلاناغہ ان کی قبر پر جانا شروع کیا اور امام صاحب نے بھی انہیں قبر میں سے حسب عادت پڑھانا شروع کر دیا، پچیس برس تک یہ پڑھتے رہے اور وہ پڑھاتے رہے یہاں تک کہ کل علم سیکھ لیا، جب خضر کی دستار بندی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کی پروردگار اب مجھے کیا حکم ہوتا ہے آسمان سے ندا آئی کہ اب عبادت میں مشغول ہو جاؤ اور حکمِ ثانی کا انتظار کرو۔

دوسرا باب : ماوراء النہر میں ایک شخص تھا ابو القاسم قشیری اس کا باپ تو مر چکا تھا ماں زندہ تھی، یہ شخص اپنی والدہ کی بہت خدمت کرتا تھا اور اسے ہر وقت راضی رکھتا تھا، جوانی کی عمر میں اسے علم دین حاصل کرنے کا ولولہ اٹھا، ماں کی خدمت میں حاضر ہوا باادب عرض کیا کہ مجھے تحصیلِ علم کے لئے جانے کی اجازت دیجئے، ماں بھی بہت دین دار، متقی پرہیز گار تھی خیال کیا کہ اگر روکتی ہوں تو خیر سے روکنے والی بنتی ہوں اگر اجازت دیتی ہوں تو اس کی جدائی پر صبر نہیں ہوسکے گا اور پھر میرا اس کے سوا اور کون ہے

بلآخر صبر کی سل کلیجہ پر رکھ کر کہا جاؤ جانِ مادر تمہیں خدا کو سونپا، ابوالقاسم ایک اور شخص کو اپنے ساتھ لے کر ماں سے رخصت ہو کر خوشی خوشی بخارا کی طرف طلب علم کے لئے چلے۔

تیسرا باب : ماں کی نظروں سے بیٹے کا غائب ہونا تھا کہ کوہِ غم ان پر ٹوٹ پڑا، صبر کی رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی، آنکھیں ساون بھادوں برسانے لگیں، جی بے قرار ہو گیا، تلملانے لگیں، دروازے پر ہی بیٹھ گئیں اور رو رو کر جناب باری میں عرض کرنے لگیں خدایا میں نے کھانا پینا سونا رہنا اپنے ذمہ حرام کر لیا ہے جب تک کہ اپنے نورِ نظر کو نہ دیکھ لوں، تھیں یہ بھی خدا کی لاڈلی، اللہ تعالیٰ نے ان کا بھی دل رکھ دیا، قشیری جو اپنے ساتھی کے ساتھ چلے رات کو ایک جگہ قیام کیا پاخانے کے لئے باہر نکلے اتفاق سے سارے کپڑے پیشاب میں لت پت ہو گئے، گھبرا گئے واپس آکر ساتھی سے کہا، تم تو جاؤ میں تو گھر واپس جاتا ہوں، اس پہلی منزل میں تو نجاست میرے کپڑوں کو لگی شاید دوسری منزل میں جسم کو لگ جائے اور پھر شاید تیسری منزل میں روح کو بھی ناپاک کر دے، بس میں اس سفر سے باز آیا، اس سے تو ماں کی خدمت میں رہنا ہی مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے، الٹے پاؤں واپس آئے دیکھا کہ بڑھیا ماں سے جس جگہ جدا ہوئے تھے وہ وہیں بیٹھی ہیں سخت اندوہناک اور غمگین ہیں، آنکھوں سے آنسو تھمتے نہیں، ان کے سلام سے وہ چوکنا ہو گئیں اور خوش ہو کر انہیں لے کر گھر میں آئیں۔

چوتھا باب : قشیری کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا اور خضر علیہ السلام سے کہا کہ قشیری نے اپنی والدہ کو خوش کیا ہے میں بھی اس سے

خوش ہوں، اس لئے تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم قشیری کے پاس جاؤ اور جو کچھ تم نے اپنے استاد ابو حنیفہ سے سیکھا ہے وہ سب انہیں گھر بیٹھے سکھادو، چنانچہ خضر ان کے پاس آئے اور فرمایا تو نے طلب علم کے لئے سفر کیا اور پھر اپنی ماں کو رضامند کرنے کے لئے واپس چلا آیا اس لئے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو گھر بیٹھے میں پڑھادوں، قشیری نے ان کی شاگردی شروع کی اور حضرت خضر روزانہ بلاناغہ آکر انہیں پڑھا جایا کرتے تھے تین برس میں قشیری نے وہ کل علوم حضرت خضر سے سیکھ لئے جو انہوں نے پچھتر برس میں سیکھے تھے، پچاس برس کی زندہ تعلیم اور پچیس برس کی مردہ تعلیم، اب قشیری بے نظیر عالم اور کل حقائق ودقائق سے آگاہ ہوگئے۔

پانچواں باب: قشیری خود بڑے صاحبِ کرامت ولی اللہ تھے بہت سے لوگ ان کے شاگرد ہوئے اور بہت سے مرید بنے، انہوں نے ایک ہزار کتابیں تصنیف کیں اور اب تک جو علم سینے میں تھا آج کتاب میں آیا، زاں بعد اپنے ایک راسخ الاعتقاد مرید کو بلایا اور کہا مجھے ایک ضروری امر پیش آیا ہے تم میری یہ کتابیں لو اور ایک صندوق میں بند کرو اور دریائے جیحون میں ڈال آؤ، ان کے سامنے وہ ایک ہزار کتابیں گن کر صندوق میں بند کر کے ان کے سپرد کیں، مرید جب امانتِ شیخ کو لے کر چلا تو دل میں خیال آیا کہ میں شیخ کی ان متبرک کتابوں کو کیسے دریا برد کردوں اور اگر نہ کروں تو شیخ کی خفگی کا خیال ہے بہت کچھ شش وپنج کے بعد سوچا کہ آؤ اسے تو حفاظت سے رکھ دوں، اور شیخ سے جاکر کہہ دوں کہ حضرت دریا میں ڈال آیا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور شیخ سے جاکر کہہ دیا کہ پیر ومرشد میں اس صندوق کو دریا

میں ڈال آیا، شیخ نے پوچھا پھینکتے وقت دریا میں سے کوئی نئی بات ظاہر ہوئی اب مرید سٹ پٹایا اور کہا کہ حضرت وہاں تو میں نے کوئی نئی بات نہیں دیکھی شیخ نے کہا پھر تم نے اسے دریا میں ڈالا ہی نہیں، جاؤ میرا حکم مانو اور اس صندوق کو دریا میں ڈال آؤ، مرید متفکر و متردد ہو کر دوبارہ چلا، مگر اب کی مرتبہ بھی شیخ کی کمائی کو ضائع کرنے کی جرأت نہ ہوئی پھر آکر کہہ دیا کہ حضرت ڈال آیا، پیر صاحب نے پھر پوچھا علامت بتاؤ کہا علامت تو کوئی ظاہر نہیں ہوئی، پیر صاحب سخت ناراض ہوئے اور چیں بجبیں ہو کر فرمایا تم میری اطاعت کیوں نہیں کرتے، تم فوراً جاؤ اور جس طرح میں کہتا ہوں اس صندوق کو دریا میں ڈال آؤ، اور بالکل پس و پیش نہ کرو، مرید جبراً کرہاً چلا اور دل کو مضبوط کر کے اس صندوق کو دریا میں ڈال ہی دیا۔

چھٹا باب: صندوق کے دریا میں پڑتے ہی ایک ہاتھ نکلا اور صندوق کو لے لیا، مرید اولاً تو ٹھٹھکا پھر دل کڑا کر کے پوچھا تو کون ہے؟ اور اس صندوق کو کیا کرے گا، پانی میں سے ندا آئی، گھبراؤ نہیں، میں شیخ کی اس امانت کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے موکل ہوں میں نے اسے سنبھال لیا آپ آرام سے جائیے، اور شیخ کو مطلع کیجئے، مرید حیران و پریشان شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ بیان کیا، شیخ سے عرض کی کہ جناب مجھے یہ تو فرمائیے کہ اس گراں بہا رقم کو دریا برد کرنے کی کیا وجہ تھی، پیر جی نے فرمایا سنو!

ساتواں باب: جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے انجیل توان کو مل جائے گی، لیکن وہ کہیں گے کہ مجھے خدا کا حکم یہ نہیں کہ میں

تمہیں انجیل پر عمل کراؤں بلکہ شریعت محمدیہ پر عمل کرنے اور کرانے کا مجھے حکم ہوا ہے، کتب محمدیہ لاؤ تاکہ میں ان کے مطابق حکم کروں لوگ ادھر ادھر چوطرف گھومیں گے ہر جگہ تلاش کریں گے لیکن شریعتِ محمدیہ کی کوئی کتاب ہاتھ نہ لگے گی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سخت متحیر ہوں گے کہ اب کیا کروں کس طرح لوگوں کو شرع محمدی بتلاؤں، تنگ آکر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے، باری تعالیٰ حکم تو یہ ہے کہ شریعت محمدیہ پر عمل کروں اور یہاں شریعت محمدیہ کی کوئی کتاب نہیں ملتی اب فرمایئے کیا کروں ارشاد ہوگا، نہر جیحون پر جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو، اے ابوالقاسم قشیری کے صندوق کے امین! مجھ کو صندوق دے دو میں عیسیٰ بن مریم ہوں میں نے دجال کو قتل کیا ہے۔

آٹھواں باب: عیسیٰ علیہ السلام اب خوش ہو کر نہر جیحون پر جائیں گے وہاں بحضور قلب دو رکعت نماز ادا کریں گے اور نہر کے کنارے کھڑے ہو کر باادب عرض کریں گے، اے محمد ابوالقاسم قشیری کے صندوق کے محافظِ صاحب! میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ صندوق قشیری نے مجھے دینے کیلئے آپ کے سپرد کیا ہے، آپ وہ امانت مجھے عطا فرمایئے میں نے دجال کو قتل کردیا ہے، میں اب شریعت پر عمل کرنے میں حیران ہوں مجھے ان کتابوں کا صندوق عطا فرمایا جائے۔

نواں باب: پانی شق ہوگا اور وہ غیبی مرد اس صندوق کو سر بمہر پیش کریں گے عیسیٰ علیہ السلام جب اسے کھولیں گے تو دیکھیں گے کہ ایک ہزار کتابیں ابوالقاسم کی لکھی ہوئی سر بمہر اس میں موجود ہیں، ان پر اب وہ

خود بھی عمل کریں گے اور ساری دنیا کو اسی پر عمل کرائیں گے، حضرت عیسیٰ بھی حنفی ہو کر رہیں گے اور حضرت امام مہدی علیہم السلام بھی۔

دسواں باب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرئیل سے پوچھیں گے جبرئیل یہ تو بتاؤ قشیری کو یہ مرتبہ کیسے ملا؟ جبرئیل کہیں گے ماں کو راضی رکھنے کی وجہ سے۔ (انیس الجلساء)

یہاں تک بھی خیریت تھی کہ کوئی انیس الجلساء کا سا مصنف ہی کہہ ڈالتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ در مختار ج ا ص: ۱۰ میں لکھا ہے "**یحکم بمذهبه عیسی علیه السلام**" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حنفی مذہب کے مطابق عمل اور حکم کریں گے، شارح لکھتے ہیں "تبع فیہ القھستانی" یعنی قہستانی بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حنفی المذہب ہونگے،

میں کہتا ہوں کہ اس سر تاپا غلط واقعہ مضحکۂ صبیان قصہ کو بیان کرتے ہوئے بھی شرم نہ آئی، خیال فرمایئے کہ حضرت خضر زندہ موجود ہیں لیکن نہ تو دربار محمدی میں کبھی حاضری دیتے ہیں نہ خلفاء اربعہ میں سے کسی سے ملتے ہیں، نہ اولوالعزم بزرگ، ذی علم اصحاب سے کچھ سیکھتے پڑھتے ہیں بلکہ امام صاحب کے منتظر رہتے ہیں ان کے زمانہ میں حاضر خدمت ہوتے ہیں اور ۵ ۷ برس تک ان کی جوتیاں سیدھی کرتے رہتے ہیں، وہ خضر جن کی نسبت خدائے عالم فرمائے، "**فعلمناه من لدنا علماً**" (الکہف ۱۸ / ۶۵) ہم نے انہیں خاص اپنے پاس کا علم سکھایا تھا جن کی شاگردی کے لئے موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر خدا سے دعائیں کریں وہ آج ایک امام امت کے شاگرد بنتے ہیں اور اس قدر کند ذہن ثابت ہوتے ہیں کہ ۵ ۷ برس تک

پڑھتے ہیں جب جاکر کچھ قابل بنتے ہیں اس سے تو ان کے شاگرد قشیری ہی اچھے رہے کہ تین برس میں پچہتر برس کا آموختہ چھین لیا، بھائیو! خضر کی تو زندگی کے لالے پڑے ہوئے ہیں، محدثین کا قریب قریب اجماع ہے کہ وہ فوت ہو چکے دلائل بھی اس کے کافی موجود ہیں (اصابہ ملاحظہ ہو)

مگر یہاں نہ صرف خضر کی زندگی بلکہ سلسلہ تعلیم و تعلم بھی ثابت کیا جاتا ہے، قشیری کو دیکھئے کیا سوجھتی ہے کہ امام کے علوم کے خزانوں کو دریا برد کردیتے ہیں کاش کہ آج وہ کتابیں علماء احناف کے ہاتھوں میں ہوتیں تاکہ انہیں مذہب پھیلانے میں پوری سہولتیں ہوجاتیں، ہمیں نہایت رنج کے ساتھ آج اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حنفی مذہب تو صدہا سال ہوئے دریا برد ہوگیا آج تک جو کچھ باتیں بعد والوں نے نکالی ہیں وہ امام صاحب کے سر تھوپی جاتی ہیں ورنہ اصلی باتیں تو امام صاحب نے خضر کو بتائیں خضر نے قشیری مرو کو اور قشیری نے انہیں سپرد سمندر کیا سلسلہ منقطع ہوگیا، پھر جب حضرت عیسیٰ آئیں گے تب اس سلسلہ کا چوتھا شخص دنیا پر رونما ہوگا، آج تو غائب غلہ ہے،

وہ عیسیٰ علیہ السلام جو کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں وہ امام صاحب کے شاگرد کے شاگرد ٹھیریں، قرآن و حدیث پر عمل نہ کریں اور حنیفہ کی فقہ پر عمل کریں حالانکہ آں حضرت ﷺ فرماتے ہیں "امکم منکم" اور اس جملہ کی تفسیر میں راوی حدیث ابن ابی الذئب فرماتے ہیں "امکم بکتاب ربکم عزوجل وسنة نبیکم ﷺ" (صحیح مسلم ج ا ص ۸۷ مطبوعہ انصاری) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری پیشوائی کریں گے

کتاب اللہ قرآن شریف اور سنت رسول اللہ حدیث شریف سے، پھر تعجب پر تعجب، اور اس عقیدہ کے رکھنے والے کے کفر پر دلالت کرنے والی بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل تو مل جائے گی لیکن قرآن کریم ہنیں ملے گا جس کی حفاظت کا ذمہ دار خود رب العالمین ہے فرماتا ہے ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانالہ لحافظون﴾(الحجر ۱۵/۹)اس ذکر کو ہم نے نازل فرمایااور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے، سبحان اللہ ابو حنیفہ کی کتابوں کی تو اس طرح حفاظت ہو لیکن ابو القاسم محمد ﷺ کی کتابیں اس طرح برباد ہو جائیں کہ روئے زمین پر پتہ بھی نہ چلے، اور سب سے بڑھ چڑھ کر اس قصہ کو جھوٹ ثابت کر دینے والی یہ بات ہے کہ خود ابو القاسم قشیری حنفی مذہب بنیں، خضر اور عیسیٰ کے لئے حنفی مذہب پسند کریں لیکن آپ اس پر عمل نہ کریں یہ عجیب مخمصہ ہے، اور سنئے امام صاحب نے قبر میں سے خضر کو پڑھادیا، لیکن افسوس اب خاموش ہیں حالانکہ ان کا پڑھایا ہوا سب دریا برد نقش بر آب ہو گیا، ضرورت تو اب ہے نہ کہ جب تھی، عصائے پیر بجائے پیر، پھر خضر کے بخل کو ملاحظہ فرمایئے کہ قشیری کو تو ایک ہزار کتابیں لکھوادیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک بھی لکھوانے کے لئے تشریف نہیں لائے کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو ناخوش رکھا تھا قرآن فرماتا ہے﴿وبرا بوالدتی﴾(مریم ۱۹/۳۲)ماں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والے تھے۔

ناظرین کرام! ہماری حیرت کی تو کوئی انتہا نہیں یہ الٹے بانس بریلی کو کیسے؟ امتی تو نبی کا تابع ہوتا ہے لیکن یہاں کا تو بادا آدم ہی نرالا ہے نبی

امتی کا تابع ہے حضرت عیسیٰ نبی ہیں اور حضرت ابو حنیفہ امتی ہیں ، اور حضرت عیسیٰ کو ابو حنیفہ کا مقلد بتایا جاتا ہے، فالعیاذ باللہ۔

ایک مجتہد کو تو دوسرے مجتہد کی تقلید کرنی ناجائز بتلائی جائے مگر ایک نبی کو مجتہد کا مقلد بنانے میں شرم نہ آئے، کہاں تک لکھوں سچ تو یہ ہے کہ اس ناپاک قصہ کے سننے کی بھی ایک سچے مسلمان میں تاب نہیں، حافظ سیوطی اپنے رسالہ اعلام میں لکھتے ہیں "مایقال انہ یحکم بمذھب من المذاھب الاربعۃ باطل لااصل لہ" یعنی یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان چار مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی کر کے لوگوں میں بھی اسی کے مطابق حکم کریں گے یہ بالکل بے اصل جھوٹ اور بدزیب باطل ہے۔

دوستو! کیا کسی کو بزرگ ماننا یہی ہے کہ اسے نبی سے بھی اوپر چڑھادیں، نبیوں کو بھی اس کا ایک ادنیٰ خادم مان لیں اور جو ہماری ان فطرت سوز، ناپاک کہانیوں کو نہ مانے اسے اماموں کا دشمن سمجھ لیں۔

حنفی مذہب فقہ کا برہنہ فوٹو

ناظرین کرام! آپ نے حنفی مذہب فقہ کی ان کتابوں کا کیسا کچھ مرتبہ حنفیوں کے نزدیک ہے یہ تو معلوم کر ہی لیا، اب ذرا ان مسائل پر نظر ڈالئے جو میری اس کتاب میں تقریبا ساڑھے پانچ سو بیان ہوئے پھر فیصلہ فرمائیے کہ کیا موجودہ کتب فقہ اس قابل ہیں کہ ایک سچا مسلمان انہیں احکام شرعیہ کا مجموعہ سمجھے؟ اور حلال حرام کے فتوے ان سے دیا کرے؟ اور نہیں قابل عمل سمجھے؟ اور ان میں جو ہے اسے حنفی مذہب جان کر اس کا عامل بنا رہے؟

اب ملاحظہ فرمائیے کہ ان حوالوں کے مطابق حنفی مذہب کی فقہ کا برہنہ فوٹو کیا ہوا؟

حنفی مذہب کا غسل

چوپائے جانوروں کے ساتھ بد فعلی کرنے سے، فرج کے سوا اور جگہ مجامعت کرنے سے، سر ذکر پر کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے، مردہ عورت کے ساتھ بد فعلی کرنے سے، خنثیٰ مشکل کا اپنے ذکر کو اپنی دبر میں داخل کرنے سے، اپنی فرج میں داخل کرنے سے، اس کے ساتھ دوسرے کے جماع کرنے سے، غیر خواہش مند نابالغ لڑکی کے ساتھ زنا کرنے سے، عورت کے کسی جانور سے بدکاری کرانے سے، مردے سے بدکاری کرانے سے، چھوٹے سے مرد سے بدکاری کرانے سے، باکرہ کے ساتھ جماع کرنے سے جب تک اس کا بکر زائل نہ ہو، مشت زنی کر کے منی کو بوقت سکون نکال ڈالنے سے بھی نہ غسل آئے، نہ وضو ٹوٹے، نہ شرمگاہ کا دھونا ضروری ہو، جب تک کہ انزال نہ ہو جائے، اور بعض صورتوں میں انزال ہو جانے کے بعد بھی یہی حکم ہے۔

حنفی مذہب کی پاکیزہ چیزیں

عورت کی شرمگاہ کی رطوبت پاک، جننے کے وقت انسانی بچہ پر جو رطوبت لگی ہوئی ہے وہ پاک، اسی طرح جانوروں کے بچوں کے اوپر کی یہ رطوبت بھی پاک، انڈے کی ایسی رطوبت بھی پاک، بلکہ یہ جس پانی میں پڑ جائے وہ پانی بھی پاک، اس سے وضو بھی ہو جائے غسل بھی ہو جائے،

جس شوربے میں یہ پڑیں وہ بھی پاک ،، اس کا کھانا حلال، چوہے کا پیشاب پاک، تمام جانوروں کی منی خواہ وہ حلال ہو یا حرام پاک ہے چمگادڑ کا پیشاب اس کی بیٹ پاک، دباغت دے لینے یعنی رنگ لینے سے انسان کی کھال پاک، کتے کی کھال پاک، صرف ذبح کر لینے سے بلا دباغت بھی کتے کی کھال پاک، کتے کا گوشت پاک، کتے کی چربی پاک، مردار کی کھیس پاک، دودھ پاک، ناپاک چھاتی بچے کے چوس لینے سے پاک، ہاتھی کی کھال بھی رنگ لینے سے پاک، سانپ بچھو ندر، نیولا، چوہا، وغیرہ سب کی کھال رنگنے سے پاک، ذبح کئے ہوئے کتے کی ہڈیاں پاک، بھیڑیئے کی ہڈیاں پاک، سانپ چوہے وغیرہ کا گوشت جبکہ انہیں ذبح کر دیا جائے پاک، کتا ہاتھی وغیرہ تمام درندے جانور جبکہ ذبح کر دیئے جائیں، تو ان کی کھالیں پاک، اور اسی طرح ان سب کے تمام اعضاء اور اجزاء بدن پاک، یعنی بال ناخن ہڈیاں گوشت پوست سب پاک، جو مردہ نمک میں پڑ جائے اور نمک بن جائے، جو پاخانہ مٹی یا راکھ بن جائے وہ پاک، اور ان سب کا استعمال جائز، کتا خود پاک، اس کی رنگی ہوئی کھال کا ڈول بنانا جائز، جانماز بنانا جائز، لباس بنانا جائز، اوڑھنا بچھونا بنانا جائز، اس کے دانتوں اور ہڈیوں کا ہار بنا کر پہننا جائز، کتے کی قیمت پاک، کتے کی اجرت پاک، کتا جس پانی مین پڑ جائے اگر اس کا منہ پانی میں نہ لگا ہو تو وہ پانی پاک، چوہے کی مینگنیوں والے گیہوں کا آٹا پاک، اور کھانے کے قابل، شراب میں پکا ہوا گوشت تین مرتبہ پانی میں جوش دے لینے کے بعد پاک اور کھانے کے قابل، انگور کا خوشہ جس میں سے کتے نے انگور کھائے ہوں

۱ــــ ملاحظہ ہو در مختار ج ا ص : ۲۱ .

پاک اور کھانے کے قابل، کتے کے گیلے بدن کی چھینٹیں پاک، نجاست خفیفہ کپڑے اور بدن پر چوتھائی سے کم تک لگی ہو تو کپڑا اور بدن پاک، کتا کاٹ کھائے تو بدن کا وہ حصہ اور کپڑے کا وہ حصہ بھی جب تک تھوک کے نشان نہ ظاہر ہوں پاک، پیشاب کی باریک چھینٹیں گو بے شمار پڑ جائیں پھر بھی کپڑا اور بدن پاک، کتے کے بال پاک، سور کے بال پاک جس پانی میں سور کے بال پڑے ہوئے ہوں وہ بھی پاک، گو پانی تھوڑا سا ہی ہو، چیل شکرا وغیرہ حرام پرندوں کی بیٹ پاک، مرے ہوئے کتے کے بال بھی پاک، جو روٹی شراب میں ڈالی جائے اور وہ شراب سرکہ بن جائے تو وہ روٹی پاک، شراب شوربے میں ڈالی جائے پھر سرکہ ڈالا جائے اگر وہ کھٹا ہو تو پاک،

حنفی مذہب کا روزہ

سوائے فرج کے اور جگہ مجامعت کرنے سے جب تک انزال نہ ہو، روزہ نہیں ٹوٹتا انزال ہونے پر بھی کفارہ نہیں، مردہ عورت سے صحبت کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، جانوروں کے ساتھ بدکاری کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا مشت زنی کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، سوئی ہوئی عورت کے ساتھ مجامعت کرنے سے بھی عورت پر کفارہ نہیں، لونڈے بازی کرنے سے بھی کفارہ نہیں، اپنی بیوی کی دبر میں وطی کرنے سے بھی کفارہ نہیں، چوپائے کی شرمگاہ کو مساس کر کے انزال ہو جانے پر روزہ نہیں ٹوٹتا، چھوٹی بچی کے ساتھ جماع کرنے میں بھی روزہ کا کفارہ نہیں، بھولے سے روزہ میں جماع کر لیا پھر جان بوجھ کر یہ حرام کام کیا یعنی روزہ کی حالت میں تو بھی کفارہ نہیں،

حنفی مذہب کی حرام عورتیں

نشہ کی حالت میں اگر کسی نے اپنی بیٹی کا بشہوت بوسہ لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہے، دیوانگی کی حالت میں بھی بیٹی کا بوسہ بشہوت لینے سے بیوی حرام، بھولے سے لے لیا تو بھی حرام، غلطی سے لے لیا تو بھی حرام، مجبور ہو کر لے لیا تو بھی حرام، جماع کیلئے بیوی کو جگانا چاہے اور بھولے سے ہاتھ لڑکی پر پڑ جائے تو بیوی حرام، اسی طرح اس صورت میں بیوی پر میاں حرام کسی کو شہوت سے چھو لیا تو اس کی ماں حرام، کسی لڑکی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لیا تو اس کی ماں حرام، شہوت کے ساتھ ہاتھ بڑھایا اتفاقا بیٹی کی ناک پر پڑ گیا تو گو اسی وقت ہاتھ کھینچ لے تاہم بیوی حرام، اسی طرح عورت پر میاں حرام، ہنسی مذاق میں جھوٹ کہہ دے کہ میں نے ساس سے مجامعت کی تو بیوی حرام،

حنفی مذہب کی حلال عورتیں

اگر کسی عورت سے اس قدر مساس کیا کہ انزال ہو گیا تو اس کی ماں سے نکاح کرنا حلال، اگر اس لڑکی کی دبر میں وطی کی تو بھی اس کی ماں حلال، اگر اس عورت کی شرمگاہ کو اس قدر دیکھا کہ انزال ہو گیا تو بھی اس کی ماں حلال، کسی نابالغ لڑکی کے ساتھ جماع کیا تو بھی اس کی ماں حلال، ایک کنواری لڑکی سے نکاح کیا لیکن اس کا کنوار پنا ٹوٹا ہوا تھا اور وہ کہتی ہے کہ تیرے باپ نے مجھ سے زنا کیا پھر بھی وہ عورت حلال، سالی سے کالا منہ کیا تو بیوی حلال، ساس، سالی وغیرہ کی دبر میں وطی کی تو بیوی حلال، چھوٹی لڑکی سے نکاح

کیا پھر طلاق دی تو اس کی لڑکی جو دوسرے خاوند سے ہوئی اس پر حلال گو اس کی ماں سے مجامعت کر چکا ہے ، جھوٹا دعویٰ نکاح کا کر کے جھوٹے گواہ گذار دے قاضی کے فیصلہ کے بعد مرد عورت پر حلال ، عورت مرد پر حلال، جھوٹے گواہوں پر بھی ، رشوت دے کر عورت سے اقرار کرالیا شاہدوں کے روبرو تو بھی حلال، لونڈی خریدی گئی بغیر ایک حیض گذارے حلال، باپ نے جس لونڈی سے صحبت کی وہ بیٹے کے لئے حلال۔

حنفی مذہب کی معاف کی ہوئی حدیں

ماں، بہن، خالہ، پھوپھی، ساس، دودھ ماں وغیرہ سے زناکاری کرنے والے پر جبکہ اس نے ان سے نکاح کر لیا ہو حد نہیں، خاوند والی عورت سے بھی اسی طرح زنا کیا تو حد نہیں، عدت گذارنے والی عورت سے بھی اسی طرح زنا کیا تو حد نہیں، ساس سے اور سالی سے بدکاری کی تو بھی اس صورت میں اس پر حد نہیں، متعہ کرنے والے پر بھی حد نہیں، اسی طرح دودھ ماں، دودھ بہن اور رضاعی ساس وغیرہ سے بھی اس صورت سے زنا کرنے پر حد نہیں ، دودھ ماں، دودھ ساس، بہن وغیرہ سے اگر بدکاری کر لے اور وہ لونڈیاں ہوں تو بھی کوئی حد نہیں، اگر گواہ رجم کرنے کے لئے آگے نہ بڑھیں تو زانی پر حد نہیں، اگر ان میں سے ایک گواہ بھی رجم کرنے سے انکار کرے تو زانی پر حد نہیں، اگر رجم ہونے سے پہلے کوئی گواہ مر جائے تو زانی پر حد نہیں، اگر گواہ کہیں چلا جائے تو زانی پر حد نہیں ، اگر گواہ گواہی دینے کے بعد اندھا ہو جائے تو زانی پر حد نہیں ، اگر گواہ گونگا ہو جائے تو حد نہیں ، اگر گواہ مجنوں ہو جائے تو حد نہیں، اگر گواہ مرتد ہو جائے تو زانی پر حد نہیں، چوپائے

سے کے ساتھ بدفعلی کرنے سے بھی حد نہیں، مردہ عورت کے ساتھ زنا کرنے سے بھی حد نہیں، لونڈے بازی کرنے سے حد نہیں، کسی عورت کی دبر میں وطی کرنے سے بھی حد نہیں، کوئی عورت کسی بندر سے بدکاری کرائے تو اس پر حد نہیں، دارالحرب میں زنا کرنے والے پر حد نہیں، نانی کی لونڈی سے زنا کرنے والے پر حد نہیں دارالاسلام میں زنا کرنے والے حربی پر حد نہیں، ماں کی لونڈی سے زناکاری کرنے والے پر حد نہیں، باپ دادا کی لونڈی سے زنا کرنے والے پر کوئی حد نہیں، اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کرنے والے پر حد نہیں اپنے آقا کی لونڈی سے زنا کرنے والے پر حد نہیں، اپنے پاس کسی کی لونڈی گروی ہو اس سے زنا کرنے والے پر حد نہیں گروی رکھنے کے لئے جو لونڈی کو مستعار لئے ہوئے ہو، وہ اگر اس سے زنا کرلے تو اس پر بھی حد نہیں، خرچی یعنی زنا کی اجرت دے کر زنا کرے تو اس پر بھی حد نہیں، شرابی کے منہ کی بو نہیں آتی تو باوجود خود اس کے اقرار کرے اس پر حد نہیں، باوجود گواہوں کے ایسی صورت میں حد نہیں،

غیر مکلّف مرد مکلفہ عورت کے ساتھ زناکاری کرے تو دونوں پر حد نہیں، گواہ اگر عورت کو نہیں پہچانتے تو مرد پر بھی حد نہیں: زنا کے چار گواہ ہیں لیکن دو کہتے ہیں عورت راضی نہ تھی تو بھی حد نہیں، مستامن مرد ذمیہ سے یا مسلمان عورت سے زناکاری کرے تو حد نہیں، عورت انکار کر جائے تو مرد پر بھی حد نہیں، مرد انکار کر جائے تو عورت پر حد نہیں، گونگے پر زنا کی حد نہیں، چھوٹی بچی کے ساتھ زنا کرنے والے پر حد نہیں، لونڈی سے زنا کرتے کرتے اسے مار ڈالا تو اس پر حد نہیں، اقراری غلام کا مالک انکار

کردے تو غلام پر زنا کی حد نہیں، زناکاری کے ایک ماہ بعد گواہ گذریں تو حد نہیں، زناکاری کے لئے کچھ دیدے پھر زنا کرے تو حد نہیں، آزاد عورت سے زناکاری کی پھر کہہ دیا کہ میں نے تو اسے خریدا ہے تو اس پر بھی حد نہیں ،اگر لونڈی کا مالک کہہ دے کہ اس سے زنا کرلے تو زناکاری پر حد نہیں، کسی لونڈی کے ساتھ زناکاری کرتے کرتے اسے اندھا کر دیا تو حد نہیں، مسلمان بادشاہ زنا کرے، شراب پئے تو اس پر حد نہیں وغیرہ۔

حنفی مذہب کی سود خوری

آقا غلام سے سود لے تو حرج نہیں، حربی کافر سے مسلمان سود لے تو حرج نہیں، متفاوضین آپس میں سود لیں تو حرج نہیں، شریک عنان سود لیں تو حرج نہیں، غیر مہاجر سے سود میں حرج نہیں، دارالحرب کے مسلمانوں میں سودی لین دین میں حرج نہیں، روٹی کے نقد ادھار کے بیوپار میں سود لینے میں حرج نہیں، سونے چاندی کے ذرے بیچنے میں سود لینے میں کوئی حرج نہیں، کھجوروں کے بیوپار میں جو کھجوروں سے ہو سودی لین دین میں حرج نہیں، بوٹی دے کر بکرا لینے کے سود میں حرج نہیں وغیرہ۔

حنفی مذہب کی چوری

چور اگر گونگا ہو تو حد نہیں، چور اگر اندھا ہو تو حد نہیں، چوری کی چیز کی قیمت اب گھٹ گئی تو حد نہیں، جہاں پکڑا جائے وہاں قیمت کم ہو تو حد نہیں، چوری کا دینار نگل جائے تو حد نہیں، چور کے ہاں سے چرا لائے تو حد نہیں، گوشت ترکاریاں میوے چرا لائے تو حد نہیں، دارالحرب میں حد نہیں، دارالبغی میں

حد نہیں ، تھوڑا تھوڑا مال لاتارہا تواس چور پر بھی حد نہیں ، چوروں کے ساتھ کوئی بچہ ہوتو چوروں پر حد نہیں ، پاگل ہوتو دوسرے چوروں پر حد نہیں ، مال والے کا قریبی رشتہ دار ہوتو چوروں پر حد نہیں ، گواہ گواہی دے کر کہیں چلے جائیں تو حد نہیں ، ایک بھی چلا جائے تو حد نہیں مر جائیں تو حد نہیں ، گواہ مر جائے تو چور پر حد نہیں ، لکڑیاں گھاس چرالائے تو حد نہیں مرغابیاں بطخیں اور پرند چرالائے تو حد نہیں ، چونے مٹی کے چور پر حد نہیں ، شکاری جانور کے چور پر حد نہیں ، کوئلے نمک کے چور پر حد نہیں ، دودھ کے چور پر حد نہیں ، گوشت کے چور پر حد نہیں ، برتنوں کے چور پر حد نہیں ، روٹی کے چور پر حد نہیں سونے کا برتن جس میں نشہ کی چیز ہو اس کے چور پر حد نہیں ، مسجد کا دروازہ چرالانے والے پر حد نہیں ، قرآن کے چور پر حد نہیں ، بچے کے چور پر گو زیور سمیٹ لیجائے حد نہیں ، غلام کے چور پر حد نہیں ، حدیث و فقہ وغیرہ ، شرعی کتابوں کے چور پر حد نہیں ، کفن چور پر حد نہیں ، بیت المال کے چور پر حد نہیں ، شرکت والے چور پر حد نہیں ، مسجد کے بوریوں کے چور پر حد نہیں ، کعبہ کے غلاف کے چور پر حد نہیں ، مال وقف کے چور پر حد نہیں ، قرض کے برابر چوری کرنے والے پر حد نہیں ، چھوٹے بچے کے قرض دار یہاں سے چرالائے تو اس پر حد نہیں پہلے کی چوری کی چیز کو چرالائے تو حد نہیں ، مطلقہ بیوی کے ہاں سے چوری کرلے تو حد نہیں ، غلام پر آقا کے مال کی چوری کی حد نہیں ، آقا کی بیوی کے چور پر بھی حد نہیں ، داماد اور خسر کے مال کے چور پر حد نہیں ، مال غنیمت کے چور پر حد نہیں ، حمام کے چور پر حد نہیں ، انگلیوں کے درمیان

درہم چرالائے تو اس پر حد نہیں، میزبان کی چوری میں حد نہیں، پرند کے ساتھ باندھ دے تو حد نہیں، نقب لگا کر دوسرے کو مال دیدے تو حد نہیں، باہر سے ہاتھ ڈال کر چوری کرنے تو حد نہیں، قطار میں سے اونٹ لے جائے تو حد نہیں، گرا ہوا خیمہ چرالائے تو حد نہیں، تیسری مرتبہ چوری کرے تو حد نہیں، وغیرہ

حنفی مذہب میں سور کا حکم

سور خود ناپاک نہیں، سور کا کھیلا ہوا شکار پاک ہے اور حلال ہے، ذمی مہر میں سور دے سکتا ہے گو مسلمان ہو گیا ہو، سور کے بال کی خرید و فروخت جائز ہے، سور کے بال پانی میں گریں تو پانی پاک ہے، سور کے بال پاک ہیں، سور کے تھوڑے سے بال ساتھ لے کر نماز پڑھنی جائز ہے، سور کے بالوں سے گانٹھنا جائز ہے، سور کی کھال رنگ لو تو پاک ہے، سور کی رنگی ہوئی کھال کا بیچنا جائز ہے، سور کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے، سور کی کھال کی جانماز بنا کر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے، سور کی کھال پہن کر نماز پڑھنا درست ہے، ذمی کو وکیل بنا کر سور بیچنا جائز ہے، ذمی کو وکیل بنا کر سور کا خریدنا جائز ہے، سورنی کے دودھ سے پلا ہوا بکری کا بچہ حلال ہے، ایک صورت میں کھجوریں لیکر سور دینا جائز ہے۔ وغیرہ

حنفی مذہب کی طبابت

لیٹ کر مسواک کرنے سے تلی بڑھتی ہے، مسواک پکڑنے سے بواسیر ہوتی ہے، مسواک کو چوسنے سے اندھا ہو جاتا ہے، مسواک نہ دھونے سے شیطان

اس مسواک سے منہ صاف کرتا ہے، ایک بالشت سے بڑی مسواک پر شیطان سواری کرتا ہے، مسواک نہ گاڑنے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے، طلب شفاء کے لئے خون سے الحمد پیشانی پر لکھ لینا جائز ہے، پیشاب سے پیشانی پر قرآن کا لکھنا بیماری دور کرنے کے لئے جائز ہے، لمباذکر ہونا نشانی ہے کمینہ پن کی۔

حنفی مذہب کی گالیاں

ابوہریرہ بیوقوف تھے، انس بن مالک بے وقوف تھے عقبہ بن مالک بیوقوف تھے، دیہاتی صحابہ سب کے سب بیوقوف تھے، بعض صحابہ عادل نہ تھے، فاطمہ مجہول تھیں، وابصہ بن معبد مجہول تھے، سلمہ بن محبق مجہول تھے، شافعی جاہل تھے، ابوحنیفہ کی بات ٹالنے والے سب کے سب ملعون ہیں، امام شافعی ابلیس سے زیادہ ضرر ناک تھے، امام شافعی امام ابوحنیفہ کے شاگرد کی شاگردی سے پہلے بے سمجھ تھے، معبد خزاعی صحابی بھی سمجھدار نہ تھے، معقل بن سنان مجہول تھے، صحابہ کو گالیاں دینے والے کافر نہیں، کسی صحابی سے دشمنی رکھنے والا کافر نہیں، معاویہ باغی تھے، معاویہ اور ان کے ساتھی باغی اور امام پر چڑھائی کرنے والے تھے، یہ سب محارب اسلام تھے، محارب امام تھے، قاتلِ صحابہ تھے، اعلیٰ مجتہد نہ تھے، حسین کے قتل کا حکم کرنے والا کافر نہیں، امام باقر جاہل تھے، بھلکڑ تھے، جھوٹ تہمت باندھنے والے تھے، چاروں خلیفوں کا قاتل مسلمان ہے، رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے والا ذمہ سے باہر نہیں، دینِ اسلام کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

حنفی مذہب کی شہوت پرستی

زنا کا خوف ہو تو مشت زنی کر لے، اگر زنا کاری سے بچنا ضروری ہو تو مشت زنی کر لے، مشت زنی کے بعد ٹھنڈا کر کے منی نکال ڈالے تو غسل بھی نہیں، مشت زنی سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اپنی بیوی کے ہاتھ سے مشت زنی کرالے، اپنی خدمت گذار عورت کے ہاتھ سے مشت زنی کرالے، کنوارا ہو تو مشت زنی کر لے، عورتیں آپس میں چپٹی بازی کریں تو روزہ نہیں ٹوٹتا، زنا کے خوف کے وقت مشت زنی کرنے سے ثواب ملے گا، زنا کے خوف کے وقت جلق لگانا، مشت زنی کرنا، یعنی اپنے ہاتھ سے اپنی منی نکال دینا واجب ہے، بیوی اور لونڈی والا بھی بوقت ضرورت یہی کرے۔

حنفی مذہب کی شرابیں

پیاس میں شراب پی لے، پیاس کے خوف کے وقت شراب پی لے، شراب میں پکا ہوا گوشت پانی میں تین مرتبہ جوش دیکر کھالے، روٹی شراب میں ڈالی پھر شراب سرکہ بن گیا تو یہ روٹی کھالے، شوربے میں شراب ڈال لے پھر سرکہ ڈال کر کھٹا کر کے کھاپی لے، گیہوں کی شراب حلال، جو کی شراب حلال ہے، شہد کی شراب حلال ہے، جوار کی شراب حلال ہے، ان شرابیوں پر حد نہیں، گو نشہ آگیا ہو، انجیر کی شراب حلال ہے، دس پیالیوں میں نشہ آئے تو نو حلال ہیں، قوت کے لئے انگور کی شراب جس کا شیرہ دو تہائی جل گیا ہو حلال ہے، شراب کا سرکہ بنانا حلال ہے، شراب کی تلچھٹ حلال ہے، تر کھجور کی پکی ہوئی شراب حلال ہے، اسی طرح خشک کھجور

کی بھی، کشمش کی بھی، انگور کشمش کی ملی ہوئی بھی، چار قسم کی شراب حرام چار قسم کی حلال ہے، تھوڑا سا بھنگ وغیرہ نشہ کی جامد چیز حلال ہے، شراب بیچنے خریدنے کیلئے ذمی شخص کو وکیل بنانا صحیح ہے، شراب بنانے والے کے ہاتھ شراب بنانے کیلئے شیرۂ انگور بیچنا حلال ہے۔

حنفی مذہب کی اولاد

چار مہینہ سے پہلے حمل گرادینا جائز ہے، خاوند کی اجازت کے بغیر بھی اس حمل کو گرادینا جائز ہے، بچہ نہ جم جائے اس لئے عورت اپنے بچہ دان کا منہ بند کرلے تو جائز ہے، خاوند اپنی منی عورت میں نہ ڈالے بلکہ باہر ٹپکادے، تاکہ بچہ نہ ہو، لونڈی سے یوں کیا اور پھر اس سے بچہ ہوا تو یہ بچہ حلالی ہے، میاں بیوی کے درمیان سال بھر کا فاصلہ ہو، ایک دوسرے نے منہ بھی نہ دیکھا ہو اور نکاح کے چھ ماہ بعد لڑکا ہوجائے تو حلال ہے، ایک نامرد خاوند جس کی نامردی ثابت ہوچکی ہے اور اس کی بیوی اس سے الگ کرادی ہے اس نے کہا ہے کہ میں اس سے ملا ہوں اگر الگ ہونے کے دو سال بعد اس کے بچہ پیدا ہو تو یہ حلالی ہے اور اسی نامرد کا ہے، اگر عورت کی چھاتیوں میں دودھ نہ ہو اور مرد دایہ نہ رکھ سکتا ہو تو یہ بھی چار مہینہ میں جب چاہے حمل گرادے،

حنفی المذہب مرد کی عدت

مری ہوئی عورت کی بہن سے اگر نکاح کرنا چاہے تو مرد عدت گذارے، تین طلاقوں کے بعد بھی اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہے تو عدت

گذارے، اس عورت کی خالہ سے نکاح کرنا چاہے تو عدت گذارے اس کی پھوپھی سے نکاح کرنا چاہے تو عدت گذار دے، اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا چاہے تو عدت توگذارے اس کی بھانجی سے نکاح کرنا چاہے تو عدت گذارے، چار بیویاں تھیں ایک مر گئی، اور نکاح کرنا چاہے تو عدت گذارے اور اسی طرح کی بیس حالتیں ہیں جس میں حنفی مرد کو حنفن عورت کی طرح عدت گذارنی پڑے گی۔

حنفی مذہب کی کمائی

گانے کی اجرت بغیر شرط مباح ہے، باجے بجاکر مزدوری بغیر ٹھیرائے لے لے، شراب کا پیپا اٹھاکر مزدوری لے لے، کھیل تماشہ کر کے اجرت لے لے، اسی طرح گناہ کے تمام کاموں پر بغیر شرط کے اجرت لینی جائز ہے، باجے بیچنے جائز ہیں، جیسے مزامیر، طبلہ، دف وغیرہ، نشہ کی چیزوں کی خرید وفروخت جائز ہے، شراب بنانے والوں کے ہاتھ شیرۂ انگور بیچنا جائز ہے، گرجا گھر بنانے کے لئے عیسائیوں کے ہاتھ زمین بیچنی جائز ہے، مندر بنانے کے لئے بھی، اور دوسرے گناہ کے کاموں کے لئے بھی، حربی کافر کا مال سود سے لے لے، خیانت سے لے لے، قرض لے کر مکر جائے، شراب بیچ کر لے لے، زناکاری کا اڈہ کھول کر مال حاصل کرلے،، بت بیچ کر لے لے، غرض جس طرح بھی بن پڑے لے لے حلال طیب ہے، کتے کو ذبح کر کے اس کا گوشت بیچ ڈالے، کتے کی خرید وفروخت کرلے، کتے کو اجرت پر دے کر پیسہ کمالے، کسی ذمی کو وکیل کرے یعنی منیم بناکر سود کی خرید وفروخت کرلے صحیح ہے، شراب کی تجارت کرے صحیح ہے، رنڈی اپنی

زناکاری کی اجرت لے لے حلال ہے، دعوت کی جگہ اگرچہ کھیل تماشے، لہو ولعب، گانا بجانا ہو تو کوئی حرج نہیں، خوب دعوت اڑائیے اور کھائے پیئے۔

حنفیوں کی جنت

:وہاں لونڈے بازی ہوتی ہے، دبر میں وطی ہوتی ہے۔

حنفیوں کا لباس

کتے کی کھال پہن لو، اور تمام درندوں کی کھالیں پہن لو، اوڑھ لو بچھالو، ریشم دوسرے کپڑے کے اوپر پہن لو، ریشمی تکئے لگایا کرو، ریشمی بستروں پر سویا کرو، بالشت بھر ریشم میں کوئی حرج نہیں، بالشت سے زیادہ دوسرے کپڑے کے ساتھ ملا کر پہن لو، کتے اور سور کے بالوں کی ٹوپی موزے وغیرہ بنالو، سور، کتے وغیرہ درندوں کی ہڈیوں اور دانتوں کا ہار بنا کر پہن لو، زیور بنا کر گھر میں پہنادو، کتے سور وغیرہ درندوں کی کھالوں کے مشکیزے، مشکیں وغیرہ بنالو۔

حنفی مذہب کی نماز

جانور سے، مردے سے، چھوٹی لڑکی وغیرہ سے، وطی کر کے بغیر انزال کے بے غسلا آجائے نماز پڑھ لے، کپڑے پر، بدن پر، عورت کی فرج کی رطوبت لگی ہو تو کوئی حرج نہیں، بچے کی ولادت کے وقت کی چکنائی لگی ہو تو حرج نہیں، جانور کے بچے کی یہ رطوبت ہو تو حرج نہیں، کتے کی کھال، سور کی کھال اور جس درندے کی چاہے رنگی ہوئی کھال پہن لے اوڑھ لے، رنگی

ہوئی نہ ہو تو بھی حرج نہیں، ذبح کیا ہوا سور اور ذبح کئے ہوئے کتے کی کھال
کی جانماز پر نماز پڑھ لے، ان کی کھال کا لباس پہن کر نماز پڑھ لے، کتے کا،
سور کا اور جس ذبح کئے ہوئے درندے کا چاہے گوشت اپنی جیبوں میں رکھ
لے، کتے سور جس درندے کی ہڈیوں کا چاہے ہار پہن کر نماز پڑھ لے، کتے کی
اسی کھال کے ڈول میں پانی بھر کر اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھ لے، ذبح
کئے ہوئے سانپ اور چوہے کا گوشت لے کر بھی نماز پڑھ لے، کتے وغیرہ
درندوں کی کھالیں، ہڈیاں، ناخن، بال، دانت، آنت، گوشت پوست، چربی
، خون ان میں سے جس چیز کو چاہے اپنے ساتھ رکھ کر نماز پڑھ لے، کتے کے
پلے کو بغل میں دبا کر نماز پڑھ لے، بڑے کتے کو سر پر چڑھا کر نماز پڑھ لے
، جس پانی میں کتا پڑ گیا ہو اگر اس کا منہ اس میں نہ لگا ہو تو اس پانی سے وضو
کر لے اور غسل بھی، نماز پڑھتے ہوئے نجس چڑیا سر پر بیٹھی ہو تو حرج نہیں
، نجاست آلود کپڑوں والا بچہ گود میں بیٹھا ہو تو حرج نہیں، نمازی کے کپڑوں
پر کتے کی چھینٹیں ہوں تو حرج نہیں، چوتھائی حصہ سے کپڑا نجاست خفیفہ
سے بھرا ہوا ہو تو نماز پڑھ لے، چمگادڑ کا پیشاب یا چمگادڑ کی بیٹ کپڑے پر
یا بدن پر ہو، تو نماز پڑھ لے، کتے نے بدن پر یا کپڑے پر منہ مارا ہو اور تھوک
نہ نظر آئے تو نماز پڑھ لے، پیشاب کی چھوٹی چھوٹی چھینٹوں سے اگر سارا
کپڑا بھر جائے یا سارا بدن بھر جائے تو بھی نماز پڑھ لے، چمگادڑ کا پیشاب یا
چمگادڑ کی بیٹ کپڑے پر یا بدن پر ہو تو نماز پڑھ لے، نماز میں کتے کو پچکار لے،
، نماز میں گدھے کو ہانک دے، نماز میں عورت کی شرمگاہ کو دیکھ لے، نماز
میں فقہ کی کتاب کو دیکھ لے اور سمجھ لے، کتے کے بالوں کی گھنڈیاں لگا کر نماز

پڑھ لے، سور اور کتے کے بال پڑے ہوئے پانی سے وضو کرلے، بھیگی ہوئی کھجوروں کے شیرے سے وضو کرلے، اس طرح کہ پہلے پاؤں دھوئے پھر منہ دھوئے پھر کلی کرے پھر مسح کرے یعنی الٹا پلٹا وضو کرلے، اللہ اکبر کا ترجمہ کسی اور زبان میں کردے، فقط ایک آیت کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھ دے، رکوع سجدے میں اطمینان نہ کرے اور رکوع کے لئے ذرا جھک جانا کافی ہے، قومہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان ٹھہرنا ضروری نہیں، سلام کے بدلے گوز مار دے، کتے یا بھیڑیئے کے دانتوں والا ہار پہن کر نماز پڑھ لے، کافر اگر کتے ریچھ، بندر وغیرہ پر چھری پھیر دے تو اس کا گوشت پوست لے کر نماز پڑھ لے، بھیڑیئے کی کھال کی جانماز پر نماز پڑھ لے، کتے کی رنگی ہوئی کھال کے ڈول میں پانی بھر کر پانی سے غسل کرلے، وضو کرلے، نماز پڑھ لے، بوریہ پر بھیگا ہوا کتا بیٹھ گیا یا لیٹ گیا اگر اس پر نجاست کا اثر نہ ہو تو اس پر نماز پڑھ لے کسی بڑے حوض میں کتا گر کر مر گیا ہو اوپر سے پانی جما ہوا ہے تو اس سے وضو کرلے، امامت نماز کیلئے کچھ شرائط کی یکساں موجودگی کے بعد یہ شرط ہے کہ اس کی بیوی سب کی بیوی سے زیادہ خوبصورت ہو، یہ بھی شرط ہے کہ خود امام شکیل اور خوبرو ہو، یہ بھی ایک شرط ہے کہ امام سب سے بڑا مالدار ہو، امام سب سے اچھے لباس والا ہو، امام کا عضو مخصوص چھوٹا ہو، امام غلام نہ ہو، امام دیہاتی نہ ہو، امام اندھا نہ ہو، سجدے میں صرف پیشانی کا زمین پر لگ جانا کافی ہے اور صرف ناک کا لگ جانا بھی، التحیات میں بیٹھ کر بجائے سلام کے زور سے ہنس دے، بات چیت کرلے گوز مار دے، عورت کا پیٹ پاؤ سے کم ننگا ہو تو نماز ہو جائیگی، عورت

کا سر پاؤ سے کم کھلا ہوا ہو اور اس نے نماز پڑھی تو نماز ہو گئی، عورت کی پنڈلی اور ران کا بھی یہی حکم ہے کہ پاؤ کھلا ہوا ہو تو نماز ہو جائیگی، مرد کے بیضے بھی اگر پاؤ سے کم ننگے ہوں تو نماز ہو جائے گی، نمازی کے بدن پر یا کپڑے پر پاخانہ پیشاب وغیرہ جیسی غلیظ نجاست ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر یا ایک مثقال وزن کے برابر لگی ہو تو بھی نماز ہو جائے گی، حرام پرندوں کی بیٹ یا پیشاب اس سے زیادہ لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی، وضو بے نیت کر لو، عورت کی شرمگاہ پاؤ سے کم ننگی ہو تو نماز ہو جائیگی، مرد کا آلۂ تناسل چوتھائی سے کم کھلا ہوا ہو تو نماز ہو جائیگی، نماز کے ایسے ہی مسائل اور بھی بہت سارے ہیں۔

برادران! یہ ہے موجودہ حنفیوں کا نقشہ، خدارا اس غلط راہ کو چھوڑ دو اور قرآن حدیث کی صحیح اور سیدھی راہ پر لگ جاؤ۔

خاتمہ

برادران! یہ تو ہے حنفی مذہب فقہ کی کتابوں کی قدر حنفی المذہب حضرات کے دلوں میں، اور یہ ہے اجمالی نقشہ ان کتابوں کی تعلیم کا اور اس سے پہلے تفصیلی نقشہ بھی آپ دیکھ چکے، اب آپ کی خدمت میں درمندانہ اپیل ہے کہ آپ کے خیالات اب کیا رہے، میں تو آپ سے کہوں گا کہ ان کتابوں کا ماننا آپ چھوڑ دیں، انہیں دینی کتابیں آپ نہ سمجھیں، مضمون بہت بڑھ گیا ہے صرف اتنی ہی نصیحت میں کافی جانتا ہوں، آخری گذارش ہے کہ یہی وجہ ہے کہ اہل حدیث ان کتابوں کو نہیں مانتے اور صرف قرآن کریم کو اور صحیح حدیثوں کے مجموعے کو ہی وہ دین سمجھتے ہیں۔

اتباع سنت نبوی اور ترک تقلید شخصی کے موضوع پر

مولانا محمد صاحب جونا گڈھی کی مایہ ناز تصنیف

طریق محمدی

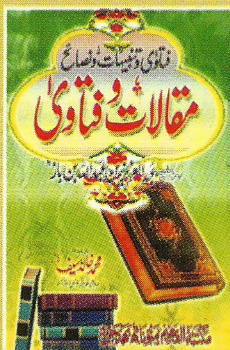
جس میں قرآن وحدیث اقوال خلفاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین، مجتہدین وغیرہ سے، خود چاروں اماموں ان کے شاگردوں، اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے، حنفی مذہب فقہ کی کتابوں اور خود حنفیوں کے طرز عمل سے، غرض سینکڑوں زبردست اور لاجواب دلیلوں سے، تقلید شخصی کی قابل دید تردید، اور اتباع سنت کی زبردست تاکید ثابت کی گئی ہے، ساتھ ہی اور بھی بہت سی کار آمد بحثیں کتب فقہ حنفیہ اور مسائل فقہ کے متعلق آگئی ہیں۔

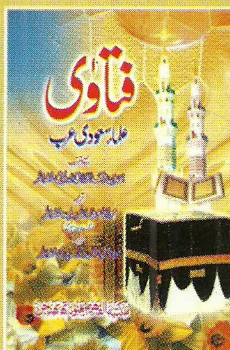
جدید تحقیق، مفید حواشی، عمدہ کتابت، نفیس طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ جلد ہی منظر عام آرہی ہے

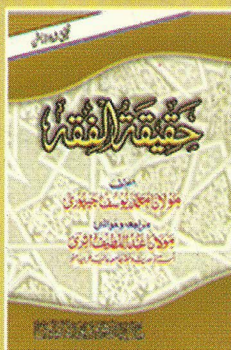
ناشر

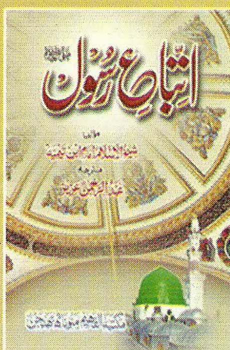
اہل حدیث اکیڈمی مئو ،یوپی، انڈیا

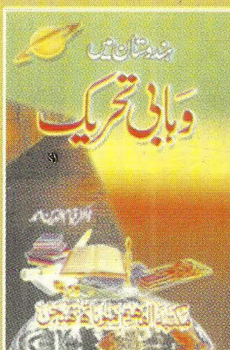
ہماری چند اہم کتابیں

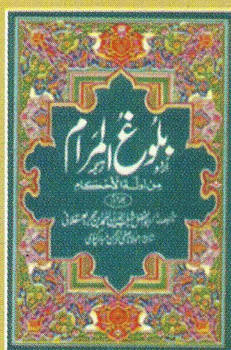


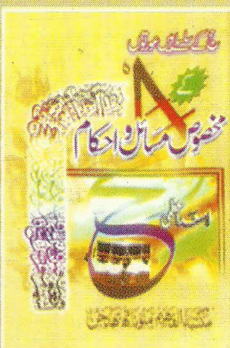


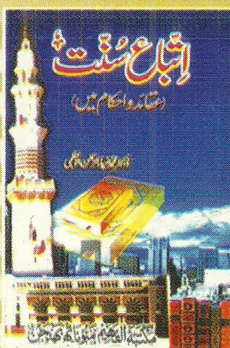


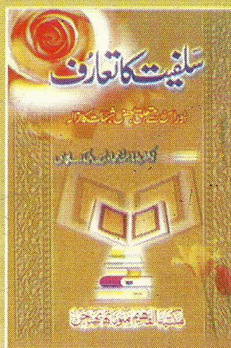












Rs. 110/-

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

اہل حدیث اکیڈمی مئوناتھ بھنجن

PRINT ART DELHI Ph. & Fax : 23634222